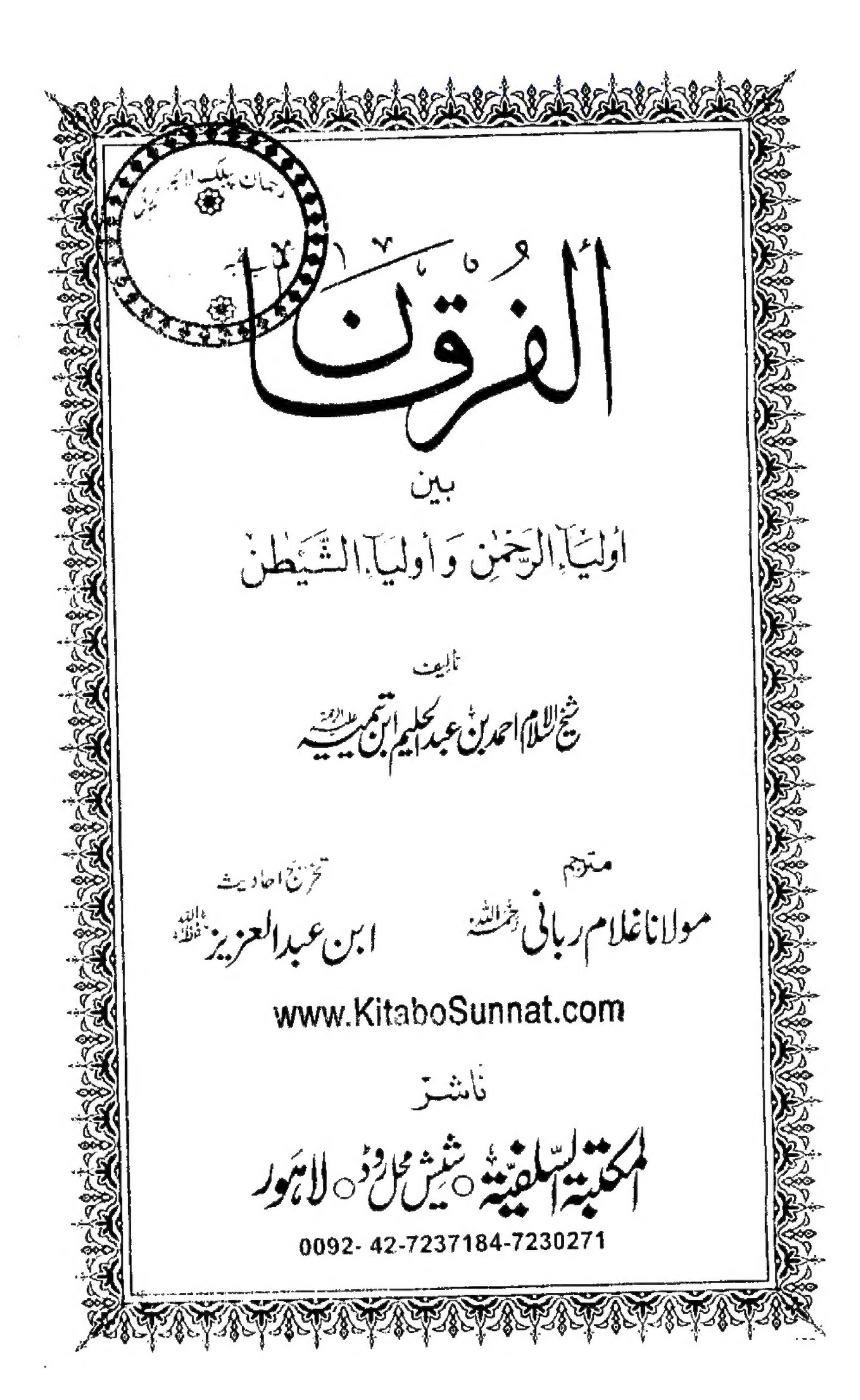
الفرقان

بین

أولياء الرحمن وأولياء الشيطن

شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ





الفرقان

بین

أولیاء الرحمٰن و أولیاء الشیطٰن

تالیف

شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ

مترجم

مولانا غلام ربانی رحمہ اللہ

تخریج احادیث

ابن عبدالعزیز حفظہ اللہ

ناشر

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

0092- 42-7237184-7230271

نام کتاب	....	الفرقان بین اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان
تالیف	....	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
باہتمام	....	احمد شاکر
مطبع	....	ناصر پریس
طبع اول	....	فروری 2007ء
تعداد	....	1000

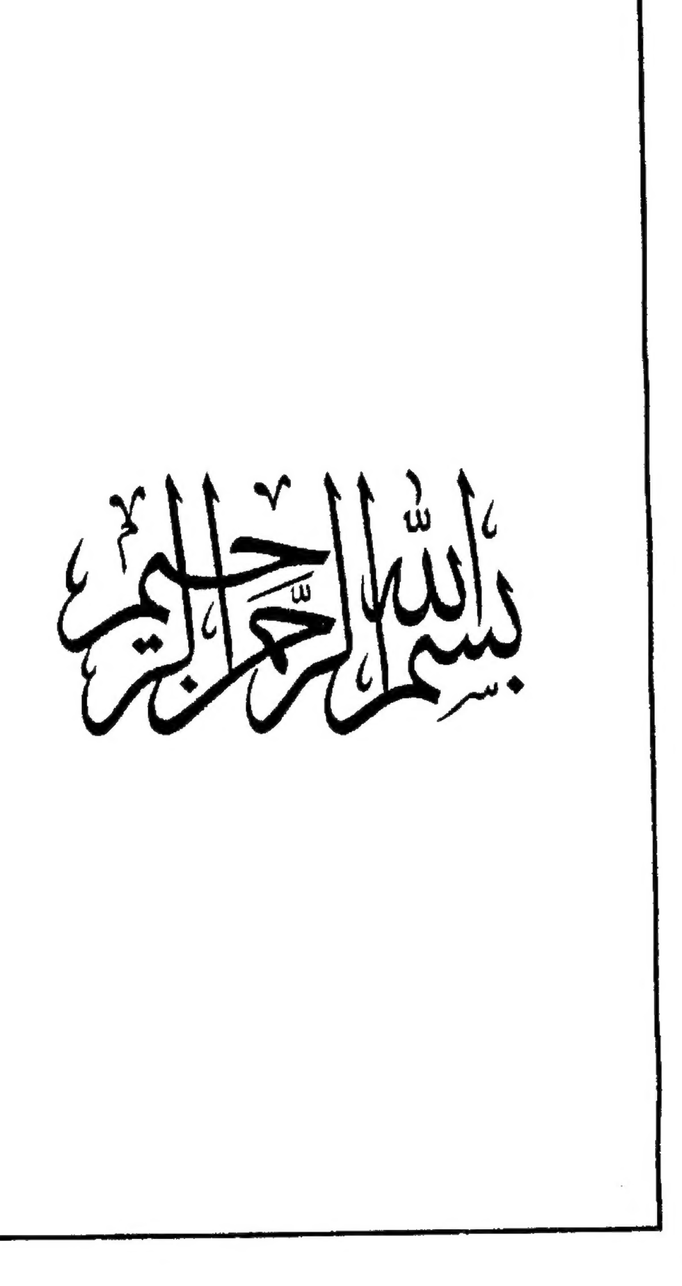
واحد تقسیم کار

دار الکتب السلفیة

4۔ شیش محل روڈ لاہور 54000

0092-42-7237184-7230271

E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com


بسم الله الرحمن الرحيم



فہرست مضامین

الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطن

مضمون ــــــــــــــــ صفحہ نمبر

حمد ونعت ۹

سچے اور جھوٹے اولیاء میں تمیز آیات شریفہ سے ۱۱

اولیاء اللہ کے اوصاف احادیث سے ۲۰

ولی کے لغوی اور اصلاحی معنی ۲۳

اولیاء اللہ میں سے افضل کون؟ ۲۴

ولایت کے لئے اتباع رسول ضروری ہے ۲۶

ولی کی تعریف حسن بصریؒ کی زبان سے ۲۷

اطاعت رسول سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ۳۱

اصحابِ صُفّہ کے متعلق غلط فہمیاں ۳۱

انصار اہل صفہ میں سے نہیں تھے ۳۳

خاتم النبیین کی رسالت پر یہود ونصاریٰ کا جزوی ایمان ۳۶

ایمان کی شرطیں ۳۶

توسل رسول کی حدود ۳۹

سکندر بن فیلقوس اور ذو القرنینؑ ۴۰

ایمان کے بغیر اجتہاد موجب فلاح نہیں ہوسکتا ۴۱

شیطانی شعبدے ۴۱

ذکر الٰہی کی تعریف ۴۲

ایمان کے جسم میں نفاق کے جراثیم ۴۳

اولیاء اللہ کے دو طبقے ۴۸

مضمون — صفحہ نمبر

مقربین ۵۶
مقتصدین ۵۷
انبیا کی دو قسمیں۔عبد و رسول اور ملک و نبی ۵۷
اولیاء اللہ کے درجے ۶۱
حقیقتِ ایمان و کفر ۶۵
ایمان مفصل و مجمل کی تعریف ۶۷
بعض اہل جنت کی بعض پر فضیلت ۶۹
مجنون ولی نہیں ہوسکتا ۷۳
اتباعِ رسول سے ﷺ کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ۷۵
مجنوں اور احکام شریعت ۷۶
عارف لوگ مخلوق کے اندر ہی چھپے رہتے ہیں ۷۷
صوفی کی وجہ تسمیہ ۷۹
اولیاء میں سے افضل کون؟ ۷۹
فضیلت کا معیار تقویٰ ہے ۸۰
لفظ "فقر" کی تحقیق ۸۱
جہادِ اصغر و جہادِ اکبر کی حقیقت ۸۳
معاذؓ پر انوار نبوی کی باران رحمت ۸۶
ترک غذا، ترک ضروریات اور دائمی خاموشی ممنوع ہے ۸۸
اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوسکتے ۹۰
الہام کی صحت کا معیار ۹۳
غلط اجتہاد یا غلط الہام ولایت کا منافی نہیں ۹۳
فضیلت عمر فاروقؓ ۹۴

مضمون — صفحہ نمبر

صدیق رضی اللہ عنہ کو محدث پر کیوں ترجیح حاصل ہے ۹۷

انبیاء اور اولیاء میں فرق ۹۸

مشائخ کے اقوال اور پابندی سنت کتاب وسنت ۱۰۳

حضرت سلیمان دارانی کا قول ۱۰۳

حضرت جنیدؒ کا قول ۱۰۳

ابوعثمانؒ نیشاپوری کا قول ۱۰۳

درویشوں کی اندھی تقلید اور عذاب آخرت ۱۰۴

درویشوں کی اندھی تقلید طریق عیسائیت ۱۰۶

خوارق عادت اور اولیاء ۱۰۹

مجذوب نجاستوں اور کتوں کے ساتھی ۱۱۰

اولیاء الشیطان کی علامات ۱۱۲

اولیاء الرحمٰن کی علامات ۱۱۳

تمام انبیاء کا دین واحد ہے ۱۱۶

شریعت اور منہاج کا فرق اور مراد ۱۱۶

ہر زمانے کا دین اسلام ہے ۱۱۷

انعام یافتہ لوگ ۱۲۱

خاتم النبیین اور خاتم الاولیاء ۱۲۴

انبیاء اولیا سے افضل ہیں ۱۲۵

خاتم النبیین اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا مقابلہ ۱۲۵

وہ مدعیانِ اسلام جو یہود ونصاریٰ سے بدتر ہیں ۱۲۷

آنحضرت کی ولدیت کی حیثیت ۱۲۷

فلسفیانہ الحاد مکاشفہ کے رنگ میں ۱۲۹

مضمون — صفحہ نمبر

عقول عشرہ کی حقیقت ۱۳۰
نبوت کی فلسفیانہ تشریح ۱۳۱
اہل فلسفہ کیوں کر گمراہ ہوئے ۱۳۳
فلسفی صوفی اور اسلامی صوفی ۱۳۴
مسئلہ شفاعت ۱۳۵
فرشتے! خیالی مخلوق یا حقیقی؟ ۱۳۷
شیطان دوستی اور وعدہ وعید ۱۴۰
شیطانی وحی ۱۴۳
ابن عربی اور حضرت جنیدؒ ۱۴۵
فلسفی صوفیوں کی افسوسناک بے باکی ۱۴۶
صدر قونوی کی نئی چال ۱۴۷
حلول اور اتحاد ۱۴۷
معصیت کی غلط تعریف ۱۴۹
معصیت کی صحیح تعریف ۱۴۹
لفظ مع کا ذ منطوق ۱۵۶
حقایق دینیہ وکونیہ ۱۶۰
مجسٹریٹوں کی تین قسمیں ۱۷۶
ائمہ کی تقلید نہ واجب ہے نہ حرام ۱۷۸
ارادہ کونیہ اور ارادہ دینیہ میں فرق ۱۷۹
امر کونیہ امر دینیہ ۱۸۱
قضائے کونیہ وقضائے دینیہ ۱۸۳
بعث کونیہ اور بعث دینیہ ۱۸۶

مضمون — صفحہ نمبر

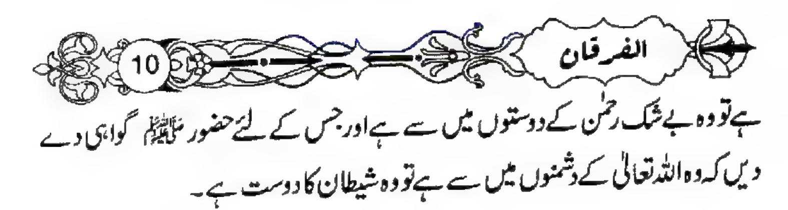
ارسال کونیہ اور ارسال دینیہ ۱۸۷
تحریم کونی اور تحریم دینی ۱۸۹
اولیاء کا دلاسہ ۱۹۱
شیطان کئی لوگوں پر اترتا ہے ۱۹۲
معجزات النبی ۱۹۸
کرامات صحابہ وتابعین ۲۰۰
ابو مسلم خولانی کی کرامات ۲۰۳
عامر بن عبد قیس کی کرامات ۲۰۴
وصلۃ بن اشیم کی کرامات ۲۰۴
انفرادی کرامات نقص ولایت کی علامت ہیں ۲۰۶
چند جھوٹے نبیوں کی کرامتیں ۲۰۸
شیطان کو بھگانے والی آیت ۲۱۰
شیطانی شعبدات ۲۱۰
کرامات اولیاء اور احوال شیطانی میں فرق ۲۱۲
قوالی ۲۲۱
انس وجن سب پر حضور کی رسالت تسلیم کرنا فرض ہے ۲۳۰

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت:

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو سزا وار ہے، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے ہدایت اور مغفرت کے طالب ہیں اور ہم اپنے نفس کی شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راستے پر لگانے والا نہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جنہیں اس نے ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب رکھے اور اس دین کی سچائی کے لئے خدا کافی گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قربِ قیامت میں انعاماتِ الٰہی کی بشارت دینے اور عذابِ قہاری سے ڈرانے کے لئے بھیجا اور اس لئے بھیجا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ الغرض آپؐ وہ چراغ عالم افروز ہیں جن کے وجودِ مسعود کی بدولت کائنات کا گوشہ گوشہ روشن ہو گیا۔ سو اس کے ذریعے سے آپؐ نے لوگوں کو غلط راستے سے بچا کر صحیح راستے پر چلایا۔ اندھے پن سے نجات دلا کر بینا کر دیا اور برائی کے گڑھوں سے نکال کر بھلائی کی مبارک بلندیوں پر پہنچایا۔ اندھی آنکھیں کھلنے لگیں۔ بہرے کان سننے لگے، جن دلوں پر پردے پڑے ہوئے تھے وہ حقائق کی بصیرت افروز اور نورانی فضا میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اسی دین کے ذریعے سے آپؐ نے حق اور باطل کو جدا کر کے دکھا دیا، ہدایت اور گمراہی، نیکی اور برائی، مومنین اور کفار نیک بخت اہل جنت اور بد بخت اہل دوزخ میں امتیاز پیدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اس کے دشمنوں میں فرق بتا دیا چنانچہ جس کے لئے محمد ﷺ یہ گواہی دے دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ...



ہے تو وہ بے شک رحمٰن کے دوستوں میں سے ہے اور جس کے لیے حضور ﷺ گواہی دے دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے تو وہ شیطان کا دوست ہے۔

سچے اور جھوٹے اولیاء میں تمیز آیاتِ شریفہ سے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی سنت میں بیان فرما دیا ہے کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے دوست بھی ہیں اور شیطان کے بھی اور اولیاء رحمٰن اور اولیاء شیطان کے مابین جو فرق ہے وہ بھی ظاہر کر دیا۔ فرمایا:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ [1]

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر قیامت کے دن نہ تو خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی خدا کی باتوں میں فرق نہیں آتا یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور فرمایا:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ [2]

اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے حامی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں۔ وہی دوزخی ہیں اور وہی دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اور فرمایا:

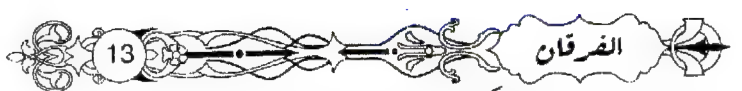
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ

۱۔(یونس:۱۰/۶۲۔۶۴) ۲۔(البقرہ:۲/۲۵۷)

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ط فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ط وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لا اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ط حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ لا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ط ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ①

مسلمانو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ بھی انہی میں سے ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ تو اے پیغمبر جن لوگوں کے دلوں میں بے ایمانی کا روگ ہے تم ان کو دیکھو گے کہ ان کے دوست بنانے میں بڑی جلدی کرتے ہیں، کہتے کیا ہیں کہ ہم کو تو اس بات کا ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آ جائیں سو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی فتح یا کوئی امر اپنی طرف سے ظاہر کرے گا تو اس وقت یہ منافق اس بدگمانی پر جو اسلام کے غلبے اور اس کی صداقت کی نسبت اپنے دلوں میں چھپاتے تھے پشیمان ہوں گے اور اس سے

ا۔(المائدہ:۵/۵۱تا۵۶)



مسلمانوں پر ان کا نفاق کھل جائے گا تو مسلمان ان کے حال پر افسوس کرتے آپس میں کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے اور ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اندر اندر یہودی تائید میں کوشش کرتے تھے تو ان کا سارا کیا دھرا ضائع ہوا اور سراسر نقصان میں آ گئے۔ مسلمانوں میں میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ وہ ایسے لوگ لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرم، کافروں کے ساتھ کڑے، اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ بھی اللہ رب العزت کا ایک فضل ہے جس کو چاہے دے اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور وہ سب کے حال سے واقف ہے۔ مسلمانو! بس تمہارے یہی دوست ہیں اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ مسلمان جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر وقت اللہ رب العالمین کے آگے جھکے رہتے ہیں اور جو اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دوست بنا رہے گا۔ تو وہ اللہ والا ہے اور اللہ والوں ہی کا بول بالا ہے

اور فرمایا:

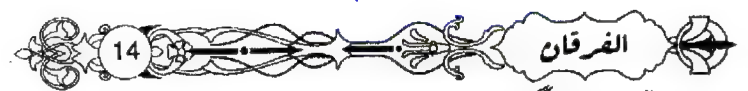
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿١﴾

اس سے ثابت ہوا کہ سب اختیار اللہ برحق ہی کو حاصل ہے وہی اچھا ثواب دینے والا اور آخر کار وہی اچھا بدلہ دینے والا ہے۔

شیطان کے دوستوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿٢﴾

(١)۔(الکہف:١٨/٤٤) (٢)۔(النحل:١٦/٩٨تا١٠٠)



جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا قابو نہیں چلتا اس کا قابو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی پیدا کرتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اور فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ①

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، اس لئے شیطان کے دوستوں کے ساتھ خوب لڑو۔ شیطان کی تدبیریں بودی ہیں۔

اور فرمایا:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ②

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سبھی نے سجدہ کیا ابلیس جنات کی قسم سے تھا اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا اسے اور اس کی نسل کو اپنے دوست بناتے ہو اور مجھے چھوڑتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کو برا ہی بدل ملتا ہے۔

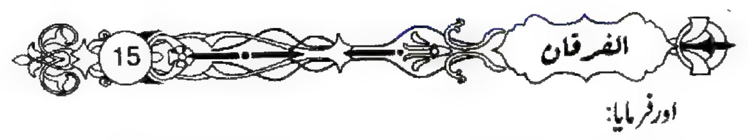
اور فرمایا:

یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ③

اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح گھاٹے میں آ گیا۔

---

(۱)۔(النساء:۴/۷۶)　(۲)۔(الکہف:۱۸/۵۰)　(۳)۔(النساء:۴/۱۲۰)



اور فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ‌ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ۝ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ‌ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ‏ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيۡطٰنُ يُخَوِّفُ اَوۡلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوۡهُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ (۱)

یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں اوران سے ڈرو تو ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کو کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ اور اس کے فضل سے واپس آئے۔ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی کی جستجو کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ شیطان ہی تمہیں اپنے دوستوں کا ڈراوا دکھاتا ہے۔ اگر تم مومن ہو تو ان سے نہ ڈرو اور مجھی سے ڈرو۔

اور فرمایا:

اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ‏ ۝ وَاِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً قَالُوۡا وَجَدۡنَا عَلَيۡهَاۤ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا‌ ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ‌ ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ‏ ۝ قُلۡ اَمَرَ رَبِّىۡ بِالۡقِسۡطِ‌ وَاَقِيۡمُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِيۡنَ لَـهُ الدِّيۡنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمۡ تَعُوۡدُوۡنَ ۝ فَرِيۡقًا هَدٰى وَفَرِيۡقًا حَقَّ عَلَيۡهِمُ الضَّلٰلَةُ‌ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۝ (۲)

ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور جب کبھی کسی

(۱)۔(آل عمران:۳/۱۷۳تا۱۷۵)　(۲)۔(الاعراف:۷/۲۷تا۳۰)

بے جا حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طریقے پر چلتے پایا اور اللہ نے ہم کو اس کی اجازت دی ہے۔ اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے کہو کہ اللہ تو بیجا کام کی اجازت دیتا نہیں آیا۔ تم لوگ بے سوچے سمجھے خدا پر جھوٹ بولتے ہو۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار نے تو ہمیشہ ٹھیک اور بجا کام کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر ایک نماز کے وقت تم سب اللہ کی طرف متوجہ ہو جایا کرو اور خالص اسی کی تابعداری میں نظر رکھ کر اس کو پکارو جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا۔ اسی طرح تم دوبارہ بھی پیدا ہو گے۔ اسی نے ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق ہے کہ گمراہی ان کے سر پر سوار ہے، ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا اور بایں ہمہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں

اور فرمایا:

وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ①

شیطان تو اپنے ڈھب کے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہی رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے کج بحثی کریں۔

ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا:

یٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ○ ①

اے میرے باپ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ خدا کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے دوست نہ بن جائیں۔

اور فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ

(۱)۔ (الانعام:۶/۱۲۲) (۲)۔ (سورہ مریم آیت نمبر ۱۹/۴۵)

اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ط اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ○ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (1)

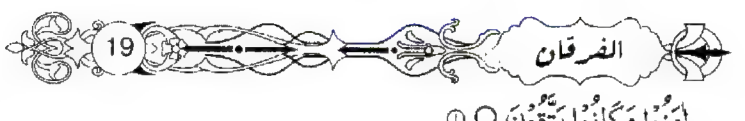
مسلمانو! اگر تم ہماری راہ میں جہاد کرنے اور ہماری رضا مندی ڈھونڈنے کی غرض سے اپنے وطن چھوڑ کر نکلے ہو تو ہمارے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ لگو ان کی طرف دوستی کے نامہ و پیام دوڑانے، حالانکہ تمہارے پاس جو اللہ کی طرف سے دین حق آیا ہے وہ اس سے انکار ہی کر چکے ہیں وہ تو صرف اتنی بات پر کہ تم اپنا پروردگار اللہ ہی کو مانتے ہو۔ رسول ﷺ کو اور تم کو گھروں سے نکال رہے ہیں اور تم چپکے چپکے ان کی طرف دوستی کے پیغام دوڑا رہے ہو اور جو تم چھپا چھپا کرتے ہو اور جو ظاہر ظہور کرتے ہو ہم سب کو خوب جانتے ہیں اور جو تم میں سے

(1)۔(الممتحنة:٦٠/١تا٥)

ایسا کرے گا تو سمجھ لو کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا یہ کافر اگر کہیں تم پر قابو پا جائیں ۔ تو کھلم کھلا تمہارے دشمن ہو جائیں اور ہاتھ اور زبان دونوں سے تمہارے ساتھ برائی کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی اصلی تمنا یہ ہے کہ کاش تم بھی انہی کی طرح کافر ہو جاؤ ۔ قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں ہی تمہارے کچھ کام آئیں گی اور نہ تمہاری اولاد ہی کچھ کام آئے گی اس دن خدا ہی تم میں حق و باطل کا فیصلہ کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ۔ مسلمانو! ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے تمہارے لئے ان کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ بھی سروکار نہیں، ہم تم لوگوں کے عقیدوں کو بالکل نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی ہمیشہ قائم ہو گئی ہے اور یہ دشمنی ہمیشہ کے لئے رہے گی جب تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ہاں ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ سے اتنی بات کہ میں تمہارے لئے ضرور مغفرت کی دعا کروں گا اور یوں تمہارے لئے اللہ کے آگے میرا کچھ زور تو چلتا نہیں اے پروردگار ہم تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے، اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کے زور وظلم کا تختۂ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر، بے شک تو زبردست اور حکمت والا ہے ۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگوں میں رحمٰن کے دوست بھی ہوتے ہیں اور شیطان کے بھی تو ضروری ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان دونوں میں فرق بتایا ہے، اس طرح ان میں امتیاز قائم کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ کے دوست وہ ہیں جو مومن ہوں اور متقی ہوں ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

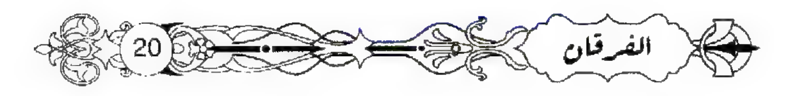
أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ



اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ ①

یادرکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر قیامت کے دن نہ تو خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے یہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔

(۱)۔(یونس:۱۰/۶۲۔۶۳)



اولیاء اللہ کے اوصاف احادیث سے:

اور صحیح حدیث میں آیا ہے جسے بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللّٰهُ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِيْ بِالْمُحَارَبَةِ اَوْ فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهٖ وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا فَبِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَبْطِشُ وَبِيْ يَمْشِيْ وَلَئِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِيْ عَنْ قَبْضِ نَفْسِ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ ①

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے مجھ سے جنگ ٹھان لی۔ (فرمایا کہ میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا) میرا بندہ جتنا میرا قرب میری فرض کردہ چیزوں کے ادا کرنے سے حاصل کرتا ہے اتنا کسی دوسری چیز کے ساتھ حاصل نہیں کر سکتا۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت آجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے چنانچہ وہ مجھی سے سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے پکڑتا ہے اور مجھی سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور دیتا ہوں اگر مجھ

(۱)۔(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع رقم حدیث:۶۵۰۲)



سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیتا ہوں، میں نے کبھی کسی ایسے فعل سے جسے کہ مجھ کو کرنا ہو اس درجہ تردد نہیں کیا جتنا کہ اپنے اس بندے کی روح قبض کرنے سے تردد کرتا ہوں، جسے موت ناپسند ہو اور مجھے اس کو تکلیف دینا ناپسند ہوتی ہے حالانکہ موت سے اسے چھٹکارا بھی نہیں۔

یہ حدیث ان سب حدیثوں میں سب سے زیادہ صحیح ہے جو اولیاء کے بارے میں آئی ہے سو نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے مجھ سے اعلان جنگ کیا ایک اور حدیث میں ہے:

وَاِنِّیْ لَاَثْاَرُ اَوْلِیَاءِیْ کَمَا یَثْاَرُ اللَّیْثُ الْحَرِبُ

میں اپنے دوستوں کا بدلہ اس طرح لیتا ہوں جس طرح ایک حملہ آور شیر بدلہ لیتا ہے۔

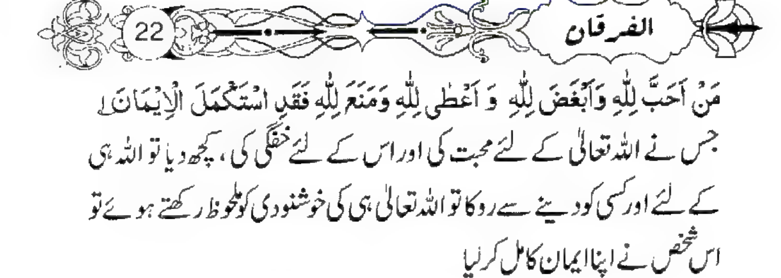
یعنی جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے۔ اس سے میں ان کا بدلہ اس طرح لیتا ہوں جس طرح شیر حملہ آور اپنا بدلہ لیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء وہ ہوتے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس سے دوستی کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی بات کو پسند کرتے ہیں جسے وہ پسند کرے اور اس بات کو ناپسند کرتے ہیں جو اسے ناپسند ہو۔ جس چیز سے وہ راضی ہو اس سے وہ بھی راضی اور جس پر وہ ناراض ہو اس پر وہ بھی ناراض ہوتے ہیں۔ اسی بات کا حکم کرتے ہیں جس کا حکم وہ کرے اور اس بات سے منع کرتے ہیں جو اس نے منع کر دی ہو۔ اسی کو دیتے ہیں جسے دینا اس کو پسند ہو اور اس کو دینے سے باز رہتے ہیں جسے نہ دینا ہی اسے پسند ہو۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں نبی ﷺ کا یہ قول مروی ہے:

اَوْثَقُ الْعُرٰی فِی الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ①

ایمان کی سب سے زیادہ مضبوط رسی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ناراض ہونا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے فرمایا:

(۱)۔(رواہ احمد معنی فی مسندہ ج ۳ ص ۴۳۰ ولم اجدہ فی الترمذی)

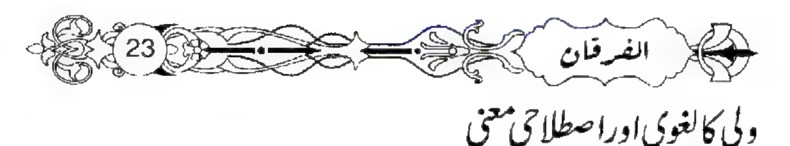


مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (۱)

جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اس کے لئے خفگی کی، کچھ دیا تو اللہ ہی کے لئے اور کسی کو دینے سے روکا تو اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تو اس شخص نے اپنا ایمان کامل کر لیا

---

(۱)۔(سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب الدلیل علی زیادۃ الایمان (حدیث ۴۶۸۱) مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۸ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث ۳۸۰)



ولی کا لغوی اور اصطلاحی معنی

ولایت عداوت کی ضد ہے۔ ولایت اصل میں محبت اور قرب کو کہتے ہیں۔
عداوت غصے اور دوری کو کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ ولی کو اس لئے ولی کہا جاتا ہے کہ وہ اطاعات سے موالات کرتا ہے یعنی پے در پے عبادت کرتا ہے لیکن پہلا معنی زیادہ درست ہے۔
ولی وہ ہوتا ہے جو قریب ہو چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ﴿هٰذَا يَلِيْ هٰذَا﴾ یعنی یہ چیز اس چیز کے قریب ہے۔ اور اسی سے حضور ﷺ کا قول مروی ہے:

﴿ اَلْحِقُوا الْفَرَآئِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا اَبْقَتِ الْفَرَائِضُ فَلِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ ﴾ ①

میراث پہلے اصحاب الفروض کو دو جو باقی رہے وہ اس مرد کے لئے ہوگا جو میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو۔

رَجُل کا لفظ مرد ہی کے لئے آتا ہے لیکن پھر بھی اس کے ساتھ تاکید کے لئے ذکر (مرد) کا لفظ زیادہ فرمایا تا کہ یہ بات کھل کر بیان ہو جائے کہ یہ حکم مردوں کے ساتھ مختص ہے اور اس میں مرد اور عورتیں ہر دو شریک نہیں ہیں۔ جیسا کہ زکوۃ کے بارے میں فرمایا ﴿فَاِبْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٌ﴾ ابن لبون کا لفظ خود مذکر ہے۔ تاہم تاکید کے لئے پھر ذکر کا لفظ زیادہ کر دیا۔

جب ولی اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا اور غصہ و ناراضی میں اسی کا تابع رہے جو بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اس کا حکم کرے اور جو ناپسند ہو اس سے منع کرے تو اس ولی کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ○ ②

ہمارے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کی طرف دوستی کے پیغام دوڑانے لگو۔

۱۔ (بخاری، کتاب الفرائض۔ باب میراث الولد من ابیہ وامہ۔ رقم ۶۷۳۲۔ مسلم، کتاب الفرائض۔ باب الحقوا الفرائض باھلھا .....الخ) (رقم الحدیث: ۴۱۴۱)

۲۔ (الممتحنہ: ۱/۶۰)



جس نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دشمنی کی، اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اس سے دشمنی کی وہ اس سے برسرِ پیکار ہوا۔ اس لئے فرمایا "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَةِ" (جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے میرے خلاف اعلانِ جنگ کیا) ①

اولیاءاللہ میں سے افضل کون

اولیاءاللہ میں سب سے زیادہ فضیلت انبیاء کو حاصل ہے اور انبیاؑ میں سب سے زیادہ فضیلت انہیں حاصل ہے جو مرسل ہوں اور مرسل نبیوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے اولوالعزم رسول نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۝ ②

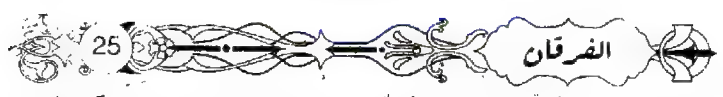
اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور تمہاری طرف بھی ہم نے اسی راستے کی وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

اور فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ③

جب ہم نے پیغمبروں سے تبلیغِ رسالت کا عہد لیا اور خاص کر تم سے اور نوحؑ اور

(۱) (بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب التواضع۔ رقم الحدیث: ۶۵۰۲) (۲)۔ (الشوریٰ: ۴۲/۱۳) (۳)۔ (الاحزاب۔ ۳۳: ۷۔۸)



ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے اور ان سب سے پکا عہد لیا تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سچے لوگوں سے ان کے سچ کا حال دریافت کرے اور کافروں کے لیے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے۔

اولوالعزم رسولوں میں سب سے افضل محمد ﷺ خاتم النبیین اور امام المتقین ہیں جو اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ قیامت کے دن جب انبیاء اکٹھے ہوں گے تو حضور ﷺ ہی ان کے امام ہوں گے۔ جب ان کا وفد بنے گا تو حضور ﷺ ان کے خطیب ہوں گے۔ آپ اس مقام محمود والے ہیں جو پہلی اور پچھلی امتوں کے لئے مرکزِ تمنا و آرزو ہے۔ الحمد کے جھنڈے والے، حوض کوثر کے ساقی، قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کرنے والے اور صاحبِ وسیلہ وفضیلت حضور ﷺ ہی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ فضیلت والی کتاب دے کر بھیجا اور جن کے لئے دین کے راستوں میں سب سے زیادہ فضیلت کا راستہ مخصوص فرمایا، جن کی امت کو بہترین امت قرار دیا جو لوگوں کے فائدے کے لئے مبعوث کی گئی ہے، ان کے لئے اور ان کی امت کے لئے وہ فضائل ومحاسن جمع کر دیئے جن کی وجہ سے وہ تمام پہلی امتوں سے ممتاز ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ کی امت پیدا تو سب سے آخر میں ہوئی لیکن مبعوث سب امتوں سے پہلے ہوئی، چنانچہ صحیح حدیث میں حضور ﷺ کا یہ قول مبارک ہے:

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَیْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِیْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ یَعْنِی الْجُمُعَةَ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ النَّاسُ لَنَا تَبَعٌ فِیْهِ غَدًا لِلْیَهُوْدِ وَ بَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰی [1]

(دنیا میں) ہم آخر میں آنے والے قیامت کے دن آگے جانے والے ہوں گے

---

(1) بخاری کتاب الوضوء باب البول فی الماء الدائم رقم ۲۳۸ و کتاب الجمعة باب فرض الجمعة۔ مسلم کتاب الجمعة باب هدایة هذه الامة لیوم الجمعة رقم: ۱۹۷۸۔ نسائی کتاب الجمعة باب ایجاب الجمعة۔ ۱۳۶۸ مسند احمد ۲/۲۴۲، وغیرہ

فرق صرف اس قدر ہے کہ انہیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی ہے اور ہمیں ان کے بعد دی گئی یہ ان کا دن ہے جس میں ان کا اختلاف پڑ گیا (مراد جمعۃ المبارک ہے) اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی ہدایت کر دی۔ اب لوگ اس بات میں بھی ہم سے پیچھے ہیں، ہمارا جمعہ ہے۔ ان کا ہفتہ جو جمعہ کے دوسرے دن آتا ہے اور نصاریٰ کا اتوار ہے جو جمعہ کے تیسرے دن آتا ہے۔

نیز فرمایا:

أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ (۱)

سب سے پہلے زمین قیامت کے دن میرے سامنے سے پھٹے گی۔

نیز فرمایا:

آتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ فَأَقُوْلُ أَنَا مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَّا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ (۲)

میں جنت کے دروازے پر آ کر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کروں گا۔ سنتری کہے گا کہ آپ کون ہیں کہوں گا کہ میں محمد ہوں۔ وہ کہے گا کہ آپ ہی کا مجھے حکم دیا گیا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔

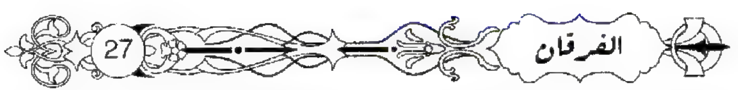
ولایت کے لئے اتباعِ رسول ﷺ ضروری ہے

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے فضائل بہت ہیں اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کو اپنے دوستوں اور دشمنوں کے درمیان فرق بتانے کا ذمہ دار کیا۔ اس لئے کوئی شخص اس وقت تک اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ حضور ﷺ پر اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر ایمان نہ لائے اور ظاہر و باطن ان کا اتباع نہ کرے۔ جو شخص

---

(۱)۔[(ترمذی) رقم: ۳۶۹۲ کتاب المناقب باب مناقب عمر۔ ابوداؤد کتاب السنۃ، باب فی التخیر بین الانبیاء، رقم: ۴۶۷۳]

(۲)۔[مسلم کتاب الایمان باب قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنۃ رقم: ۴۸۶۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶]



اللہ تعالیٰ کی محبت اور ولایت کا دعویٰ کرے اور حضور ﷺ کی پیروی نہ کرے۔ وہ اولیاء اللہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ جو آپ ﷺ کا مخالف ہو وہ تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور شیطان کے دوستوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ①

اے محمد ﷺ ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ولی کی تعریف حسن بصریؒ کی زبان سے:

حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ ان کے امتحان کے لیے نازل فرمائی اور اس میں یہ بیان کر دیا کہ جو شخص رسول اللہ کا اتباع کریگا اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہو۔ اور رسول ﷺ کا اتباع نہ کرے تو وہ اولیاء اللہ سے نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگر چہ بہت سے لوگ دل میں اپنے متعلق یا کسی اور کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ اولیاء اللہ نہیں ہوتے۔ یہود ونصاریٰ بھی تو اس کے مدعی ہیں کہ وہ خدا کے دوست اور محبوب ہیں اور جنت میں صرف وہی داخل ہوگا جو یہودی یا نصرانی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ ②

اے رسولؐ! ان سے کہو (کہ اگر تم اللہ کے ایسے ہی پیارے ہو) تو تمہیں تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیتا ہے۔ بلکہ تم خدائی مخلوقات میں بشر کے انواع میں سے ایک نوع ہو اور بس۔

اور فرمایا:

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ

(۱)۔(آل عمران:۳/۳۱) (۲)۔(المائدہ:۵/۱۸)

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ①

اور یہود کہتے ہیں کہ یہود کے سوا اور نصاریٰ کہتے ہیں۔ نصاریٰ کے سوا' جنت میں کوئی نہیں جانے پائے گا۔ یہ ان کے اپنے خیالی پلاؤ ہیں۔ اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ (بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ) جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں موجود ہے اور آخرت میں ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہوں گے۔

مشرکینِ عرب کا یہ دعویٰ تھا کہ مکہ مکرمہ میں رہنے اور بیت اللہ کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے ہم اللہ کا کنبہ ہیں اور اس کی وجہ سے دوسروں پر اپنی بڑائی جتایا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ②

ہماری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور تم اکڑتے اکڑتے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکواس کرتے الٹے پاؤں بھاگتے تھے

اور فرمایا:

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ط وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ہ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ہ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ہ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

(۱)۔(البقرہ:۲/ ۱۱۱تا۱۱۲) (۲)۔(المومنون:۲۳/ ۶۶۔۶۷)



ﮦ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا اَوْلِيَآءَهٗ ط اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﮦ (1)

اے پیغمبر! وہ وقت یاد کرو جب کافر تم پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو گرفتار کر رکھیں یا تم کو مار ڈالیں یا تم کو جلاوطن کر دیں اور حال یہ تھا کہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے اور جب ہماری آیات اُن کافروں کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں۔ ہاں! جی ہاں ہم نے سن تو لیا اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس طرح کا قرآن کہہ لیں۔ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اور بس، اور اے پیغمبر! وہ وقت یاد کرو جب ان کافروں نے دعائیں مانگیں کہ یا اللہ اگر یہ دین اسلام یہی دین حق ہے اور تیری طرف سے اترا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی اور عذاب دردناک لا نازل کر اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں موجود رہو۔ اور وہ تمہارے رہتے ان لوگوں کو عذاب دے اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ بعض لوگ گناہوں کی معافی اللہ سے مانگتے رہیں اور وہ ان سب کو عذاب دے اور (اب کہ تم مدینے ہجرت کر کے چلے آئے) تو ان کفارِ مکہ کا کیا استحقاق رہا کہ یہ تو خانہ کعبہ کے جانے سے مسلمانوں کو روکیں اور اللہ ان کو عذاب نہ دے حالانکہ یہ لوگ اللہ کے دوست نہیں ہیں۔ اللہ کے دوست صرف وہ ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔ لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

سو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرما دیا۔ کہ مشرکین میرے دوست نہیں ہیں۔ اور نہ ہی کعبۃ اللہ کے خیر خواہ ہیں۔ میرے دوست متقی لوگ ہیں۔

صحیحین میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

---

(1)۔ (الانفال:۸/۳۰تا۳۴)

اللہ ﷺ سے خود سنا اور آپ پوشیدہ نہیں بلکہ علانیہ اور بلند آواز سے فرما رہے تھے۔ کہ فلاں لوگ (حضورؐ نے اپنے اقارب واعزہ کی ایک جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) میرے دوست نہیں ہیں میرا دوست اللہ ہے۔ اور نیکوکار اہل ایمان ہیں۔ ①

یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے کہ:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے۔ جبرئیل اور نیک مومن اس کے دوست ہیں۔

صالح المومنین سے مراد وہ شخص ہے جو اہل ایمان میں سے ہو اور نیک کام کرنے والا ہو اور مومن و متقی ہو یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ ان لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی رضی اللہ عنہم اور وہ تمام لوگ داخل ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کا فخر حاصل کیا تھا۔ یہ لوگ تعداد میں چودہ سو تھے اور وہ سب جنتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ③

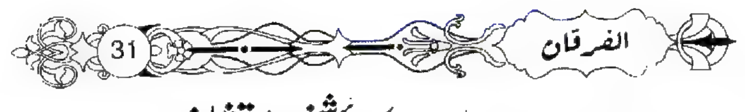
درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے۔ ﴿اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ الْمُتَّقُوْنَ اَيْنَ كَانُوْا وَ حَيْثُ كَانُوْا﴾ ④ (اللہ کے دوست متقی لوگ ہیں چاہے وہ کوئی بھی ہوں یا کہیں بھی ہوں)

۱۔ [بخاری کتاب الادب باب تبل الرحم ببلا لھا رقم: ۵۹۹۰ مسلم کتاب الایمان باب موالات المؤمنین ومقاطعة غیرھم برقم: ۵۱۹) ۲۔ (التحریم: ۶۶/۴)

۳۔ [مسلم کتاب الفضائل باب فضائل اصحاب الشجرة۔ رقم ۶۴۰۴ ابوداؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء رقم ۳۶۵۳۔ ترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل من بایع تحت الشجرة رقم ۳۸۶۰]

۴۔ (فتح الباری: ۱۱/۱۶۰۔ طبرانی ۵/۳۹)

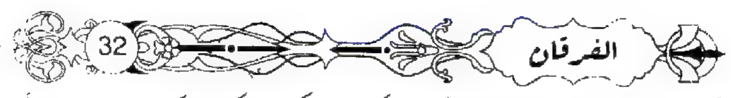


اطاعت رسول سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں

کفار میں سے بھی بعض آدمی اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔ حالانکہ وہ ولی نہیں بلکہ اس کے دشمن ہیں۔ اسی طرح منافقین میں سے بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ اور بظاہر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد رسول ﷺ تمام انسانوں بلکہ انسان وجن دونوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ حالانکہ باطن میں ان کا عقیدہ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا رسول نہیں سمجھتے بلکہ انہیں دوسرے بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ سمجھتے ہیں جن کی لوگ اطاعت کرتے تھے وہ کہتے ہیں کہ وہ لوگوں پر اپنی رائے سے دبدبہ جماتا تھا یا یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ رسول اللہ تو ہیں۔ لیکن ان پڑھ لوگوں کی طرف نہ کہ اہل کتاب کی طرف بہت سے یہود ونصاریٰ بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ یا یوں کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جو خاص دوست ہیں ان کی طرف نہیں بھیجے گئے اور نہ وہ اولیاء اللہ ان کی رسالت کے محتاج ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا جو رستہ معلوم ہے وہ حضور ﷺ کی جہت سے علیحدہ ہے۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام کی راہ موسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ تھی۔ یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وہ تمام چیزیں بلا واسطہ حاصل کر لیتے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہو اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ظاہری احکام دے کر بھیجے گئے ہیں۔ ان ظاہری احکام میں تو ہم ان سے اتفاق کرتے ہیں۔ رہے باطنی حقائق سو یہ نہ انہیں دیئے گئے اور نہ وہ ان سے آگاہ تھے۔ یا یہ کہتے کہ ہم رسول اللہ کی بہ نسبت ان حقائق کے زیادہ واقف ہیں یا اتنے ہی واقف ہیں جتنے کہ رسول اللہ ہیں۔ اور رسول اللہ کی راہ پر چلنے کے بغیر ہی واقف ہو گئے ہیں۔

اصحابِ صُفّہ کے متعلق غلط فہمیاں

ان میں سے بعض لوگ کہتے کہ اہل صفہ رسول اللہ ﷺ سے مستغنی تھے اور ان کی طرف آپ بھیجے ہی نہیں گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باطنی طور پر اہل صُفّہ کو وہ سب



کچھ وحی کے ذریعے سے بتا دیا تھا جو کہ آپ کو معراج کی رات کو وحی کے ذریعے سے بتایا گیا تھا۔ اس لئے اہل صفہ ان کے ہم رتبہ ہو گئے۔

ان لوگوں کو فرطِ جہالت سے یہ سمجھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی کہ واقعہ اسراء تو مکہ میں ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ ①

وہ ذات عجز و درماندگی کے عیب سے پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کر رکھی تھیں۔

اور صفہ مدینے میں حضور ﷺ کی مسجد کے شمال کی طرف تھا۔ اس میں وہ مسافر اترا کرتے جن کا نہ کوئی گھر ہوتا تھا اور نہ کوئی دوست ہوتے تھے جن کے ہاں وہ مہمان ٹھہریں۔ مومنین ہجرت کر کر کے نبی ﷺ کی طرف آیا کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر جب کسی مکان میں کوئی فروکش ہو سکتا ہوتا اور جس کی کوئی جگہ نہ ہوتی تھی وہ مسجد میں اترتا تھا اور جب تک اسے کوئی ایسی جگہ نہ ملتی تھی وہیں ٹھہرا رہتا تھا اور اگر جگہ مل جاتی تو وہاں سے چلا جاتا تھا۔ اہل صفہ کوئی معین آدمی نہ تھے جو ہمیشہ صفہ ہی پر رہتے ہوں بلکہ وہ کبھی تھوڑے ہو جاتے تھے، کبھی زیادہ ہو جاتے تھے۔ ایک شخص کچھ مدت کے لئے وہاں رہتا تھا پھر وہاں سے چلا جاتا تھا اور جو لوگ صفہ میں اترتے تھے وہ تمام مسلمانوں کی جنس سے ہوتے تھے۔ انہیں علم یا دین میں کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہوتی تھی بلکہ ان میں تو ایسے لوگ بھی تھے جو بعد میں اسلام سے پھر گئے تھے اور نبی ﷺ نے انہیں قتل کیا تھا۔ عرینہ قبیلہ کے آدمی مدینہ میں اتر پڑے آب وہوا نا موافق آئی اور بیمار ہو گئے تو نبی ﷺ نے ان کے لئے دودھ دینے والی اونٹنیاں منگوائیں اور فرمایا کہ "ان کا دودھ اور پیشاب پیا کرو"۔ چنانچہ اس علاج سے وہ تندرست ہو گئے اور جب تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہانک

(۱)۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۱)

لے گئے، نبی ﷺ نے ان کی تلاش کے لئے آدمی بھیجے چنانچہ وہ لائے گئے، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے ان کی آنکھوں میں لوہے کی جلی ہوئی سلائیں ڈالی گئیں اور انہیں تپتے ہوئے ریگستان میں چھوڑ دیا گیا، پانی مانگتے تھے تو نہیں دیا جاتا تھا ان کا قصہ صحیحین میں حضرت انسؓ کی روایت سے ہے ① اور اسی حدیث میں ہے کہ وہ صُفّہ میں اترتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ صُفّہ میں ان کی طرح کے لوگ بھی اترتے تھے اور ان میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے اچھے مسلمان بھی اترتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص صُفّہ میں اترنے والوں میں سب سے زیادہ افضل تھے پھر وہ چلے گئے تھے اور ابو ہریرہؓ اور دیگر حضرات علیہم الرضوان بھی اترے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے اصحاب صُفّہ کی تاریخ مرتب کی ہے جس سے اس موضوع پر تفصیلی بحث ہے۔

انصار اہل صُفّہ میں سے نہیں تھے

انصار اصحاب صُفّہ میں سے نہیں تھے اور نہ بڑے بڑے مہاجرین مثلاً ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ وغیرہم علیہم الرضوان صُفّہ پر کبھی فروکش ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ کا ایک لڑکا صُفّہ میں اترا تھا۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ لڑکا سات اکابر اقطاب میں سے ہے مگر اس حدیث کے جھوٹے ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے گو ابو نعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح جتنی حدیثیں بھی اولیاء، ابدال، نقباء، نجباء، اوتاد اور اقطاب کی تعداد کے متعلق نبی ﷺ سے روایت کی گئی ہیں اور جن میں ان کی تعداد تین چار یا سات یا بارہ یا چالیس یا ستر یا تین سو یا تین سو تیرہ بتائی گئی ہے یا یہ بتایا گیا ہے کہ قطب ایک ہے۔ یا یہ کہ غوث ایک ہے اس میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جس کا نبی ﷺ سے صادر ہونا ثابت ہو۔ اور ان الفاظ میں سے کوئی بھی بجز لفظ ابدال کے سلف صالحین کی زبان پر نہیں آیا، ان کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ وہ چالیس آدمی ہیں

ا۔[بخاری کتاب الوضوء باب ابوال الابل رقم:۲۳۲ مسلم کتاب القسامۃ باب حکم المحاربین والمرتدین رقم:۴۳۵۳، ترمذی کتاب الطھارۃ باب ماجاء فی بول مایوکل لحمہ رقم:۷۲]

اور وہ شام میں ہیں۔ یہ مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے (۱) اور یہ منقطع ہے اس کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ مسلم ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے رفقا جو کہ صحابہ میں سے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے افضل تھے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام لوگوں میں جو آدمی افضل ہوں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں نہ ہوں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں ہوں۔ صحیحین میں ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے نبی ﷺ کی یہ حدیث منقول ہے کہ حضور نے فرمایا:

تَمْرُقُ مَارِقَةٌ مِّنَ الدِّيْنِ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهُمْ اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ ۞ (۲)

جب مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو ایک گروہ دین سے اس طرح خارج ہو جائے گا جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے ان دین سے نکلنے والوں کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق سے قریب تر ہوگی۔

یہ مارقین فرقہ حروریہ کے خوارج تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں مسلمانوں کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو یہ دین سے نکل گئے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور ان کے دوستوں نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ حدیث صحیح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دوستوں کی بہ نسبت حق سے زیادہ قریب تھے۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ابدال اعلیٰ کیمپ کو چھوڑ کر ادنیٰ کیمپ میں ملک شام میں شامل ہو جائیں۔ اسی طرح وہ حدیث ہے جسے بعض نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے یعنی یہ کہ کسی شخص نے یہ شعر پڑھے:

لَقَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِىْ ... فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِ

اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِىْ شَغَفْتُ بِهٖ ... فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِىْ وَ تِرْيَاقِىْ

۱۔ [مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲] ۲۔ [مسلم کتاب الزکوۃ باب ذکر الخوارج وصفاتھم رقم: ۲۴۵۸ مسند احمد ج ۳ ص ۴۸، ۷۳ ابوداؤد کتاب السنۃ باب مایدل علی ترک الکلام فی الفتنۃ رقم: ۴۶۶۷ بخاری میں ان لفظوں سے منقول نہیں ہے دیکھیں حدیث نمبر ۳۳۴۴]



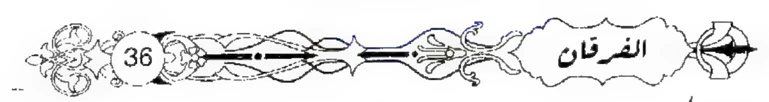
''محبت کا سانپ میرے جگر کو ڈس گیا ہے۔ اس کا علاج نہ طبیب سے ہو سکتا ہے اور نہ تعویذ گنڈہ لکھنے والے سے۔ ہاں اگر اس کا علاج کرنے والا کوئی ہے تو وہ محبوب ہے جس پر میں شیدا ہوں۔ اسی کے پاس میرا جھاڑ پھونک ہے اور اسی کے پاس میرے زہر کا تریاق ہے۔

اوران شعروں کو سن کر نبی ﷺ پر وجد طاری ہو گیا حتیٰ کہ چادر حضور کے دوش مبارک سے گر پڑی۔

علمِ حدیث کے جاننے والوں نے بہ اتفاق اس حدیث کو جھوٹا کہا ہے اور اس سے بھی زیادہ جھوٹی روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا کپڑا اپھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ان میں سے ایک ٹکڑا جبرائیل علیہ السلام نے اٹھا کر عرش پر لٹکا دیا۔ یہ اور اس طرح کی حدیثیں ایسی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے علم و واقفیت رکھنے والے آدمیوں کے نزدیک سفید ترین جھوٹ ہیں۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت عمرؓ سے کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہم باتیں کر رہے تھے اور میں ان دونوں میں زنگی کی طرح تھا''۔ یہ جھوٹ اور بناوٹی حدیث ہے علماء حدیث اس کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں۔

مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ جو شخص رسالت عامہ کا ظاہر میں اقرار کرے اور باطن میں اس کا عقیدہ اس کے مخالف ہو تو وہ منافق ہوگا اور اگر وہ باطن میں ہو نبی ﷺ اور ان کی لائی ہوئی شریعت کا منکر ہونے کے باوجود اپنے یا اپنی طرح کے دوسرے آدمیوں کو اولیاء اللہ سمجھے گا تو اس کی وجہ یا تو عناد ہو گا یا جہالت ہو گی۔



خاتم النبیین ﷺ کی رسالت پر یہود و نصاریٰ کا جزوی ایمان

بعض یہود و نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں اور محمد (ﷺ) خدا کے رسول ہیں۔لیکن کہتے ہیں کہ آپؐ اہل کتاب کی طرف نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ہم پر ان کا اتباع ضروری نہیں۔اس لئے کہ ہماری طرف سے ان سے پہلے رسول آ چکے ہیں۔سو یہ تمام لوگ اپنے اور اپنی جماعت کے متعلق اولیاء اللہ ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود سب کے سب کفار ہیں۔اولیاء اللہ وہ ہیں جن کی توصیف اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس قول سے فرمادی ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ [1]

یاد رکھو کہ اللہ کے دوست ایسے ہیں کہ قیامت کے دن نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔

ایمان کی شرطیں

ایمان کی ضروری شرطیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ،اس کے فرشتوں ،اس کی کتابوں ،اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔جو رسول بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہو اور جو کتاب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہو سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

۱۔(یونس:۱۰/۶۲۔۶۳)

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ①

مسلمانو! تم یہود ونصاریٰ کو یہ جواب دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ اور قرآن جو ہم پر اترا اس پر اور صحیفے جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اترے ان پر اور موسیٰ وعیسیٰؑ کو جو کتاب ملی اس پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا اس پر ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی ایک اللہ کے فرمانبردار ہیں تو اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی ان ہی چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہِ راست پر آ گئے اور اگر انحراف کریں تو سمجھو کہ بس وہ تمہاری ضد پر ہیں تو اے پیغمبر ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کا حفظ وامان تمہارے لئے کافی ہوگا۔ اور وہ سننے والا اور ہر ایک کے حال سے واقف ہے۔

اور فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ ②

ہمارے یہ پیغمبر محمد ﷺ اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی اور دوسرے مسلمان بھی، یہ سب کے سب اللہ اس کے فرشتوں اس

(۱)۔(البقرۃ:۲/۱۳۶۔۱۳۷) (۲)۔(البقرۃ:۲۸۵۔۲۸۶)

کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے نیز کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا۔ اے ہمارے پروردگار تیری مغفرت درکار ہے اور تیری ہی طرف پھر کر جانا ہے اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق اچھے کام کرے گا تو اسی کا فائدہ ہے اور برے کام کرے گا تو ان کا وبال اسی پر آئے گا اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہمارا اس پر مواخذہ نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم پر اتنا بوجھ بھی نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، ہمیں معاف کر، ہمارے گناہ بخش دے اور ہم پر رحمت کر۔ تو ہمارا آقا ہے تو ان لوگوں کے مقابلے میں جو کہ کافر ہیں ہماری مدد کر۔

اور سورہ کے اول حصے میں فرمایا:

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (1)

الم! یہ وہ کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پرہیز گاروں کی راہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں اور اے پیغمبر ﷺ جو کتاب تم پر اتری اور جو تم سے پہلے اتریں۔ ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی آخرت میں من مانی مرادیں پائیں گے۔

(۱)۔(البقرہ:۲/۱تا۵)

پس ایمان کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام گروہوں جنوں اور آدمیوں کی طرف بھیجا ہے جو شخص ان کے لائے ہوئے شرائع واحکام پر ایمان نہ لائے۔وہ سرے سے مومن نہیں ہے چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے متقی اولیاء میں سے ہو اور جو شخص ان کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصے پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کرے وہ بھی کافر ہے مومن نہیں ہو سکتا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ○ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ○ (۱)

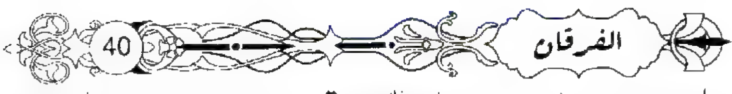
جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں میں جدائی ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض حصے کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ ان کے درمیان کی کوئی راہ اختیار کریں۔ وہ لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی کو جدا نہیں سمجھتے۔ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ جلد ان کا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

توسلِ رسول کی حدود

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لانے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین اوامر ونواہی، وعدو وعید اور حلال وحرام کی تبلیغ کا وسیلہ سمجھے۔

---

(۱)۔(النساء:۴/ ۱۵۰۔۱۵۲)



حلال وہی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ حلال قرار دے اور حرام وہی ہے جس کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ حرام ٹھہرائے دین وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع کیا ہو جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ کسی ولی کو محمد ﷺ کی متابعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی راہ معلوم ہے تو وہ کافر ہے اور شیطان کا دوست۔

رہا اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کو پیدا کرنا، انہیں روزی دینا، ان کی دعائیں قبول کرنا، ان کے دلوں کو ہدایت کرنا، دشمنوں پر انہیں فتح دینا اور دیگر تمام امور جو منافع حاصل کرنے اور تکالیف دور کرنے سے تعلق رکھتے ہیں سو یہ تمام باتیں ایک اللہ تعالیٰ ہی کے تصرف میں ہیں۔ ان کو جن اسباب سے چاہے مہیا کر ڈالتا ہے اس طرح کی چیزوں میں پیغمبروں کی وساطت کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے۔

سکندر بن فیلقوس اور ذوالقرنین

پھر خواہ کوئی شخص زہد، عبادت اور علم میں کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ پہنچ جائے لیکن جب تک محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں ہوسکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوسکتا ہے۔ علماءِ یہود ونصاریٰ میں بڑے بڑے علامہ اور درویش تھے۔ عبادت گزار تھے اسی طرح عرب، ترکی اور ہندوستان وغیرہ کے مشرکین میں بھی علماء اور عبادت گزار لوگ تھے۔ ہندوستان اور ترکی میں بڑے بڑے حکماء ہو گزرے ہیں جو صاحب علم بھی تھے اور اپنے طریق زہد وعبادت کا بھی خوب شغل رکھتے تھے لیکن اگر وہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے ایک ذرے کے بھی منکر ہیں تو وہ کافر ہیں اور خدا کے دشمن ہیں۔ خواہ کوئی جماعت انہیں ولی ہی کیوں نہ سمجھتی پھرے۔ فارس کے حکماء کفار مجوس تھے۔ یونان کے حکماء ارسطو وغیرہ مشرک اور بتوں اور ستاروں کے پوجنے والے تھے۔ ارسطو مسیح علیہ السلام سے تین سو سال پہلے ہو گزرا ہے۔ سکندر بن فیلقوس مقدونی کا وزیر تھا، اس کے حالات روم و یونان اور یہود ونصاریٰ کے مورخین نے لکھے ہیں۔ یہ وہ ذوالقرنین نہیں ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ ارسطو ذوالقرنین کا وزیر تھا۔

چونکہ ذوالقرنین کو بھی کبھی سکندر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو دھوکا لگا کہ سکندر مقدونی ہی ذوالقرنین ہے۔ ابن سینا اور اس کی جماعت اسی رائے پر ہے۔ حالانکہ یہ رائے غلط ہے، یہ سکندر جس کا وزیر ارسطو تھا، مشرک تھا اور ذوالقرنین سے بعد کے زمانے کا ہے۔ اس نے نہ دیوار دیکھی اور نہ یاجوج و ماجوج کے ملک میں پہنچا اور اس کے حالات روم کی مشہور تاریخ میں درج ہیں۔

ایمان کے بغیر اجتہاد موجب فلاح نہیں ہوسکتا

عرب، ہند، ترک اور یونان وغیرہ کے بعض مشرکین علم، زہد اور عبادت میں اجتہاد کے درجے تک پہنچے ہوئے تھے لیکن پیغمبروں کے متبع نہیں تھے اور نہ ان کی لائی ہوئی شریعتوں کو مانتے تھے جو خبر انہیں دی جاتی تھی اس میں وہ پیغمبروں کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔ جو حکم انہیں دیا جاتا تھا، اس کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ مومن نہیں ہیں، اور نہ اولیاء اللہ ہیں۔

شیطانی شعبدے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایماندار بھی نہیں ہیں تو پھر ان سے وہ خارقِ عادت افعال کس طرح صادر ہو جاتے ہیں جنہیں لوگ کرامات کہتے ہیں۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کے ساتھ یارانہ گانٹھ لیتے ہیں اور ان پر نازل ہو ہو کر بعض ایسی باتیں بتاتے ہیں جنہیں وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے یہ خارق عادت تصرفات سحر کی جنس سے ہیں اور وہ خود ان کاہنوں اور ساحروں کی جنس سے ہیں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ○ تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ ○ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ○ (۱)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیطان اترا کرتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکار پر اترا کرتے ہیں۔ سنی سنائی بات کانوں میں ڈال دیتے ہیں

(۱)۔(الشعراء ۲۶: ۲۲۱۔۲۲۳)



اوران میں سے اکثر تو نرے جھوٹے ہی ہیں۔

اور وہ تمام لوگ جو مکاشفات اور خوارق عادات کے مدعی ہیں جب پیغمبروں کے متبع نہ ہوں تو ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولا کریں اوران کے شیطان ان سے جھوٹی باتیں کہا کریں۔ اس لئے ان کے اعمال کا شرک، ظلم، فواحش، غلو اور بدعت فی العبادت اور ایسے فسق و فجور سے آلودہ ہونا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے ان پر شیطان اترتے ہیں اور ان کے دوست بن جاتے ہیں۔ سو وہ شیطان کے اولیاء میں سے ہوئے نہ کہ رحمٰن کے اولیاء میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (۱)

اور جو شخص ذکر خدا سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

ذکر الٰہی کی تعریف

اور ذکر الٰہی اسی ذکر کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو کر لائے ہیں مثلاً قرآن کریم ہے۔ جو شخص قرآن کو نہ مانے، اس کی باتوں کو سچا نہ سمجھے اور اس کے حکم کو واجب نہ سمجھے، وہ اس سے اعراض کرتا رہے۔ اس لئے اس پر شیطان تعینات ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ (۲)

اور یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا۔

اور فرمایا:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ (۳)

---

(۱)۔(الزخرف:۴۳/۳۶) (۲)۔(الانبیاء۔۲۱/۵۰) (۳)۔(طٰہٰ:۲۰/۱۲۴۔۱۲۶)

اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور قیامت کے دن میں بھی ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا اے میرے پرودگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا اور میں تو دنیا میں اچھا خاصا دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس طرح ہونا چاہیے تھا۔ دنیا میں تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں مگر تو نے ان کی کچھ خبر نہ لی اور اسی طرح آج تیری بھی خبر نہ لی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتیں ہیں۔ اسی لئے اگر کوئی شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رات دن ہمیشہ ذکر کرتا رہے اور ساتھ ہی انتہا درجہ کا زاہد اور عابد بھی ہو اور عبادت میں مجتہد بھی بن جائے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے اس ذکر کا اتباع نہ کرے جو کہ اس نے نازل فرمایا ہے اور وہ قرآن کریم ہے تو وہ شخص شیطان کے دوستوں میں سے ہے، خواہ وہ ہوا میں اڑتا پھرے اور پانی پر چلا کرے کیونکہ ہوا میں بھی تو اسے شیطان ہی اڑا کر لے جاتا ہے اور اس موضوع پر کسی دوسری جگہ مفصل بحث کی گئی ہے۔

ایمان کے جسم میں نفاق کے جراثیم

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں ایمان تو ہوتا ہے لیکن ان میں ایک شعبہ نفاق کا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ [1]

جس آدمی میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان

(۱)۔ [بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق رقم: ۳۴ کتاب المظالم باب اذا خاصم فجر ۲۴۵۹ کتاب الجہاد باب اثم من عاھد ثم غدر۔ مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال المنافق۔ رقم: ۲۱۰۔ ابوداود کتاب السنۃ باب فی الدلیل علی زیادۃ الایمان رقم: ۴۶۸۸]

میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے تا آنکہ اسے ترک کر دے جب بات کرے تو جھوٹی کرے اور جب وعدہ کرے تو عمل اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے۔

اور صحیحین میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَعْلَاهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِیْقِ وَ الْحَیَاءُ شَعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ①

ایمان کی ساٹھ سے کچھ زیادہ یا فرمایا ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں سب سے زیادہ بلند لا الہ اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف کی چیز کو دور کر دینا ہے اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اور چند چیزیں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی خصلت ہوئی اس میں نفاق کی خصلت ہے تا آنکہ اسے ترک کر دے صحیحین میں ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جو کہ بہترین مومنوں میں سے تھے فرمایا کہ تم میں جاہلیت کا اثر ہے۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس درجہ عمر رسیدہ ہونے کے بعد بھی مجھ میں جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ ②

اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ اَلْفَخْرُ فِی الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالنِّیَاحَةُ عَلَی الْمَیِّتِ وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ ③

(۱)۔[بخاری کتاب الایمان باب امور الایمان رقم: ۹۔ مسلم کتاب الایمان، رقم: ۱۵۲ باب عدد شعب الایمان۔ ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء، رقم: ۴۶۷۶۔ ترمذی کتاب الایمان باب فی استکمال الایمان رقم: ۲۶۱۴ وغیرہ]

(۲)۔[بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاهلیۃ۔ مسلم کتاب الایمان باب اطعام المملوک]

(۳)۔[مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ، رقم: ۲۱۶۰]

میری امت میں چار خصلتیں جاہلیت کے اثر سے ہیں، قابلیتوں پر فخر کرنا، نسب کا طعنہ دینا، میت پر نوحہ کرنا اور ستاروں کے ذریعے پانی مانگنا

اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ①

منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا جب وعدہ کرے گا تو اس کے خلاف کرے گا اور جب امین بنایا جائے گا تو خیانت کرے گا۔

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کے ساتھ اس ٹکڑے کا بھی اضافہ ہے ﴿وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ﴾ ② (اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور مدعی اس امر کا ہو کہ وہ مسلم ہے)

بخاری میں ابن ابی ملیکہؒ کا یہ قول مذکور ہے۔ ﴿اَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰی نَفْسِهٖ﴾ ③

یعنی محمد ﷺ کے اصحاب میں سے تیس کے ساتھ مجھے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک خائف رہتا تھا کہ کہیں مجھ میں نفاق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

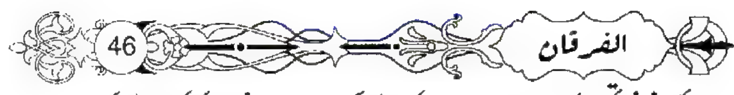
وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ○ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ○ ④

اور جس دن دو جماعتیں بھڑ گئیں اور تم کو مصیبت پہنچی تو اللہ کا حکم یوں ہی تھا اور یہ

---

(۱)۔ (صحیح البخاری۔ کتاب الایمان، باب علامات المنافق رقم۔۳۳۔ مسلم کتاب الایمان۔ باب خصال المنافق رقم:۲۱۱) (۲)۔ رقم:۲۱۳

(۳)۔ [بخاری نے اس حدیث کو معلق بیان کیا ہے کتاب الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ وھو لایشعر] (۴)۔(آل عمران:۳/۱۶۶۔۱۶۷)



بھی غرض تھی۔ کہ خدا ایمان والوں کو معلوم کرے اور منافقوں کو بھی معلوم کرے اور منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں لڑو یا دشمن کو ہٹا دو۔ تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم سمجھتے کہ آج لڑائی ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ یہ لوگ اس روز بہ نسبت ایمان کے کفر سے نزدیک تر تھے۔

سو ان لوگوں کو بہ نسبت ایمان کے کفر سے قریب تر قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان میں کفر اور ایمان ملا جلا ہے۔ اور ان کا کفر قوی تر ہے اور بعض میں کفر و ایمان ملا جلا ہوتا ہے لیکن ان کا ایمان قوی تر ہوتا ہے اور جب اولیاء اللہ مومنین متقین ہی ٹھہرے تو ظاہر ہے کہ بندے کا ایمان اور تقویٰ جس قدر زیادہ ہوگا۔ اتنی ہی اللہ تعالیٰ سے اس کی ولایت بڑھے گی۔ پس جو شخص ایمان و تقویٰ میں کامل تر ہوگا اللہ تعالیٰ سے اُس کی دوستی اور ولایت کامل تر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی میں بعض لوگ دوسرے لوگوں پر اتنی ہی فضیلت رکھتے ہیں جتنی فضیلت انہیں ایمان و تقویٰ میں حاصل ہو۔ اسی طرح لوگ ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھنے میں بھی اتنے ہی بڑھے ہوئے ہوتے ہیں جتنے کہ وہ کفر اور نفاق میں بڑھے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ [1]

اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو منافقوں میں سے بعض لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگتے ہیں کہ بھلا اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا۔ سو جو پہلے سے ایمان رکھتے ہیں اس سورت نے ان کا تو ایمان بڑھا دیا اور وہ اپنی جگہ خوشیاں مناتے ہیں اور جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے۔ اس سورت نے ان کی پچھلی خباثت پر ایک خباثت اور بڑھائی اور یہ

۱۔ (التوبۃ:۹/۱۲۴۔۱۲۵)

لوگ کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔

اور فرمایا:

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ۝ ①

مہینوں کا سرکا دینا مزید کفر ہے۔

اور فرمایا:

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝ ②

اور جو لوگ رو براہ ہیں قرآن سننے سے ان کو زیادہ ہدایت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں پرہیزگاری کی توفیق دیتا ہے۔

اور منافقوں کے بارے میں فرمایا:

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۝ ③

ان کے دلوں میں بیماری پہلی سے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ ایک شخص میں اس کے ایمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے اور اسی میں اس کے کفر ونفاق کے باعث اللہ تعالیٰ کی دشمنی بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۝ ④

(ان باتوں سے) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ایمان بڑھاتا ہے جن میں پہلے سے ایمان ہو۔

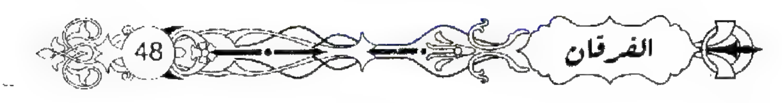
اور فرمایا:

لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۝ ⑤

تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

---

(۱)۔(التوبہ:۹/۳۷) (۲)۔(محمد:۴۷/۱۷)(۳)۔(البقرہ:۲/۱۰)(۴)۔(المدثر:۷۴/۳۱)(۵)۔(الفتح:۴۸/۴)



اولیاء اللہ کے دو طبقے

اولیاء اللہ کے دو طبقے ہیں۔ سابقین مقربین اور اصحاب یمین مقتصدین۔ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہوں پر فرمایا۔ سورہ واقعہ کے اول میں اور اس کے آخر میں۔ سورہ دہر میں، سورہ مطففین میں اور سورہ فاطر میں۔ سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کبرٰے کا ذکر پہلے حصے میں فرمایا اور قیامت صغریٰ کا ذکر آخر حصے میں فرمایا۔ پہلے حصے میں فرمایا:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ۝ وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ ①

جب قیامت جو ضرور ہونے والی ہے۔ واقع ہوگی اور اس کے واقع ہونے میں کچھ بھی خلاف نہیں (اس وقت لوگوں کا فرق مراتب ظاہر ہوگا۔) بعضوں کو نیچا دکھائے گی اور بعضوں کے درجے بلند کرے گی اور (واقع ہوگی اس وقت) جب کہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ٹکرا کر ایسے ریزے ریزے ہو جائیں گے جیسے ذرے ذرے اڑ رہے ہیں اور اس وقت تم لوگوں کی بھی قسمیں ہوں گی ایک تو داہنے ہاتھ والے سو داہنے ہاتھ والوں کا کیا کہنا ہے اور ایک بائیں ہاتھ والے سو بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی برا حال ہے اور تیسرے جو سب سے آگے سامنے بٹھائے گئے ہیں۔ سو یہ آگے بٹھانے کے قابل ہیں۔ یہ بارگاہِ الٰہی کے مقرب ہیں۔ ان کو بہشت کے آرام و آسائش کے باغوں میں جگہ دی

---

(۱)۔(الواقعہ:۵۶/۱تا۱۴)

جائے گی۔ اس گروہ میں بہت تو اگلے لوگوں سے ہوں گے اور تھوڑے پچھلوں سے بھی۔

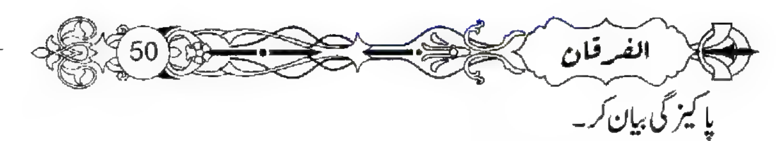
جب قیامت کبریٰ قائم ہوگی تو لوگوں کی تقسیم اسی طریق پر ہوگی۔ اس قیامت کبریٰ میں اللہ تعالیٰ پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں کو جمع کر دیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں کئی جگہوں میں فرمادیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ کے آخر میں فرمایا:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ [1]

تو کیا جب جان بدن سے کھچ کر گلے میں آ پہنچے اور تم اس وقت ٹکر ٹکر پڑے دیکھا کرو اور کچھ نہ کرسکو اور ہم تم تیمارداروں کی بہ نسبت اس بیمار جاں بلب سے زیادہ نزدیک ہیں۔ مگر تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں اگر تم کسی کے دبیل نہیں بستے اور خود اختیاری کے دعویٰ میں سچے ہو تو جان کے گلے میں آئے پیچھے اس کو بدن میں لوٹا کیوں نہیں لاتے اگر بارگاہ الٰہی کے مقربوں میں سے ہے۔ تو اس کے لئے آرام و آسائش ہے اور بافراغت روزی اور مزے کی بہشت ہے۔ اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ اے شخص جو داہنے ہاتھ والوں میں ہے۔ تجھ پر سلام اور اگر جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہے تو جھلتے پانی کی ضیافت ہے۔ اور آخر کار جہنم میں دھکیل دینا بےشک آخرت کا حال جو بیان کیا گیا ہے بالکل سچ اور یقینی ہے۔ پس اپنے عزت والے رب کی

---

(۱)۔(الواقعہ:۵۶/۸۳تا۹۶)



پاکیزگی بیان کر۔

سورۃ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ○ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ○ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ○ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ○ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ○ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ○ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ○ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ○ ①

ہم نے اس کو دین کا راستہ بھی دکھایا۔ (پھر اب دو قسم کے آدمی ہیں۔) یا تو شکر گزار ہیں یعنی مسلمان یا ناشکر یعنی کافر۔ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ یہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔ بے شک جو لوگ نیکوکار ہیں۔ آخرت میں ایسی شراب کے جام پئیں گے جس میں کافور کے پانی کی آمیزش ہوگی اور کافور کے پانی کا ایک چشمہ ہوگا۔ جس کا پانی اللہ کے خاص بندے پئیں گے۔ اور جہاں جائیں گے اس چشمے کو بہا لے جائیں گے اور وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس روز قیامت سے ڈرتے ہیں۔ جس کی مصیبت عام سب طرف پھیلی ہوئی ہوگی اور اللہ کا حب کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور ان کو جتا بھی دیتے ہیں کہ ہم تو تم کو صرف اللہ کا منہ کر کے کھلاتے ہیں کہ تم سے نہ کچھ بدلہ درکار ہے نہ شکر گزاری ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگ رہا ہے۔ جب لوگ مارے رنج کے منہ بنائے

(۱)۔(الدھر:۷۶/۳تا۱۲)

تیوری چڑھائے ہوں گے۔ اللہ نے بھی اُس دن کی مصیبت سے ان کو بچا لیا اور ان کو تازہ روئی اور خوش وقتی سے لا ملایا۔ اور جیسا انہوں نے دنیا میں صبر کیا تھا اس کے بدلے میں رہنے کو بہشت اور پہننے کو ریشمی پوشاک عنایت کی۔

اسی طرح سورہ مطففین میں فرمایا:

﴿كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَ مَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ ۝ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ (1)

سنو جی! بدکار لوگوں کے نامہ اعمال قیدیوں کے رجسٹر میں درج ہوتے رہتے ہیں اور اے پیغمبر! تم کیا سمجھے کہ قیدیوں کا رجسٹر ہے کیا چیز؟ وہ ایک کتاب ہے جس میں وقتاً فوقتاً لکھا جاتا ہے اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے۔ جو روز جزا کو جھوٹ جانتے ہیں اور اسکو وہی جھوٹ جانتا ہے جو حد سے بڑھ چلا ہو اور بد ہو۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہے کہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ ڈھکوسلے نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان ہی کے اعمال بد کے زنگ بیٹھ گئے ہیں، سنو جی! یہی لوگ ہیں جو اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے

---

(1)۔(المطففین:۸۳/۷تا۲۸)

پائیں گے تو یہ لوگ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہی تو وہ چیز ہے جس کو تم دنیا میں جھوٹ جانتے تھے۔ سنو جی! نیک لوگوں کے نامہ اعمال عالی مرتبہ لوگوں کے رجسٹر میں درج ہوتے رہتے ہیں اور اے پیغمبر! تم کیا سمجھے کہ عالی مرتبہ لوگوں کا رجسٹر ہے کیا چیز۔ وہ ایک کتاب ہے۔ جس کی وقتاً فوقتاً خانہ پری ہوتی رہتی ہے۔ اس پر مقرب فرشتے تعینات ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے آرام میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے بہشت کی سیر دیکھ رہے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے تو ان کے چہروں خوشحالی کی تازگی صاف پہچان لے۔ ان کو شراب خالص سر بند پلائی جائے گی۔ جس کی بوتل کی مہر مشک کی ہوگی اور ریس کرنے والوں کو چاہیے کہ ان کی ریس کیا کریں اور اس شراب میں تسنیم کے پانی کی ملونی ہوگی۔ تسنیم بہشت کا ایک چشمہ ہے۔ جس میں سے خاص کر مقرب لوگ پئیں گے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے سلف صالحین سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ تسنیم کا پانی اصحاب یمین کے لئے ملایا جائے گا اور مقربین اسے بغیر ملونی کے پئیں گے۔(1) اللہ تعالیٰ نے ﴿يَشْرَبُ بِهَا﴾ فرمایا اور ﴿يَشْرَبُ مِنْهَا﴾ نہیں فرمایا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول یشرب کے ساتھ یُرْوِیْ بِهَا (سیر ہو کر پیئے گا) کا معنی بھی ملا دیا۔ کیونکہ شارب (پینے والا) کبھی پیتا تو ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور جب (یشرب منها) کہا جائے تو اس سے سیر ہونے پر دلالت نہیں ہوتی اور جب (یشرب بها) کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اسے سیر ہو کر پیتے ہیں۔ سو مقربین اسے سیر ہو کر پیتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے انہیں اور کسی پینے کی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ اسے بغیر آمیزش کے پیتے ہیں۔ اس کے خلاف اصحاب یمین کے لئے اس شراب میں آمیزش کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ دہر میں فرمایا:۔

﴿كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا

---

(1)۔[تفسیر ابن کثیر سورہ دہر اور سورہ مطففین]

تَفْجِيرًا﴾ ①

وہ چشمہ جس میں کافور ملی ہوئی ہے۔ اس سے اللہ کے بندے سیر ہو کر پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اس چشمے کو بہا لے جائیں گے۔

عباد اللہ سے مراد مقربین ہیں جن کا ذکر اسی سورت میں آیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدلہ خیر وشر کا عمل کی جنس کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ومن سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهَا عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ﴾ ②

جس نے کسی مومن کی کوئی دینوی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ اس کی ایک اخروی تکلیف دور کرے گا اور جس نے کسی تنگدست کی مشکل آسان کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے اور جو شخص طلب علم کے لئے کچھ راستہ طے کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جب کبھی لوگ خدا کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کی درس وتدریس باہمی کرتے ہیں تو ان پر تسکین نازل ہوتی ہے اور ان

(۱)۔(الدھر:۷۶/۶:۹۳۵)

(۲)۔[مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم:۶۸۵۳۔ ابوداؤد کتاب الادب باب فی المعونۃ للمسلم، رقم:۴۹۴۶۔ ترمذی کتاب الحدود باب ماجاء فی الستر علی المسلم رقم:۱۴۲۵]

پر رحمتِ الٰہی چھا جاتی ہے۔ فرشتے ان کے گرد حلقہ بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے درباریوں میں ان کا ذکر خیر کرتا ہے اور جسے اس کا عمل پیچھے ڈال دے، اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھاتا اسے مسلم نے صحیح میں روایت کیا۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ﴾ ①

رحم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے۔ رحم کرو تم اہل زمین پر تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

سنن میں ایک دوسری حدیث ہے:

﴿یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِّنْ اِسْمِيْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ﴾ ②

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں رحمٰن ہوں میں نے رشتے پیدا کئے ہیں اور ان کا نام اپنے نام سے مشتق کر کے رکھا ہے جو شخص صلہ رحمی کرے گا میں اس کو ملائے رکھوں گا اور جو رشتوں کو توڑ ڈالے گا میں اسے توڑ ڈالوں گا۔

اور فرمایا:

﴿مَنْ وَصَلَهَا وَ صَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ﴾ ③

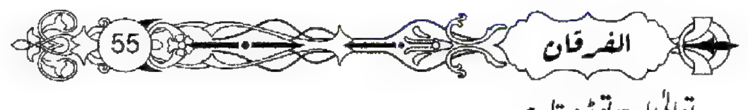
جس نے ان (رشتوں) کو ملایا۔ اللہ تعالیٰ اسے ملاتا ہے اور جو ان کو توڑتا ہے اللہ

---

(۱)۔[ترمذی کتاب البر والصلۃ باب فی رحمۃ الناس رقم: ۱۹۲۴...... ابوداود کتاب الادب باب فی الرحمۃ ۴۹۴۱ اور مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۷ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث ۹۲۵]

(۲)۔[الادب المفرد حدیث ۵۳ ابوداود کتاب الزکوۃ باب فی صلۃ الرحم، رقم: ۱۶۹۴۔ ترمذی کتاب البر والصلۃ باب فی قطیعۃ الرحم۔ ۱۹۰۷ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۴]

(۳)۔(بخاری کتاب التفسیر باب وتقطعوا ارحامکم وکتاب الادب باب من وصل وصلہ اللہ حدیث ۵۹۸۷ باب من وصل وصلہ اللہ۔ مسلم کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم رقم ۶۵۱۸)



تعالیٰ اسے توڑ دیتا ہے۔

اور اس طرح کی بہت سے حدیثیں ہیں۔

اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ مقربین اور اصحاب یمین جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور نبی ﷺ نے حدیث میں ہر دو قسم اولیاء کے اعمال کی تشریح کر دی ہے۔ فرمایا:

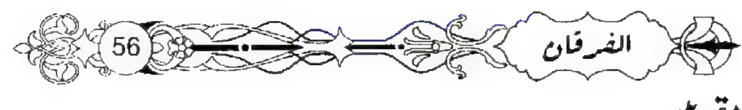
﴿يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِيْ بِالْمُحَارَبَةِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا﴾ [1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی اس نے میرے ساتھ جنگ کا اعلان کیا اور کوئی بندہ فرائض ادا کرنے سے جس قدر میرے قریب ہوتا ہے اتنا کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوتا اور میرا بندہ نوافل ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ میں نوافل کے ذریعہ سے اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کروں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

ابرار یا اصحاب الیمین نیکوکاروں میں سے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو فرائض ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو نوافل کی تکلیف نہیں دیتے اور نہ غیر ضروری حاجات سے باز رہتے ہیں۔

---

(۱)۔(بخاری۔کتاب الرقاق۔باب التواضع،رقم الحدیث:۶۵۰۲)



مقربین

سابقین مقربین وہ لوگ ہیں جو فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعہ سے قرب حاصل کرتے ہیں۔ واجب اور مستحب کام کرتے ہیں۔ حرام اور مکروہ کاموں کو چھوڑتے ہیں۔ جب وہ ان تمام وسائل کے ذریعہ سے جو کہ انہیں محبوب ہوئے ہیں اور جن پر انہیں قدرت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تو پروردگار ان سے پوری پوری محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ ①

(میرا بندہ اس وقت تک نوافل کے ذریعے سے میرے قرب کا جویا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں)

اس محبت سے مراد مطلق محبت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ ②

ہمیں سیدھا راستہ بتا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا راستہ۔

یہاں انعام سے مراد وہی مطلق اور کامل انعام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول مبارک میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ ③

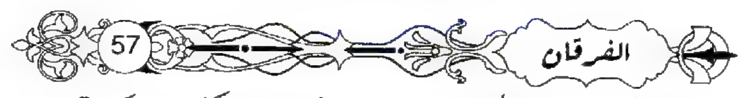
جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر

---

(۱)۔(بخاری کتاب الرقاق۔ باب التواضع رقم ۶۵۰۲)

(۲)۔(فاتحہ:۱/۶۔۷)

(۳)۔(النساء:۴/۶۹)



اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔یعنی نبیوں،صدیقوں،شہیدوں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہوگا اور ان لوگوں کا ساتھ بہت اچھا ہے۔

ان مقربین کے حق میں مباحات وہ اطاعات بن جاتی ہیں۔جن کے ذریعے سے وہ اللہ عزوجل سے قرب حاصل کرتے ہیں اور ان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت ہوتے ہیں بس یہ لوگ چشمۂ تسنیم کی خالص شراب پئیں گے اس لئے کہ اس کے عمل بھی خالص اور کھرے ہیں۔

مقتصدین

اور جو درمیانہ درجہ کے لوگ ہیں ان کے اعمال میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وہ اپنے نفس کے لئے کرتے ہیں چونکہ وہ اعمال مباح ہوتے ہیں اس لئے نہ تو ان کو ان اعمال پر سزا ملتی ہے اور نہ جزا۔ان لوگوں کو خالص شراب نہ ملے گی بلکہ مقربین کی شراب میں سے ان کے لئے اسی قدر آمیزش ہوگی جس قدر کہ وہ دنیا میں مقربین کے اعمال کی طرح کے اعمال اپنے نامۂ اعمال میں شامل کر چکے ہوں گے۔

انبیاء کی دو قسمیں،عبد و رسول،اور ملک و نبی

اسی طرح انبیاء کی دو قسمیں کی گئی ہیں ایک بندہ پیغمبر اور دوسرا بادشاہ نبی۔اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو یہ اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو بندہ اور رسول بنیں اور چاہیں تو بادشاہ اور نبی بنیں۔حضور ﷺ نے بندہ اور رسول بننا پسند کر لیا۔ ① بادشاہ نبی کی مثالیں داؤد و سلیمان علیہما السلام اور ان کی طرح کے دوسرے انبیاؑ ہیں۔سلیمانؑ کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلیمانؑ نے دعا کی:

﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۝

(۱)۔[مشکوۃ باب فی اخلاقہ ﷺ بحوالہ شرح السنۃ رقم:۳۷۸۳]

﴿هٰذَا عَطَآءُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ①

اے میرے پروردگار! میرا قصور معاف فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت عنایت کر کہ میرے پیچھے کسی کو سزاوار نہ ہو بے شک تو بڑا فیاض ہے تو ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں تک پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف کو نرمی سے چلتی اور اسی طرح جتنے دیو معمار، غوطے خور تھے سب کو ان کا تابع کر دیا اور ان کے علاوہ دوسرے دیوؤں کو بھی ان کا تابع کر رکھا تھا۔ جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے۔ ہم نے سلیمانؑ سے کہا کہ یہ ہے ہمارا بے حساب انعام، اب تم چاہو تو اس سے لوگوں پر احسان کرو یا تم ساز و سامان اپنے پاس رکھو۔

فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

سے مراد یہ ہے کہ جسے چاہو دو اور جسے چاہو محروم کر دو تم سے کوئی حساب نہیں پوچھا جائے گا۔ پس بادشاہ نبی وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہو اور اس کام کو چھوڑ دیتا ہے جو اللہ نے اس پر حرام کر دیا ہو۔ اور وہ اپنے ملک و مال میں اپنی پسند اور اختیار کے مطابق تصرف کرتا ہے اسے گناہ نہیں ہوتا اور بندہ رسول کسی کو اپنے پروردگار کے حکم کے سوا کچھ نہیں دیتا۔ اور وہ اپنی مرضی کے مطابق نہ کسی کو کچھ دیتا ہے اور نہ کسی کو محروم کرتا ہے۔ بلکہ جسے دینے کا حکم اس کو اپنے پروردگار کی طرف سے ملے، اس کو دیتا ہے۔ اور جسے دوست بنانے کا حکم اس کو اپنے پروردگار کی طرف سے ملے اسی کو دوست بناتا ہے اس کے سارے کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اُعْطِیْ اَحَدًا وَّلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ﴾ ②

---

(۱)۔(ص:۳۸ تا ۳۵)

(۲)۔[مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۲ بخاری کتاب فرض الخمس باب قول اللہ تعالیٰ فان للہ خمسہ وللرسول رقم: ۳۱۱۷ ابن تیمیہ کی روایت بالمعنی ہے اور احمد کی روایت کے زیادہ مشابہ ہے]

مجھے اللہ کی قسم کہ میں کسی کو کچھ دیتا اور نہ کسی سے کچھ باز رکھتا ہوں۔ میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں وہاں خرچ کرتا ہوں جہاں حکم ہو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شرعی اموال کا تعلق اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۱)

اے رسول کہو کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کے لئے ہے۔

اور فرمایا:

﴿مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (۲)

جو مال اللہ اپنے رسول ﷺ کو ان بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوادے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول ﷺ کا۔ الخ

اور فرمایا:

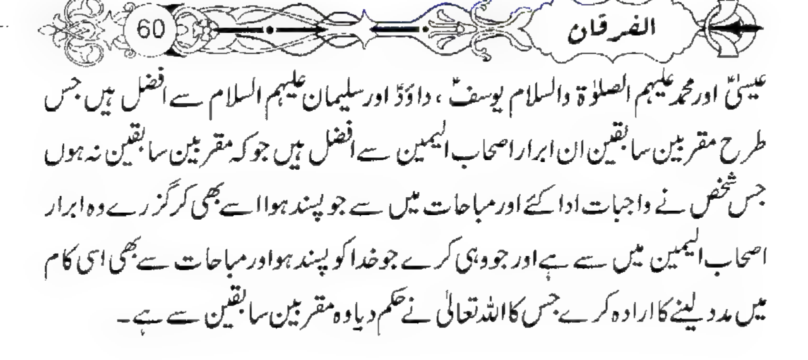
﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (۳)

اور جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا۔ الخ

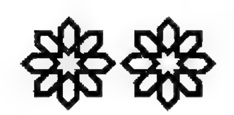
اسی لئے علماء کا ظاہر ترین قول یہ ہے کہ اس طرح کے مال اسی جگہ خرچ کئے جائیں جہاں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند ہو اور امام مالک اور سلف صالحین کے مذہب کے مطابق ان اموال کے مصرف میں اللہ اور رسول کی مرضی معلوم کرنے کے لئے اولی الامر کا اجتہاد معتبر ہے اور یہ امام احمد کی روایت سے مذکور ہے اور خمس کے بارہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانچ پر تقسیم کیا جائے۔ امام شافعیؒ کا مشہور قول یہی ہے اور امام احمد کا مشہور قول بھی یہی ہے اور کہا گیا ہے کہ تین پر تقسیم کیا جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ بندہ رسول بادشاہ سے افضل ہے چنانچہ ابراہیمؑ، موسیٰؑ،

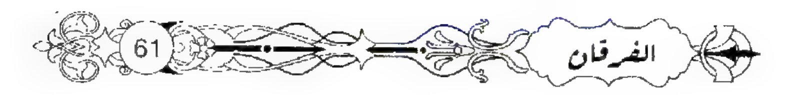
---

(۱)۔(الانفال:۸/۱) (۲)۔(الحشر:۵۹/۷) (۳)۔(الانفال:۸/۴۱)



عیسیٰؑ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام یوسفؑ، داؤدؑ اور سلیمان علیہم السلام سے افضل ہیں جس طرح مقربین سابقین ان ابرار اصحاب الیمین سے افضل ہیں جو کہ مقربین سابقین نہ ہوں جس شخص نے واجبات ادا کئے اور مباحات میں سے جو پسند ہوا اسے بھی کر گزرے وہ ابرار اصحاب الیمین میں سے ہے اور جو وہی کرے جو خدا کو پسند ہو اور مباحات سے بھی اسی کام میں مدد لینے کا ارادہ کرے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ مقربین سابقین سے ہے۔





اولیاءاللہ کے درجے

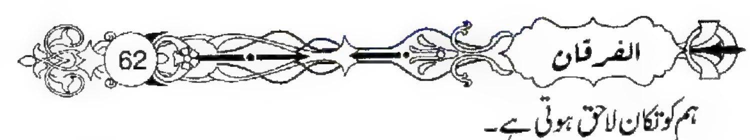
اللہ تعالیٰ نے سورہ فاطر میں اپنے ان اولیاء کا ذکر بھی کیا ہے جو کہ درمیانے درجے کے ہیں اوران کا ذکر بھی فرمایا ہے جو کہ سبقت لے جانے والے ہیں:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَالْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَالْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ○ (1)

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اہل سمجھ کر اس خدمت کے لئے منتخب فرمایا یعنی مسلمانوں کو پھر ان میں سے بعض تو اس پر عمل نہ کر کے اپنی جانوں پر ستم کر رہے ہیں اور بعض انہیں سے بیچ کی چال چلے جاتے ہیں اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو خدا کے حکم سے نیکیوں میں اوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے اور اس کا صلہ ہے ہمیشہ رہنے کے بہشت کے باغ کہ یہ لوگ رہنے کے لئے ان میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا معمولی لباس بھی ریشمی ہوگا اور یہ لوگ نعمتیں پا کر کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہر طرح کا رنج وغم ہم سے دور کر دیا بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور ایسا بڑا قدردان ہے کہ اس نے ہم کو اپنے فضل سے ٹھہرنے کیلئے ایسے گھر میں لا اتارا کہ یہاں ہم کو نہ کسی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ یہاں

---

(1) الفاطر ۳۵/۳۲ تا ۳۵



ہم کو تکان لاحق ہوتی ہے۔

لیکن یہ تینوں قسمیں جو کہ اس آیت میں ہیں صرف محمد ﷺ کی امت کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ﴾ اور محمد ﷺ کی امت ہی نے پہلی امتوں کے بعد کتابوں کی میراث سنبھالی اور یہ حفاظِ قرآن ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو قرآن پر ایمان لائے ان ہی لوگوں میں سے ہے اور ان لوگوں کو ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ اور ﴿مُّقْتَصِدٌ﴾ تین قسموں میں منقسم کیا، اس کے خلاف جو آیات کہ سورہ واقعہ، سورہ مطففین اور انفطار میں وارد ہیں ان میں تمام پہلی امتوں کے مومن اور کافر داخل ہیں اور یہ تقسیم محمد ﷺ کی امت کے لئے مخصوص ہے۔ ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ وہ لوگ ہیں جو کہ گناہ کریں اور اس پر اصرار کریں اور جو شخص گناہ سے توبہ کر لے گناہ خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہوا گر توبہ صحیح ہوگی تو وہ اس کی وجہ سے سابقین سے خارج نہ ہوگا۔ مقتصد وہ ہوتا ہے جو فرائض ادا کرے اور محرمات سے پرہیز کرے۔ سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے جو کہ فرائض اور نوافل دونوں ادا کرے۔ جیسا کہ ان آیات میں ہے اور جو شخص اپنے گناہ سے خواہ کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو صحیح طور پر توبہ کر لے وہ اس کی وجہ سے سابقین اور مقتصدین سے خارج نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ (1)

---

(1) آل عمران ۳/۱۳۳ تا ۱۳۶

اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو جس کا پھیلاؤ اتنا بڑا ہے جیسے زمین و آسمان کا پھیلاؤ۔ بجی سجائی ان پرہیزگاروں کے لئے تیار رہے جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں خدا کے نام خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ جو ایسے نیک دل ہیں کہ بہ تقاضائے بشریت جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا کوئی اور بے جا بات کر کے اپنا یعنی اپنے دین کا کچھ نقصان کر لیتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور خدا کے سوا اپنے بندوں کے گناہوں کا معاف کرنے والا ہے ہی کون اور جو بے جا بات کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ دانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے اور مغفرت کے علاوہ بہشت کے باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کے بھی کیسے اچھے اجر ہیں۔

مقتصد وہ ہوتا ہے جو کہ فرائض ادا کرے اور حرام چیزوں سے اجتناب کرے اور سابق بالخیرات وہ ہوتے ہیں جو فرائض کے علاوہ نوافل بھی ادا کریں جیسا کہ ان آیات میں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾(۱) تو اس سے اہل سنت یہ استدلال کرتے ہیں کہ اہلِ توحید میں سے کوئی بھی ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ البتہ اس کے متعلق نبی ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہے کہ بہت سے لوگ جو کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اور اس کے متعلق بھی تواتر کے ساتھ حدیثیں وارد ہیں کہ یہ اہلِ کبائر بالآخر نکلیں گے۔ نبی ﷺ ان کی اور دیگر اہل نار کی شفاعت فرمائیں گے اور وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ نبی ﷺ بھی شفاعت فرمائیں گے اور دوسرے لوگ بھی۔ بعض لوگ مثلاً معتزلی کہتے ہیں کہ اہل کبائر آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور آیت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ سابقین ہی اس میں داخل ہوں گے اور مقتصد یا ظالم بنفسہ اس میں

(۱) الرعد۱۳/۳۲

داخل نہ ہوں گے تو یہ قول فرقہ مرجیہ کے اس قول کے مقابلے میں ہے کہ اہل کبائر میں سے کوئی قطعاً دوزخ میں داخل ہی نہ ہوگا اور سارے کے سارے عذابوں کے بغیر جنت میں داخل ہو جائیں گے یہ دونوں قول سنتِ متواترہ نبی ﷺ اجماعِ سلف صالحین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے مخالف ہیں۔ اور ان دونوں جماعتوں کے قول کی غلطی پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک دلیل ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۝ (1)

اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا جو اس کا کسی کو شریک ٹھہرائے اور اس سے کم درجے کے جس گناہ گار کو چاہے بخش دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مشرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم درجے کے گنہگاروں کو بخش دے گا بشرطیکہ وہ چاہے اس سے یہ مراد لینا جائز نہیں ہے کہ تائب ہی کو بخشے گا جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے مشرک کو بھی بخش دیگا اور شرک سے کم درجے کے گناہ کو بھی توبہ کرنے پر بخش دیتا ہے اور معتزلہ اسے مشئیت کے ساتھ مشروط نہیں کرتے اور یہ توبہ کرنے والوں کی مغفرت کے بیان میں مذکور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

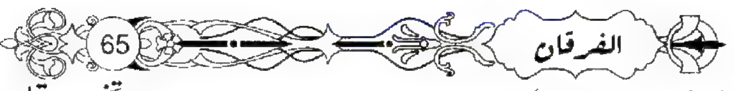
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (2)

اے میرے پیغمبر! ان بندوں سے جنہوں نے نفسوں پر ظلم کیا یہ کہہ دو کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

یہاں مغفرت عام اور مطلق کردی گئی۔ اللہ تعالیٰ بندے کے لئے جو گناہ بھی ہو بخش دیتا ہے اور جو شخص شرک سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دیتا ہے اور جو کبائر سے توبہ کرے وہ بھی بخش دیا جاتا ہے، الغرض جو گناہ بھی ہو اور بندہ اس سے تائب ہو اللہ تعالیٰ اس

---

(۱)۔(النساء ۴/۴۸) (۲)۔(الزمر:۳۹/۵۳)



کو بخش دیتا ہے پس توبہ کی آیت میں عموم اور اطلاق ہے۔ اور اس آیت میں تخصیص و تعلیق ہے۔ مشرک کی تخصیص کر دی گئی اسے نہیں بخشے گا اور اس کے سوا دوسرے گناہوں کا معاف ہونا مشیت پر منحصر کیا گیا ہے۔ اس سے اس قول کی غلطی ثابت ہوتی ہے کہ ہر گناہ گار کی مغفرت یقینی ہے اور شرک سے بڑھ کر گناہ بھی ہے یعنی خالق کو معطل کر دینا یا یہ کہ کسی گناہ پر عذاب نہ ہونا جائز ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ مذکور نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ بعض گناہوں کو بخشتے ہیں اور بعض کو نہیں بخشتے۔ اور اگر ہر ظالم بنفسہ توبہ یا گناہوں کو مٹانے والی نیکیوں کے بغیر بخش دیا جاتا تو یہ مشیت کے ساتھ متعلق نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہ کم درجے کے گناہ کو جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اس کی دلیل ہے کہ بعضوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور بعضوں کے نہیں۔ سو اس سے نفی بھی باطل ہو گئی اور عام معافی بھی باطل ہو گئی۔

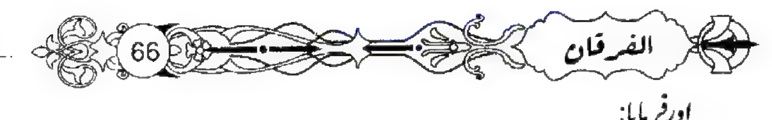
حقیقت ایمان و کفر :

جب اللہ تعالیٰ کے اولیاء مومن اور متقی ہوئے تو چونکہ لوگ ایمان و تقویٰ میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، اس سے وہ اسی کے مطابق ولایت میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ وہ کفر و نفاق میں ہیں اسی کے مطابق اللہ کی عداوت میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایمان اور تقویٰ کی اصل اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ماننا اور محمد ﷺ کو آخری پیغمبر تسلیم کرنا ہے۔ سو اُن پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان لانا ہے۔ اور کفر و نفاق کی اصل یہ ہے کہ پیغمبروں اور ان کے لائے ہوئے احکام سے انکار کر دیا جائے اور یہی وہ کفر ہے جس پر آخرت میں عذاب ہونا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ وہ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اس کے پاس رسالت نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ (۱)

اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دینے کے جب تک پیغمبر نہ بھیج لیں۔

(۱)۔(بنی اسرائیل: ۱۷/۱۵)



اور فرمایا:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ○ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ○ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ○ ①

ہم نے تمہاری طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح اور دیگر نبیوں کی طرف وحی کی جو کہ ان کے بعد تھے اور جس طرح ہم نے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰق، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ اور عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ، سلیمانؑ کی طرف بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور کتاب عنایت کی۔ بعض پیغمبروں کے قصے ہم نے تم سے بیان کر دیئے اور بعض پیغمبروں کے حالات ہم نے تمہارے سامنے بیان نہیں کئے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے باتیں کیں اور خوب کیں۔ سب پیغمبروں کو جنت کی خوشخبری دینے والے اور برے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے تھے تاکہ پیغمبروں کے آئے پیچھے لوگوں کو اللہ پر کسی طرح کا حجت رکھنے کا موقع باقی نہ رہے۔

اہل دوزخ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ○ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ○ ②

جب اس دوزخ میں ایک جماعت داخل کی جائے گی تو اس کے دربان اس

۱۔(النساء:۴/۱۶۳تا۱۶۵) ۲۔(الملک:۶۷/۸تا۹)



جماعت سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی گناہوں سے ڈرانے والا نہیں آیا۔ کہیں گے ہاں آیا لیکن ہم نے اسے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ خدا نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ضرور بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔

اس آیت نے یہ خبر دی کہ جب ایک جماعت دوزخ میں پھینکی جائے گی تو وہ جماعت اس کا اقرار کرے گی کہ اس کے پاس گناہوں سے ڈرانے والا آیا تھا اور انہوں نے اسے جھٹلایا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دوزخ میں صرف وہ جماعت ڈالی جائے گی جس نے گناہوں سے ڈرانے والے (نبی) کی تکذیب کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ①

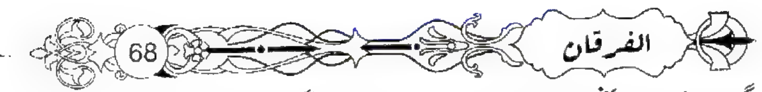
میں ضرور جہنم کو تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے بھروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو ابلیس کی پیروی کرنے والوں سے بھر دے گا۔ اور جب جہنم بھر جائے گا تو اس میں اور کسی کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس لئے جہنم میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو شیطان کی پیروی کریں گے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کوئی گناہ نہ ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا کیونکہ وہ اس جماعت سے ہوگا جس نے شیطان کی پیروی نہیں کی اور گناہ گار نہیں بنا اور اس سے پہلے یہ ذکر آچکا ہے کہ دوزخ میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے۔ جن پر پیغمبروں کے ذریعے سے حجت پوری ہو چکی ہے۔

ایمان مفصل اور مجمل کی تعریف:

بعض لوگ پیغمبروں پر مجمل ایمان لاتے ہیں۔ ایمان مفصل وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پیغمبر لائے ہوں اس میں سے بہت کچھ اس شخص تک پہنچ جائے۔ اور کچھ نہ بھی پہنچے۔ سو جو کچھ اس کے پاس پہنچ جائے اس پر ایمان لائے۔ اور جو نہ پہنچے اس سے واقف نہ ہو۔ اور

ا۔(ص:۳۸/۸۵)



اگر اس کے پاس پہنچ جائے تو اس پر ایمان لے آئے۔ لیکن جو کچھ پیغمبر لائے ہوں اس پر مجمل ایمان لائے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اس پر عمل کرے جسے وہ سمجھ لے کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور ایمان وتقویٰ کے ساتھ عمل کرے۔ تو وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس کے ایمان وتقویٰ کے مطابق اس کی ولایت ہوگی اور جس چیز کی حجت اس پر قائم نہ ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پہچاننے اور اس پر ایمان مفصل لانے کی تکلیف ہی نہیں دیتا اور نہ اس کے ترک پر عذاب دیتا ہے۔ البتہ اس میں سے جو کمی رہ جاتی ہے اس کے مطابق ولایت الٰہی کے کمال میں بھی اس کے لئے کمی رہتی ہے

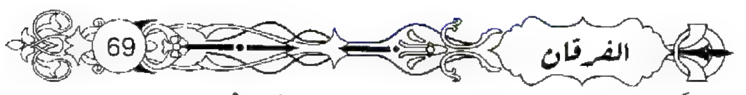
جو شخص رسول ﷺ کے لائے ہوئے احکام وشرائط سے واقف ہو، ان پر ایمان مفصل لائے اور ان پر عمل کرے، اس کا ایمان اور اس کی ولایت اس شخص کے ایمان و ولایت کی بہ نسبت زیادہ کامل ہوتی ہے جو ان سے مفصل طور پر واقف نہ ہو اور نہ عمل کرے لیکن ہوں گے دونوں ولی اللہ۔

جنت کے درجے مقرر ہیں۔ بعض درجوں کو دوسرے درجوں پر بڑی فضیلت ہے اور اولیاء اللہ جو کہ مومن ومتقی ہوتے ہیں، اس میں اپنے ایمان وتقویٰ کے مطابق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ [1]

جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہتے اور جتنا چاہتے ہیں۔ اسی دنیا میں سردست اس کو دے دیتے ہیں مگر پھر آخر کار ہم نے اس کے لئے دوزخ ٹھہرا

۱۔ (بنی اسرائیل: ۱۷/ ۱۸ تا ۲۱)



رکھی ہے جس میں وہ برے حالوں راندۂ درگاہِ خدا ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو طالب آخرت ہو اور آخرت کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے۔ ویسی اس کے لیے کوشش بھی کرے۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت خدا کے ہاں مقبول ہوگی۔ اے پیغمبر ﷺ! اُن کو اور اِن کو تیرے پروردگار کی بخشش سے ہم امداد دیتے ہیں اور تیرے پروردگار کی مدد کسی پر بند نہیں۔ دیکھو تو سہی کہ ہم نے دنیا میں بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی ہے اور البتہ آخرت کے درجے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور ویسے ہی اس دن کی برتری بھی بڑھ کر ہے۔

بعض اہل جنت کی بعض پر فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ وہ طالبِ دنیا کو بھی اور طالبِ آخرت کو بھی اپنی بخشش سے امداد دیتا ہے۔ اور نیک ہو یا بد کسی پر اس کی بخشش کا دروازہ بند نہیں ہے۔ پھر فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ ①

اس میں بیان فرمایا کہ آخرت میں لوگوں کو ایک دوسرے پر جو فضیلت ہوگی۔ وہ اس فضیلت کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوگی جو دنیا میں ہوتی ہے اور آخرت کے درجے دنیا کے درجوں سے بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ جس طرح تمام بندے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاءؑ بھی ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں فرمایا:۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۝ ②

۱۔(بنی اسرائیل:۱۷/۲۱) ۲۔(البقرۃ:۲/۲۵۳)

ان پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے اور وجوہ سے درجے بلند کئے اور عیسیٰ ابن مریم کو کھلے کھلے معجزے دیئے اور اس کی تائید روح القدس سے کی۔

اور فرمایا:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ (۱)

ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر برتری دی اور داؤد کو ہم نے زبور دی۔

صحیح مسلم میں ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ لَكَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ (۲)

مومن قوی مومن ضعیف کی بہ نسبت بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ہر اچھی چیز کو جو تجھے نفع پہنچائے حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اور عاجز نہ ہو۔ اور اگر تجھے کچھ تکلیف پہنچ جائے تو یہ نہ کہہ کہ ''اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا'' بلکہ یہ کہہ کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی جو چاہا سو کر دیا کیونکہ ''اگر'' شیطان کی کارستانیوں کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

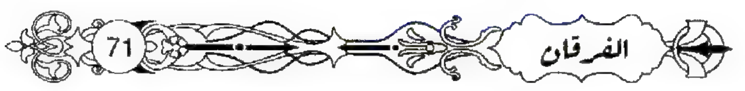
اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ (۳)

جب کوئی حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست نکلے تو اس کے لئے دو اجر

(۱)۔(بنی اسرائیل:۱۷/۵۵)

(۲)۔[مسلم کتاب القدر باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۷ ص ۳۶۶]

(۱)۔[بخاری کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم رقم: ۷۳۵۲...... مسلم کتاب الاقضیہ۔ باب بیان اجر الحاکم، رقم: ۴۴۸۷]



ہیں اور جب اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد غلط نکلے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ط وَ كُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی O ①

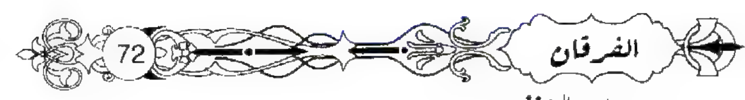
تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کئے اور دشمنوں سے لڑے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے پیچھے مال خرچ کئے اور لڑے اور یوں حسنِ سلوک کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے سب ہی سے کر رکھا ہے۔

اور فرمایا:۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ط وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا O دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا O ②

جب مسلمانوں کو کسی طرح کی معذوری نہیں اور وہ جہاد سے بیٹھ رہے اور انکے شریک نہ ہونیکی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مال و جان سے جہاد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے اور یوں خدا کا وعدہ نیک تو سب ہی مسلمانوں سے ہے اور اللہ نے ثواب عظیم کے اعتبار سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑی برتری دی ہے۔ یہ لوگوں کے مدارج ہیں جو خدا کے ہاں سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بخشش اور مہر

ا۔(الحدید:۵۷/۱۰) (۲)۔(النساء:۴/۹۵۔۹۶)



ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور فرمایا:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ○ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ (1)

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور ادب وحرمت والی مسجد یعنی خانہ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا۔ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ ایک دوسرے کے برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملی گی، اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہنگے بیشک اللہ کے ہاں ثواب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

اور فرمایا:

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو

(۱)۔(التوبہ:۹/۱۹تا۲۲)

رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ①

بھلا جو شخص رات کے اوقات تنہائی میں خدا کی بندگی میں لگا ہے۔ کبھی اس کی جناب میں سجدہ کرتا ہے اور اس کے حضور میں دست بستہ کھڑا ہوتا ہے آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کے فضل کا امیدوار ہے کہیں ایسا شخص بندہ نافرمان کے برابر ہوسکتا ہے؟ اے پیغمبر ﷺ! ان لوگوں سے کہو کہ کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی برابر ہوئے ہیں مگر ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

اور فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ ②

تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کریگا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی سب خبر ہے۔

مجنون ولی نہیں ہوسکتا:

یہ ثابت ہو گیا کہ بندہ اس وقت تک ولی اللہ نہیں ہوسکتا جب تک وہ مومن و متقی نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ ③

سنو! اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور متقی بنے

اور صحیح بخاری میں حدیث مشہور ہے اور اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے:

(۱)۔(الزمر:۳۹/۹) (۲)۔(المجادلہ:۵۸/۱۱) (۳)۔(یونس:۱۰/۶۲۔۶۳)

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْهِ وَ لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ ①

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تا آنکہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

اور اس وقت تک مومن و متقی نہیں ہوسکتا جب تک وہ فرائض ادا کر کے خدا کا قرب حاصل نہ کرے اور جب ایسا کرے تو وہ ابرار اہل یمین میں سے ہوجاتا ہے اس کے بعد وہ نوافل کے ذریعے سے قرب حاصل کرتے کرتے سابقین مقربین میں داخل ہوجاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کفار اور منافقین میں سے کوئی بھی خدا کا ولی نہیں ہوسکتا اور نہ وہ شخص ولی ہوسکتا ہے جس کا ایمان اور جس کی عبادات درست نہ ہوں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ایسے آدمی پر گناہ کوئی نہیں مثلاً کفار کے چھوٹے بچے اور وہ جن تک دعوت نہیں پہنچی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جب تک ان کے پاس رسول نہ آئے ان کو عذاب نہ ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر صادق رہے گی کہ یہ لوگ اس وقت تک اولیاء اللہ نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ مومن و متقی نہ بن جائیں جو شخص نیکی کرنے کے بغیر اور گناہوں کو ترک کرنے کے بغیر قرب کا طالب ہو وہ بھی اولیاء اللہ میں سے نہیں اور یہی حالت دیوانوں اور بچوں کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ ②

یہ تینوں گروہ معاف کیے ہوئے ہیں دیوانہ جب تک ہوش میں نہ آئے۔ بچہ جب تک بالغ نہ ہو اور سونے والا جب تک بیدار نہ ہوجائے۔

اس حدیث کو اہل سنن نے علی و عائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ اہل علم اس حدیث کے قابلِ قبول ہونے میں متفق ہیں البتہ وہ بچہ جس میں تمیز کی قوت پیدا

(۱)۔[بخاری کتاب الرقاق۔ باب التواضع، رقم الحدیث۔۶۵۰۲]

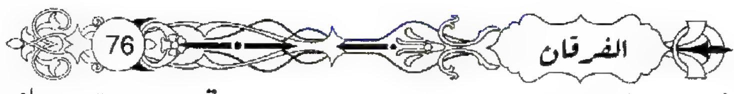
(۲)۔[ابوداؤد کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا رقم:۴۴۰۲۔ الترمذی کتاب الحدود باب ماجاء فیمن لا یجب علیہ الحد رقم:۱۴۲۳۔ نسائی کتاب الطلاق، باب من لم یقع طلاقہ رقم:۳۴۶۲]

ہو چکی ہو اس کی عبادت درست ہوتی ہیں اور اس کو ثواب بھی ملتا ہے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے لیکن مجنون مرفوع القلم کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ نہ اس کی عبادات درست ہیں نہ کفر وایمان نہ نماز وغیرہ۔ بلکہ عام اہل عقل کے نزدیک وہ تجارت اور صناعت وغیرہ دینوی معاملات کا بھی اہل نہیں ہے۔ نہ وہ بزاز ہو سکتا ہے اور نہ عطار، نہ لوہار یا بڑھئی بہ اتفاق علماء اس کے وعدے بھی درست نہیں ہیں۔ اس کی خرید وفروخت، نکاح وطلاق، اقرار وشہادت الغرض اس کے اقوال سارے کے سارے غیر معتبر ہیں اور ان سے کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ان کا ثواب ملتا ہے اور نہ ان کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ صاحبِ تمیز بچے کی حالت اس سے مختلف ہے۔ بعض جگہوں میں اس کے اقوال نص اور اجماع کے مطابق معتبر ہوتے ہیں اور بعض جگہوں میں ان کے معتبر ہونے میں اختلاف ہے۔

جب مجنون کا ایمان وتقویٰ معتبر نہیں اور وہ فرائض ونوافل سے خدا کا قرب حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو اس کا ولی اللہ ہونا ممتنع ہوا اور کسی کو یہ جائز نہیں کہ اس کے متعلق ولی اللہ ہونے کا عقیدہ رکھے۔ جب اس پر اس کی دلیل بھی نہ ہو۔ رہا یہ سوال کہ مجنون کے بعض مکاشفات وتصرفات سننے یا دیکھنے میں آئے ہیں۔ مثلاً کسی نے دیکھا کہ اس نے کسی کی طرف اشارہ کیا اور مشارٌ الیہ مر گیا یا گر پڑا۔ سو یہ ثابت شدہ بات ہے کہ مشرکین واہل کتاب میں سے بعض کفار ومنافقین کو بھی مکاشفات اور شیطانی تصرّفات حاصل تھے۔ کاہن، جادوگر، مشرک پجاری اور اہل کتاب وہ وہ شعبدے دکھاتے تھے کہ لوگ دنگ رہ جاتے تھے۔ اس لئے کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ صرف اس بات کو کسی شخص کے ولی ہونے کی دلیل قرار دے۔ خواہ اس نے اس میں کوئی ایسی بات بھی نہ دیکھی ہو جو ولی ہونے کو منافی ہو، چہ جائیکہ اس شخص میں ایسی باتیں پائی جائیں جو ولی اللہ ہونے کی منافی ہوں۔

اتباعِ رسول ﷺ سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں:

مثلاً یہ معلوم ہو کہ وہ نبی ﷺ کے اتباع کے واجب ہونے کا ظاہراً وباطناً عقیدہ

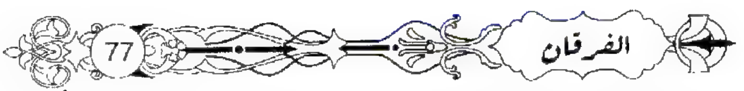


نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نبی ﷺ شرعِ ظاہری کے متبع ہیں نہ کہ حقیقتِ باطنی کے۔ یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اولیاء اللہ کے پاس خدا کی طرف جانے کا طریقہ انبیاءؑ کے طریقہ سے علاوہ ہے۔ یا یہ کہے کہ انبیاءؑ نے راستہ تنگ کر دیا ہے۔ یا یہ کہ ان کی پیروی عوام کے لئے ہے نہ کہ خواص کے لئے اسی طرح کی اور کئی باتیں ان لوگوں کے عقائد میں داخل ہوگئی ہیں جو ولی ہونے کے مدعی ہوتے ہیں، ان لوگوں میں تو یک گونہ کفر ہے جو کہ سرے سے ایمان کا منافی ہے تا بہ ولایت چہ رسد۔

جو شخص اس وجہ سے کسی کو ولی سمجھے کہ اس سے خلافِ عادت کوئی کام سرزد ہوگیا ہے وہ یہود و نصاریٰ سے زیادہ گمراہ ہے۔

مجنوں اور احکامِ شریعت:

اسی طرح مجنون کا مجنون ہونا ہی صحت و ایمان و عبادات کا منافی ہے اور ایمان و عبادات ولی اللہ ہونے کی شرطیں ہیں۔ جو شخص کبھی دیوانہ ہو جائے اور کبھی ہوش میں آ ئے اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ جب وہ ہوش کی حالت میں خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہو، فرائض ادا کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو تو یہ شخص جب مجنوں ہو جائے تو اس کا جنون اس کو مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس ایمان وتقویٰ کا جو کہ وہ بحالتِ افاقہ حاصل کر چکا ہے ثواب دے اور اسی کے مطابق اسے ولایت بھی حاصل ہو اور جو شخص ایمان اور تقویٰ کے بعد مجنوں ہو جائے، اس کو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے ایمان اور تقویٰ کا اجر اور ثواب دیتا ہے اور اس جنون کی وجہ سے جس مین کہ وہ اپنے کسی برے فعل کی وجہ سے مبتلا نہ ہوا ہو ضائع نہیں کرتا۔ جنون کی حالت میں وہ مرفوع القلم رہے گا۔ ان حالات میں جو شخص ولایت کا مدعی ہو اور وہ فرائض ادا نہ کرتا ہو، نہ گناہوں سے بچتا ہو بلکہ ایسے کام کرتا ہو جو ولایت کے منافی ہیں تو ایسے شخص کو ولی اللہ کہنا کسی فرد کے لئے جائز نہیں ہے۔ اگر مجنوں نہ ہو لیکن جنوں کے بغیر ہی بے خود سا رہتا ہو یا کبھی جنوں کی وجہ سے اس کی عقل جاتی رہے اور پھر افاقہ ہو جائے لیکن وہ فرائض ادا نہ کرے اور اعتقاد رکھے کہ اس پر رسول ﷺ کا اتباع واجب نہیں ہے تو



وہ کافر ہے خواہ وہ ظاہراً اور باطناً مجنوں اور مرفوع القلم ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے شخص کو اگر کافروں جیسا عذاب نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عزت کا بھی مستحق تو نہیں ہے جو کہ اہل ایمان اور تقویٰ کے لئے مخصوص ہے۔ ان دونوں تقدیروں پر کسی شخص کے لئے اس کے بارے میں ولی اللہ ہونے کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں لیکن اگر افاقہ کی حالت میں کفر و نفاق میں مبتلا ہو پھر اس پر جنوں طاری ہو گیا ہو تو اس کفر و نفاق کی وجہ سے اس کو عذاب ملے گا اور اس کا جنوں اسے اس کفر و نفاق سے دور نہیں کر سکتا جو کہ افاقہ کی حالت میں وہ کما چکا ہے۔

عارف لوگ مخلوق کے اندر ہی چھپے رہتے ہیں۔

اولیاء اللہ ظاہری مباح امور میں لوگوں سے کسی طرح ممتاز نہیں ہوتے، نہ ان کی کوئی خاص وردی ہوتی ہے، نہ وہ بال منڈوانے یا بالوں کو چھوٹا کرنے میں بشرطیکہ یہ چیزیں مباح ہوں ان کو کوئی خاص امتیاز حاصل ہوتا ہے چنانچہ کہاوت ہے۔

کم من صدیق فی قباء　　　وکم من زندیق فی عباء

بسا اوقات صدیق فاخرہ قباء میں ملبوس ہوتے ہیں اور بسا اوقات زندیق بے دین گودڑی پہنے ہوتے ہیں۔

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار:

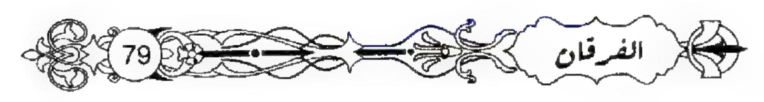
بلکہ اولیاء اللہ امتِ محمد ﷺ کے تمام گروہوں میں موجود ہیں بشرطیکہ وہ ظاہری بدعات اور فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ لوگ اہلِ تمیز، اہل علم، اہل جہاد، اہل شمشیر، اہل تجارت وصنعت اور اہلِ زراعت سب لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی امت کی قسمیں حسبِ ذیل بیان فرمائی ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ

فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1]

اے پیغمبر! تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور چند لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات نماز میں کھڑے رہتے ہو اور رات اور دن کا ٹھیک اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم وقت کا حفظ نہیں کر سکتے تو اس نے تمہارے حال پر رحم کیا اور وقت کی قید اٹھا دی تو اب تہجد میں جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔ اس کو معلوم ہے کہ تم میں سے بعض آدمی بیمار پڑ گئے اور بعض اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی معاش کی تلاش میں ادھر ادھر ملک میں سفر کر رہے ہوں گے اور بعض اللہ تعالیٰ کی راہ میں دشمنوں سے لڑتے ہوں گے جتنا قرآن تہجد میں آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔

۱۔(المزمل:۷۳/۲۰)



صوفی کی وجہ تسمیہ:

سلف صالحین اہل دین وعلم کو قاری کہا کرتے تھے۔ چنانچہ علماء اور عبادت گذار لوگ اسی جماعت میں داخل ہیں۔ بعد میں صوفیا اور فقرا کا نام پیدا ہو گیا تھا اور صوفیا کا نام صوف کے لباس کی طرف منسوب ہے اور یہی صحیح بات ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے فقہاء کی برگزیدگی کی طرف اشارہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نام صوفۃ الفقہاء کی طرف منسوب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نام صوفہ بن مر بن اذ بن طابخہ کی طرف منسوب ہے جو کہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو کہ عبادت گذاری میں مشہور تھا۔

نیز کہا گیا ہے کہ صوفی کا نام اصحابِ صُفّہ کی طرف منسوب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ صفا کی طرف منسوب ہے بعض کہتے ہیں کہ صفوۃ کی طرف منسوب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ کے سامنے پہلی صف میں کھڑا ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ قول ضعیف ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو صفی یا صفائی یا صفوی وغیرہ کہا جاتا اور صوفی نہ کہا جاتا اور فقرا کے نام کا اطلاق اہلِ سلوک پر بھی ہونے لگا اور یہ حال ہی میں مشہور ہوا ہے۔

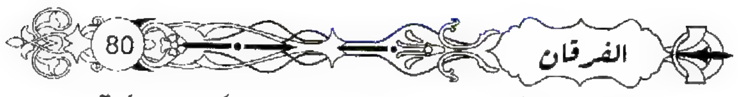
اولیاء میں سے افضل کون؟

لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا صوفی کا نام افضل ہے یا فقیر کا۔ اس میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ شکر گزار غنی بہتر ہے یا صبر کرنے والا فقیر اور اس مسئلے میں قدیم سے جھگڑا چلا آتا ہے۔ جنیدؒ اور ابو العباس ابن عطاء کے درمیان بھی یہ جھگڑا ہوا۔ احمد بن حنبلؒ سے اس معاملہ میں دو روایتیں ہیں اور صحیح وہی بات ہے جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا:۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا ط إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (۱)

---

(۱)۔(الحجرات:۴۹/۱۳)



لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہ ہے جو تم میں بڑا پرہیز گار ہے۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ افضل ہیں؟ فرمایا، جو تمام لوگوں سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔عرض کی گئی کہ "ہم یہ نہیں پوچھتے" فرمایا، یوسف نبی اللہ ابن یعقوب نبی اللہ ابن اسحٰق نبی اللہ، ابن ابراہیم خلیل اللہ افضل ہیں۔" پھر عرض کی گئی کہ "ہم یہ نہیں پوچھتے" تو فرمایا کہ "معادنِ عرب کے متعلق پوچھتے ہو؟" ﴿اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا﴾ ① (لوگوں کی مثال بھی سونے چاندی کی کانوں جیسی ہے ان میں سے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں سب سے بہتر تھے ان کو جب سمجھ آجائے تو اسلام میں بھی سب سے بہتر ثابت ہوتے ہیں۔

فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔

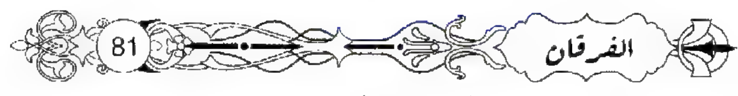
کتاب وسنت اس پر دال ہیں کہ لوگوں میں زیادہ باعزت وہ ہیں جو ان میں سے زیادہ متقی ہیں۔سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا:

لَافَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لَاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى النَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ ②

کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر فضیلت حاصل نہیں اور اگر ہے تو محض تقویٰ کی بنا پر۔لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنا گیا ہے۔

(۱)۔[بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا ۳۳۵۳' مسند احمد ۲/۵۳۹]

(۲)۔(مسند احمد ۲/۵۲۴)



نبی ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ النَّاسُ رَجُلَانِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَ فَاجِرٌ شَقِيٌّ ①

(اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے زمانے کا اترانا اور اس زمانے کا باپ دادوں پر فخر کرنا دور کردیا ہے۔ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں متقی مومن اور بدکار شقی)

سو جو شخص ان اقسام میں سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے اور جب دونوں تقویٰ میں برابر ہوں تو وہ دونوں درجہ میں بھی برابر ہیں۔

لفظ فقر کی تحقیق:

لفظ فقر سے شریعت میں مال سے فقیر ہونا مراد ہوتا ہے اور مخلوق کا خلق کی طرف محتاج ہونا بھی مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ②

صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہوتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ ③

اے لوگو تم خدا کے محتاج ہو

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فقیروں کی دو قسمیں بیان فرما کر دونوں کی تعریف کی ہے۔ ایک اہل الصدقات اور ایک اہل فے۔ پہلی قسم کے متعلق فرمایا:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي

(۱)۔ مسند احمد ۲/۵۲۴۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب، باب التفاخر بالاحساب رقم: ۵۱۱۶ ترمذی۔ کتاب المناقب وکتاب التفسیر۔ من سورۃ حجرات رقم: ۳۲۷۰)

(۲)۔ (التوبہ۔ ۹/۶۰) (۳)۔ (فاطر۔ ۳۵/۱۵)

الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۝ ①

خیرات ان حاجت مندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں، ملک میں کسی طرف کو جانا چاہیں تو جا نہیں سکتے جو شخص ان کے حال سے بے خبر ہے وہ ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے لیکن اے مخاطب تو انہیں دیکھے تو ان کی صورت سے ان کو صاف پہچان جائے کہ محتاج ہیں مگر ہاں لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔

دوسری قسم کے متعلق جو کہ دونوں میں سے افضل ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ②

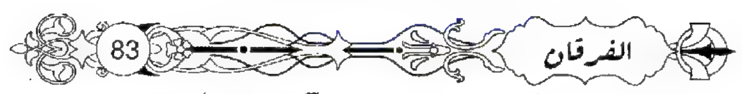
وہ مال جو بن لڑے ہاتھ لگا ہے منجملہ اور حق داروں کے محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو کافروں کے ظلم سے اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیے گئے اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب گاری میں لگے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں یہی تو سچے مسلمان ہیں۔

یہ ان مہاجرین کی صفت ہے جنہوں نے گناہ ترک کر دیے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے ظاہری و باطنی طور پر جہاد کیا تھا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:۔

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ ③ وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ④ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ ⑤

(۱)۔(البقرہ:۲/۲۷۳) (۲)۔(الحشر:۸) (۳)۔(مسند احمد ۳/۵۴)

(۴)۔(بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ رقم:۱۰۔ مسلم کتاب الایمان۔ باب بیان تفاضل الاسلام رقم:۱۶۱۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد۔ باب فی الھجرۃ۔ رقم:۲۴۸۱) (۵)۔(مسند احمد ۲/۶۳)



مومن وہ ہے جسے لوگ اپنے مال و جان پر امین سمجھیں اور مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں، مہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو خدا کی ذات کے بارے میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

جہادِ اصغر و جہادِ اکبر کی حقیقت:

بعض نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک میں فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ حدیث موضوع

ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آ گئے ہیں۔

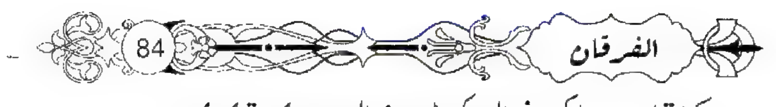
اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں۔ نبی ﷺ کے اقوال و افعال کے متعلق علم رکھنے والے لوگوں میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔

کفار سے جہاد کرنا سب سے بہتر کاموں میں سے ہے۔ بلکہ وہ ان تمام اعمال سے جنہیں انسان ثواب کے لئے کرتا ہے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (1)

جن مسلمانوں کو کسی طرح کی معذوری نہیں اور وہ جہاد سے بیٹھ رہے اور ان کے شریک نہ ہونے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مال و جان سے جہاد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے اور یوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ نیک تو سب ہی مسلمانوں سے ہے اور اللہ نے ثوابِ عظیم

(۱)۔(النساء:۴/۹۰)



کے اعتبار سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑی برتری دی ہے۔

اور فرمایا:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ○ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ (۱)

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور ادب وحرمت والی مسجد یعنی خانہ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ ایک دوسرے کے برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھایا کرتا جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیے، یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں اور یہی ہیں جو منزلِ مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضا مندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی، اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بے شک اللہ کے ہاں ثواب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں نعمان بن بشیرؓ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میں نبی ﷺ کے پاس تھا۔ کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ اسلام لانے کے بعد اگر میں حاجیوں کو پانی پلاتا رہوں تو اور کسی عمل کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ دوسرے شخص نے کہا کہ اگر اسلام لانے کے بعد میں

(۱)۔(التوبہ:۹/۱۹تا۲۲)

مسجد الحرام کو آباد کیے رکھوں تو اور کسی عمل کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ اور علی ابن ابی طالب ؓ نے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا ان دونوں سے افضل ہے جو کہ تم نے ذکر کیے حضرت عمر ؓ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس زور سے باتیں نہ کرو۔ جب نماز ادا ہو چکے گی تو میں حضور ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھوں گا۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا اور اللہ تعالیٰ نے متذکرہ بالا آیت نازل فرمائی۔ ①

صحیحین میں عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کی ''یارسول ﷺ اللہ، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل افضل ہے۔'' تو فرمایا'' والدین سے نیکی کرنا، میں نے عرض کیا'' پھر کون سا؟ فرمایا'' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی باتیں پوچھیں اگر میں اور پوچھتا تو اور بھی بتاتے۔ ②

صحیحین ہی میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے افضل کون سا عمل ہے؟ فرمایا'' اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' عرض کیا گیا'' پھر کون سا؟ تو فرمایا کہ'' حج مقبول''۔ ③

صحیحین میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو۔ فرمایا کہ تو طاقت نہیں رکھتا یا فرمایا تو اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس نے عرض کیا کہ بتا ہی دیجئے'' فرمایا:

---

(۱)۔[مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ رقم:۴۸۷۱]

(۲)۔[بخاری کتاب المواقیت باب فضل الصلوۃ لوقتھا، رقم:۵۲۷ مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال رقم:۲۵۴]

(۳)۔[بخاری کتاب الایمان باب من قال ان الایمان ھو العمل۔ رقم:۲۶ مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال ۲۴۸]

هَلْ تَسْتَطِيْعُ إِذَا خَرَجْتَ مُجَاهِدًا أَنْ تَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ وَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ ①

کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ جب تم جہاد کے لئے کھڑے ہوتے ہو وہاں یہ بھی کرو کہ روزہ رکھو تو افطار نہ کرو اور نماز پر کھڑے ہو تو کبھی وقفہ نہ کرو۔

معاذ پر انوارِ نبوی ﷺ کی بارانِ رحمت:

سنن میں معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجتے وقت وصیت فرمائی کہ:

يَا مُعَاذُ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ②

اے معاذ! جہاں کہیں ہو اللہ سے ڈرتے رہو، گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے بعد جلد نیکی کرو کہ گناہ کو مٹا دے۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤ۔

نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں، سو ہر نماز کے پیچھے یہ ضرور کہہ دیا کرو کہ

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ مجھے توفیق دے کہ تیری یاد اور تیرا شکر ادا کرتا رہوں اور اچھی طرح تیری بندگی انجام دوں۔

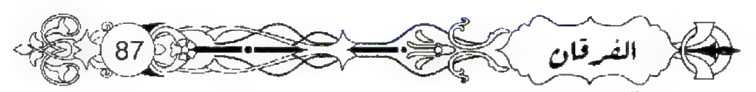
حضور ﷺ نے اونٹ پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے فرمایا کہ اے معاذ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اپنے بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے، (معاذ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا، اللہ اور رسول ہی اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا، ان پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں" (پھر

---

(۱)۔[بخاری کتاب الجہاد باب فضل الجہاد والسیر۔۲۷۸۵ مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ ۴۸۶۹]

(۲)۔[مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۸ ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی معاشرۃ الناس رقم:۱۹۸۷]

(۳)۔[السنن الکبریٰ للنسائی۔ کتاب صفۃ الصلوۃ، باب نوع آخر من الدعاء رقم:۱۲۲۶]



فرمایا) ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب بندے یہ حق ادا کردیں تو اللہ پر ان کا کیا حق ہو جاتا ہے۔'' معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ''اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اسے اچھی طرح جانتے ہیں''۔ حضور نے فرمایا ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔'' یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا۔ سب کاموں کی جڑ اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور سب سے بلند عمل جہاد ہے۔ پھر فرمایا ''میں تمہیں نیکی کے دروازے ہی کیوں نہ بتادوں۔ روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو اور اسی طرح آدھی رات کے وقت نماز پڑھنا نیکی کے دروازوں میں سے ہے۔'' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیہ کریمہ پڑھی:

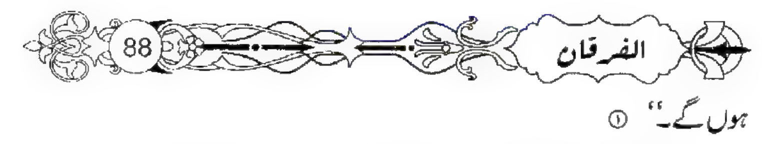
تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (1)

رات کے وقت ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور عذاب کے خوف اور رحمت کی امید سے اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے ہیں اور جو کچھ بھی ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ لوگوں کے نیک عملوں کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پردہ غیب میں موجود ہے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

پھر فرمایا ''اے معاذ! میں تجھے وہی چیز کیوں نہ بتادوں جس پر ان تمام باتوں کی قبولیت کا مدار ہے۔'' حضور نے معاذؓ کی زبان پکڑ کر فرمایا ''اپنی اس زبان کو قابو میں رکھ۔'' معاذؓ نے عرض کی ''یارسول اللہ! ہم جو باتیں کرتے ہیں ان پر بھی ہم سے مواخذہ ہوگا۔'' حضورؐ نے فرمایا ''تجھے تیری ماں گم پائے! معاذ رضی اللہ عنہ تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آگ میں جو لوگ نتھنوں کے بل اوندھے گرائے جائیں گے وہ اپنی درانتی کی سی زبانوں کے باعث ہی ہلاک

---

(1)۔(السجدہ:۳۲/۱۶،۱۷)



ہوں گے۔'' ①

اس کے بیان میں صحیحین ہی کی ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ②

جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

اچھی بات کرنا خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات سے خاموش رہنا بری بات کہہ دینے سے بہتر ہے۔

ترک غذا، ترک ضروریات اور دائمی خاموشی ممنوع ہے۔

رہی دائمی خاموشی سو وہ بدعت ہے اور اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

اسی طرح روٹی اور گوشت کھانا اور پانی پینا چھوڑ دیا جائے تو یہ بھی بڑی مذموم بدعت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا دیکھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا سائے سے پرہیز کرے گا۔ باتیں نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ''اسے حکم دے دو کہ بیٹھ جائے اور اپنے اوپر سایہ کرے، باتیں کرے اور روزے کو پورا کرے۔ ③

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ چند آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیے (گویا وہ دریافت کرتے تھے کہ ان میں سے کون رسول اللہ ﷺ کی طرح عبادت گزار ہے۔ جب ان کو بتلایا گیا تو) گویا انہوں نے اپنے

---

(۱)۔[ترمذی کتاب الایمان باب ما جاء فی حرمۃ الصلوۃ: رقم: ۲۶۱۶۔ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱]

(۲)۔[بخاری کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الاخر رقم: ۶۰۱۸ مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار رقم: ۱۷۴]

(۳)۔[بخاری کتاب الایمان والنذور باب فی النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ۔ ۶۷۰۴]

لئے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہنے لگے ہم میں سے کون رسول ﷺ کے برابر ہو سکتا ہے، ہمیں ان سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے کیونکہ ان کے گناہ سب معاف تھے، پس ایک نے کہا میں روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں نماز پڑھتا رہوں گا تو سوؤں گا نہیں۔ تیسرے نہ کہا میں گوشت نہ کھاؤں گا۔ چوتھے نے کہا میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ان لوگوں کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں، میں تو روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو سوتا بھی ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور بیویاں بھی رکھتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے ہٹے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔" ①

اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کسی طریق پر چل کر یہ خیال کرے کہ اس کا طریق سنت سے بہتر ہے تو وہ اللہ اور رسول ﷺ سے بیزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۝ ②

جو شخص ملتِ ابراہیم سے ہٹتا ہے وہ آدمی بیوقوف ہے۔

بلکہ ہر مسلم پر یہ عقیدہ واجب ہے کہ بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو یہ باتیں خطبہ میں فرمایا کرتے تھے۔ ③

(۱)۔[بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح، رقم:۵۰۶۳ مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح۔ رقم:۳۳۹۸ نسائی کتاب النکاح۔ باب النھی عن التبتل رقم:۳۲۱۹ مسند احمد ج۳ ص۲۴۱]

(۲)۔(البقرہ:۲/۱۳۰)

(۳)۔[مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ۔ رقم:۲۰۰۵ مسند احمد ج۳ ص۳۱۹]

اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوتے:

ولی اللہ کے لئے معصوم ہونا یا خطا اور غلطی سے مبرّا ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علمِ شریعت کی بعض باتیں بھی اسے معلوم نہ ہوں اور دین کے بعض امور میں بھی اسے مغالطہ ہوا ور یہ سمجھنے لگے کہ فلاں امور کا اللہ نے حکم دیا ہے، حالانکہ دراصل اللہ نے اس سے منع کیا ہو اور بعض خوارقِ عادات کو اولیاء اللہ کی کرامات خیال کرے۔ حالانکہ دراصل وہ شیطانی حرکات ہوں جنہیں شیطان نے اس کا درجہ گھٹانے کے لئے باعثِ شبہ بنا دیا ہو اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ شیطان کی حرکات ہیں۔ اس کے باوجود ہو سکتا ہے کہ وہ ولایت کے درجے سے خارج نہ ہو کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت سے خطا، نسیان اور ایسی باتوں سے جو ان سے بدرجہ مجبوری سرزد ہوں معاف رکھا ہے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (۲)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ رسول کی طرف نازل کیا اس پر رسول اور مومنین سب ایمان لائے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں ہم پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور بول اٹھے کہ ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار! بس تیری ہی

---

(۱)۔[ابن ماجہ کتاب الطلاق باب طلاق المکرہ والناس۔ ۲۰۴۵۔ حاکم ج ۲ ص ۱۹۸] (۲)۔(البقرہ: ۲/ ۲۸۵ تا ۲۸۶)

مغفرت درکار ہے۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جس کی اٹھانے کی اس کو طاقت ہو۔ جس نے اچھے کام کیے تو ان کا نفع بھی اس کے لئے ہے اور جس نے برے کام کیے ان کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم کو نہ پکڑ اور اے ہمارے پروردگار! جو لوگ ہم سے پہلے ہو گذرے ہیں جس طرح ان پر تو نے بوجھ ڈالا تھا ویسا بوجھ ہم پر نہ ڈال اور اے ہمارے پروردگار! اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم کو طاقت نہیں ہم سے نہ اٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہم پر رحم کر، تو ہی پروردگار ہے تو ان کے مقابلے میں جو کہ کافر ہیں ہماری مدد کر۔

صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کر لیا اور فرمایا کہ میں نے یہ کر دیا۔

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (۱)

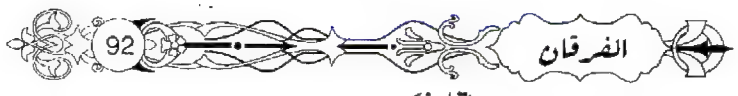
اگر تم ظاہر کرو اس چیز کو جو کہ تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپائے رکھو، اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے ہی لے گا اور جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو ان کے دلوں میں کوئی ایسی بات داخل ہوئی جس سے زیادہ سخت اس سے پہلے کبھی داخل نہیں ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہہ دو:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا (۲)

---

(۱)۔(البقرہ:۲/۲۸۴) (۲)۔(البقرہ:۲/۲۸۶)



ہم نے سنا، ہم نے مانا اور سر تسلیم خم کر دیا۔

ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کا القا کیا اور یہ آیت نازل کی ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ الخ۔ جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر ہم سے بھول چوک میں ہو جائے تو ہمیں نہ پکڑ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قَدْ فَعَلْتُ﴾ (میں نے ایسا کر دیا یعنی معاف کر دیا پھر انہوں نے کہا) اے اللہ ہم پر ان لوگوں جیسا بوجھ نہ ڈال جو کہ ہم سے پہلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قَدْفَعَلْتُ﴾ یعنی میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ (پھر انہوں نے کہا) اے ہمارے پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم کو طاقت نہ ہو، ہم سے درگذر کر ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہم پر رحم کر تو ہمارا مددگار ہے اور تو کافروں کی قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ ① اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے کر دیا۔ ②

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۝ ③

اور نہیں ہے تم پر گناہ اس بات میں کہ جو بھول چوک سے ہو جائے لیکن اس میں گناہ ہے جس کو تمہارے دل جان بوجھ کر کریں۔

صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے اور ابو ہریرہ اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

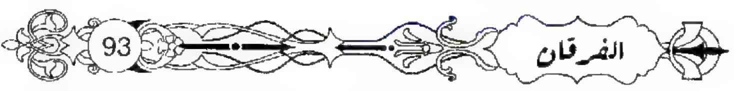
اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِنْ اَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ ④

جب حاکم اجتہاد کرے اور اجتہاد درست نکلے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر غلط نکلے تو اس کا ایک اجر ہے۔

(۱)۔(البقرۃ،۲/۲۸۶)

(۲)۔[کتاب الایمان باب بیان انہ سبحانہ وتعالیٰ لم یکلف الا ما یطاق رقم الحدیث ۱۲۵۔ ترمذی کتاب التفسیر فی تفسیر سورۃ البقرۃ برقم (۲۹۹۲) (۳)۔(الاحزاب:۳۳/۵)

(۴)۔(بخاری۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ باب اجر الحاکم، اذا اجتہد فاصاب او اخطأ۔ رقم:۷۳۵۲، مسلم۔ کتاب الاقضیۃ، باب بیان اجر الحکم، رقم:۴۴۸۷)



خطا کرنے والے مجتہد کو گناہ گار نہیں ٹھہرایا بلکہ اس کے لئے ایک اجر رکھا جو کہ اجتہاد کرنے کا صلہ ہے اور اس کی خطا معاف کر دی لیکن وہ مجتہد جس کا اجتہاد ٹھیک نکلے دو اجر حاصل کرتا ہے اور وہ پہلے سے افضل ہے۔

الہام کی صحت کا معیار:

اسی لئے جب ولی اللہ کے لئے غلطی کا امکان ہے تو لوگوں کو اس کی تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری نہیں ہاں البتہ نبی ہو تو اور بات ہے اور ولی اللہ کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان تمام چیزوں پر اعتماد کرے جو کہ اس کے دل پر القا ہوتی ہیں اِلاَّ یہ کہ وہ موافق شریعت ہوں۔ اپنے الہام، مکالمہ اور مخاطبہ پر جسے وہ خدا کی طرف سے سمجھے' بھروسا نہ کرے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان سب کو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی کسوٹی پر پرکھ لے اگر موافق نکلے تو منظور کرے اور اگر مخالف ہو تو نہ قبول کرے اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ موافق ہے یا مخالف تو اس پر تامل کرے۔

غلط اجتہاد یا غلط الہام ولایت کا منافی نہیں:

اس باب میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ دو قسمیں دونوں انتہاؤں پر ہیں، ایک وسط میں

ایک قسم ان لوگوں کی ہے جب وہ کسی شخص پر ولی اللہ ہونے کا عقیدہ جما لیتے ہیں تو جس چیز کے متعلق وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات اُن کے دل نے اللہ کی طرف سے لی ہے اس بات میں وہ اس کی موافقت کرنے لگتے ہیں اور جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔

دوسری قسم اس شخص کی ہے جو کہ کسی شخص کے قول یا فعل کو موافقِ شرع نہ سمجھے تو اس شخص کو ولایت سے ہی خارج کر دیتا ہے اگرچہ وہ مجتہد مخطی ہی کیوں نہ ہو تیسری قسم بمصداق خِیَارُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا صحیح طریقہ اپنائے ہے کہ نہ تو ولی اللہ کو معصوم سمجھا جائے اور نہ گنہگار۔ جب مجتہد خطا کر سکتا ہے تو اس کی ہر بات کا اتباع نہ کیا جائے اور نہ اس کے اجتہاد کے ساتھ کفر و فسق کا حکم لگایا جائے۔ لوگوں پر واجب وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے

رسول ﷺ کے ذریعے بھیجی ہے لیکن جب بعض فقہاء کے قول کا خلاف کرے اور بعض سے موافقت کرے تو کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اسے قول مخالف سے الزام دے اور کہے کہ یہ مخالف شرع ہے۔

فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے آپ نے فرمایا:۔

قَدْ كَانَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَّكُنْ فِي أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَعُمَرُ مِنْهُمْ (۱)

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہو گذرے ہیں اور اگر میری امت میں بھی محدث ہیں تو عمرؓ ان میں سے ہے۔

ترمذی وغیرہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

لَوْ لَمْ أُبْعَثْ فِيْكُمْ لَبُعِثَ فِيْكُمْ عُمَرُ (۲)

اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ مبعوث ہوتے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهِ وَفِيْهِ لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ لَكَانَ عُمَرُ (۳)

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان و دل اور منہ کو حق سے معمور کر دیا ہے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔

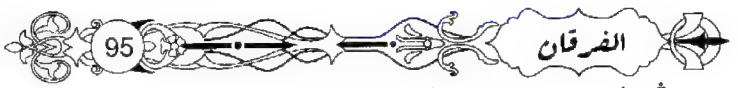
علی ابن ابی طالبؓ عنہ فرمایا کرتے تھے ہم یہ خیال کرنے لگ جاتے تھے کہ عمرؓ کی زبان سے تسلی برس رہی ہے۔ (۴)

(۱)۔[بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار برقم:۳۴۶۹ و کتاب فضائل الصحابة باب مناقب عمر]

(۲)۔[یہ روایت ترمذی میں نہیں دیلمی اور ابن عدی نے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن حدیث صحیح نہیں ہے]

(۳)۔[ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب، رقم:۳۶۸۲،۳۶۸۶]

(۴)۔[مشکوة فضائل عمر بحوالہ البغوی برقم:۲۴۱۹]



شعبیؒ کی روایت سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کبھی حضرت عمرؓ یہ فرماتے تھے کہ میری رائے یہ ہے تو ایسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ وہ کہتے تھے۔ ①

قیسؒ ابن طارق سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں ہم کہا کرتے تھے کہ عمرؓ کی زبان سے فرشتہ باتیں کر رہا ہے اور عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ فرمانبردار لوگوں کے منہ سے قریب ہو کر باتیں سنا کرو۔ کیونکہ ان پر سچی باتیں کھلتی ہیں اور وہی سچی باتیں جن کے متعلق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ فرمانبردار لوگوں پر منکشف ہوتی ہیں۔ وہ وہ باتیں ہیں اولیاء اللہ کے لئے بھی اللہ کی طرف سے منکشف ہوتی ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ سے مخاطبہ اور مکاشفہ ہوتا ہے اور ان لوگوں میں سب سے افضل امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بڑا درجہ ابو بکرؓ کا ہے پھر عمرؓ کا۔

صحیحین میں حضرت عمرؓ کے متعلق محدث ہونے کی تعیین ثابت ہے جو محدث اور مخاطب امت محمدیہ میں ہوگا، حضرت عمرؓ اس سے افضل ہوں گے۔ اس کے باوجود عمر وہی کرتے تھے جو کہ ان پر واجب ہوتا تھا اور جو کچھ ان پر القا ہوتا تھا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سامنے پیش کرتے تھے کبھی وہ موافق نکلتا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں داخل ہے جیسا کہ ایک سے زیادہ مرتبہ فرمان باری یعنی قرآن کریم کی آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی اور کبھی ان کا الہام شریعت کے مخالف بھی ہو جاتا تھا۔ اس صورت میں وہ اس سے رجوع کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے یوم حدیبیہ میں رجوع کیا تھا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ مشرکین کے ساتھ جنگ کی جائے۔ بخاری وغیرہ میں مشہور حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ ہجری میں عمرہ کے لئے سفر کیا اور ان کے ساتھ قریباً چودہ سو مسلمان تھے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اور مشرکین سے اس شرط پر مصالحت کر لی تھی کہ حضور اسی سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال عمرہ کریں گے اور ان کے لئے ایسی شرطیں رکھیں جن میں مسلمانوں پر بظاہر کمزوری کا شائبہ نظر

(۱)۔ [اسد الغابہ عن ابن عمر]

آتا تھا۔ بہت سے مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گذری حالانکہ اللہ اور رسول ﷺ زیادہ اچھا جانتے تھے اور اس کی مصلحتوں سے زیادہ آگاہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں تھے جن کو یہ معاہدہ ناپسند تھا۔ حتیٰ کہ نبی ﷺ سے عرض کی 'اے رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضور نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا'' ''کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین دوزخ میں نہ جائیں گے؟'' حضور نے فرمایا ''بیشک جائیں گے۔'' کہا تو ''پھر ہم کیوں دین کے معاملے میں ہٹے رہیں۔'' نبی ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول ہوں، وہ میرا مددگار ہے اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا'' پھر عرض کی ''کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہ کہتے تھے ہم بیت اللہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے'' فرمایا بے شک۔ ''لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا اسی سال داخل ہوں گے ؟ عرض کی کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا'' تو پھر تم بیت اللہ میں داخل ہو کر رہو گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ، ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف گئے اور وہی باتیں کیں جو نبی ﷺ سے کی تھیں۔ ابوبکرؓ نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ حالانکہ نبی ﷺ کا جواب حضرت ابوبکرؓ نے نہیں سنا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ بہ نسبت حضرت عمرؓ کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بلحاظ موافقت کے کامل تر تھے۔ عمرؓ نے اس سے رجوع کیا اور اپنی خطا کے کفارہ میں کئی اعمال بجالائے۔ ①

اسی طرح جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی موت کا پہلے تو انکار کر دیا پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضور بے شک فوت ہو گئے ہیں تو عمرؓ نے اپنی رائے سے رجوع کیا، ②

اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے والوں کے ساتھ جہاد کے مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کیسے لوگوں کے ساتھ جہاد کریں گے، حالانکہ نبی ﷺ نے

---

(۱)۔[بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط رقم:۲۷۳۱،۲۷۳۲]

(۲)۔[بخاری کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت رقم:۱۲۴۱]

فرما دیا ہے "میں اس پر مامور ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک کہ وہ اللہ کے ایک ہونے کی شہادت نہ دے دیں اور مجھے رسول اللہ ﷺ نہ تسلیم کرلیں اور جب وہ ایسا کر دیں تو ان کے مال و جان مجھ سے محفوظ ہیں اِلّا یہ کہ وہ مال و جان کے بدلے میں لئے جائیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ جب یہ لوگ اسلام کا حق دبائیں تو ان کے مال و جان کا لینا جائز ہے۔ سو زکوۃ اسلام کا حق ہے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ اگر وہ بکری کا وہ بچہ بھی جو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں گے میں اس کے بدلے ان سے جہاد کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اللہ کی مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ جہاد کے لئے کھول دیا ہے، مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ (۱)

حدیث کے پورے الفاظ یہ ہیں۔

﴿قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَافَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ اَلَمْ یَقُلْ اِلَّا بِحَقِّهَا فَاِنَّ الزَّکٰوةَ مِنْ حَقِّهَاوَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ رَّاَیْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَاَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَلِمْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾

صدیق کو مُحدَّث پر کیوں ترجیح حاصل ہے؟

اس کی کئی نظیریں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ترجیح حاصل ہے حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ محدث ہیں کیونکہ صدیق کا مرتبہ محدث کے مرتبہ سے بلند تر

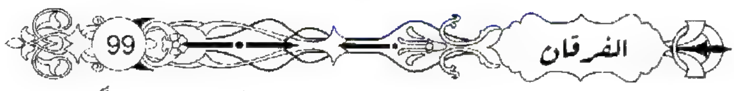
---

(۱)۔[بخاری کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ۔ رقم: ۱۳۹۹ مسلم کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ رقم: ۱۲۴..... مؤطا کتاب الزکوۃ]

ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدیق جو کچھ بھی کہتا ہے یا کرتا ہے تو وہ رسول معصوم سے سیکھتا ہے اور محدث بعض باتیں اپنے دل سے حاصل کرتا ہے اور اس کا دل معصوم نہیں ہے۔ اس کو ضرورت ہے کہ وہ اپنے دل کے القاءات کو نبی معصوم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی کسوٹی پر پرکھے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے۔ اور ان سے مناظرہ کیا کرتے بعض امور میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے اور بعض میں صحابہ ان سے اختلاف فرمایا کرتے تھے۔ آپ ان کو اور وہ آپ کو کتاب وسنت سے دلائل سنایا کرتے تھے۔ مناظرہ کر کے اپنی بات منوایا کرتے۔ لیکن یہ کبھی نہ کہتے تھے کہ میں محدث ہوں، ملہم ہوں اور مجھ سے خطاب ہوتا ہے۔ اسی لئے تم لوگوں کو میری بات مان لینی چاہیے اور متابلہ نہیں کرنا چاہیے جو شخص ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کے دوست اس کو ولی اللہ کہیں اور یہ سمجھیں کہ اس سے خطاب ہوتا ہے اس لئے اس کے پیروؤں پر اس کی ہر بات مان لینا ضروری ہے۔ اس سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے اور کتاب وسنت ملحوظ رکھنے کے بغیر ہی اس کا حال تسلیم کر لینا چاہیے تو یہ مدعی اور اس کے دوست جو اس دعویٰ میں شریک ہیں خطا کار ہیں اور ایسے لوگ گمراہ ترین لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اس سے افضل ہیں آپ امیر المومنین ہیں۔ تاہم مسلمان ان سے جھگڑتے تھے اور کتاب وسنت کے مطابق آپ لوگوں پر اور لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ میں فرق:

اُمت کے تمام سلف صالحین اور ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز رسول اللہ ﷺ کے باقی کوئی شخص بھی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعض قول قبول کئے جا سکتے ہیں اور بعض ترک کئے جا سکتے ہیں اور یہ انبیاؑ اور غیر انبیاء کا فرق ہے۔ انبیاءؑ صلوات اللہ علیہم اللہ عزوجل سے جو باتیں لائیں ان سب پر ایمان لانا ضروری اور ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے۔ لیکن اولیاءؒ کے ہر حکم کی اطاعت واجب نہیں ہے اور نہ ان کی ہر خبر پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ ان کا حکم اور ان کی خبر کتاب وسنت کے سامنے پیش کی جائے گی جو کتاب وسنت کے موافق



نکلا وہ مان لیا جائے گا۔ اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو وہ رد کر دیا جائے گا۔ اگر چہ کتاب وسنت کے خلاف بات کہنے والا اولیاء اللہ ہی میں سے کیوں نہ ہو اور وہ مجتہد ہی کیوں نہ ہو۔ جس کی خطا معاف کر دی گئی ہو اور اسے اجتہاد کا اجر بھی دے دیا گیا ہو؟ لیکن جب اس کا قول کتاب وسنت کے مخالف ہو گا۔ تو اس میں وہ خطار کار سمجھا جائے گا اور جو شخص حسبِ استطاعت خدا سے ڈرتا رہے۔ اس کی خطا معاف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ①

جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور یہ تفسیر ہے اللہ کے اس قول کی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ②

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہؓ فرماتے ہیں کہ اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کی یاد کی جائے اور اس کو فراموش نہ کیا جائے۔ اس کا شکر کیا جائے اور ناشکری نہ کی جائے اور یہ سب کچھ حسبِ استطاعت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ③

اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو کام وہ کریگا اس کا ثواب ہوگا تو اسی کے لئے اور عذاب ہوگا تو اسی کو ہوگا۔

اور فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ④

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے مقدور بھر نیک عمل بھی کئے اور ہم تو

(۱)۔(تغابن:۶۴/۱۶)(۲)۔(آل عمران:۳/۱۰۲) (۳)۔(البقرہ۲/۲۸۶) (۴)۔(الاعراف:۷/۴۲)

کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا ہی نہیں کرتے یہی لوگ جنتی ہوں گے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور فرمایا:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ①

انصاف کے ساتھ پوری پوری ماپ کرو اور پوری پوری تول۔ ہم کسی شخص پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے۔

اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے کہ انبیاءؑ جو کچھ لائے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ ②

مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور قرآن جو ہم پر اترا اس پر اور صحیفے جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اترے، ان پر اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جو کتاب ملی اس پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا، اس پر ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کا فرق نہیں سمجھتے اور اسی ایک اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اور فرمایا:

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ③

(۱)۔(الانعام:۶/۱۵۲) (۲)۔(البقرہ:۲/۱۳۶) (۳)۔(البقرہ:۲/۱تا۵)



الم، یہ وہ کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔ پرہیز گاروں کی راہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں اور اے پیغمبر! جو کتاب تم پر اتری اور جو تم سے پہلے اتریں۔ ان سب پر ایمان لاتے اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی آخرت میں من مانی مرادیں پائیں گے۔

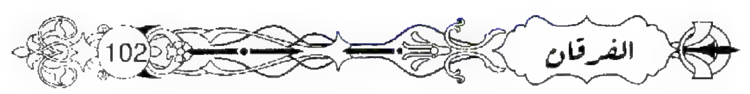
اور فرمایا:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (1)

مسلمانو! نیکی یہی نہیں کہ نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو۔ یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مالِ عزیز اللہ کی حب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہے۔ جب کسی بات کا اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگدستی اور سختی اور جنگ کے وقت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں جو دعویٰ اسلام میں سچے نکلے اور یہی ہیں جن کو پرہیز گار کہنا چاہیے۔

---

(1)۔(البقرہ۔۲/۱۷۷)



اس سب مذکور سے مراد یہ ہے کہ اولیاءؒ اللہ کے لئے کتاب وسنت کی پابندی لازمی ہے اور اولیاء اللہ میں کوئی ایسا معلوم نہیں ہو سکتا جو کتاب وسنت کو ملحوظ رکھے بغیر ہر اس بات کو جو اس کے دل میں القا ہو واجب الاتباع سمجھ لے یا کوئی اور اس کی پیروی کرے۔ اس پر اولیاءؒ اللہ کا اتفاق ہے جو شخص اس کا خلاف کرے وہ ان اولیاءؒ اللہ سے نہیں ہے۔ جن کی اتباع کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بلکہ ایسا شخص یا تو کافر ہوگا یا حد سے زیادہ جاہل ہوگا۔



مشائخ کے اقوال اور پابندیِ کتاب وسنت

سلیمانؒ دارانی کا قول:

مشائخ کے کلام میں اس طرح کی مثالیں بہت موجود ہیں۔ شیخ ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے ﴿اِنَّهٗ لَيَقَعُ فِيْ قَلْبِي النُّكْتَةُ مِنْ نُّكَتِ الْقَوْمِ فَلَا اَقْبَلُهَا اِلَّا بِشَاهِدَيْنَ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ﴾ یعنی میرے دل میں قوم کے نکتوں میں سے نکتہ وارد ہوتا ہے تو میں کتاب وسنت کی شہادت کے بغیر اسے قبول نہیں کرتا۔

حضرت جنیدؒ کا قول:

ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ﴿عِلْمُنَا هٰذَا مُقَيَّدٌ بِالْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ فَمَنْ لَّمْ يَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ وَيَكْتُبِ الْحَدِيْثَ لَا يَصْلُحُ لَهٗ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فِيْ عِلْمِنَا﴾ یعنی یہ علم (علمِ ولایت) کتاب وسنت کا پابند ہے جو شخص قرآن نہ جانے اور حدیث نقل نہ کرے وہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ ہمارے علم کے بارے میں بات تک بھی کرے (یا یہ فرمایا کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے کہ اس کی پیروی کی جائے)

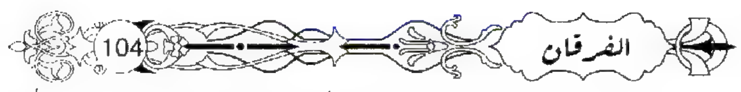
ابو عثمان نیشاپوری کا قول:

ابو عثمان نیشاپوری فرماتے ہیں ﴿مَنْ اَمَّرَ السُّنَّةَ عَلٰى نَفْسِهٖ قَوْلًا وَّفِعْلًا نَطَقَ بِالْحِكْمَةِ وَمَنْ اَمَّرَ الْهَوٰى عَلٰى نَفْسِهٖ قَوْلًا وَّفِعْلًا نَطَقَ بِالْبِدْعَةِ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ جو شخص قولاً وفعلاً اپنے نفس پر سنت کو حاکم بنائے وہ حکمت کی بات کرتا ہے اور جو قولاً فعلاً اپنے نفس پر خواہش کو حاکم بناتا ہے وہ بدعت کی بات کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ قدیم میں فرمایا ہے:۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ①

اگر رسول ﷺ کے کہے پر چلو گے تو ہدایت پاؤ گے

(۱)۔(النور:۲۴/۵۴)



ابوعمرو بن نجید فرماتے ہیں کہ ہر وہ وجد جس کی شہادت کتاب وسنت سے نہ ہو باطل ہے اوراس مقام پر بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں۔ وہ کسی آدمی کو ولی اللہ سمجھ لیتے ہیں اور ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ولی اللہ کی ہر بات قابلِ قبول اوراس کا ہر فعل قابلِ تسلیم ہوتا ہے، خواہ وہ کتاب وسنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا شخص اس کی موافقت کرنے لگتا ہے ۔اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر تمام لوگوں پر فرض قرار دی ہیں جن کی خبروں کی تصدیق جن کے احکام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور جو باتیں اہلِ جنت واہلِ دوزخ سعید وشقی کے مابین وجہِ امتیاز ہیں ان کی مخالفت کرتا ہےاور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے گا تو وہ اللہ کے اولیا اور کامیاب گروہ اور اللہ کے نیک بندوں میں سے ہوگا اور جو رسول کی اتباع نہیں کرے گا تو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے، زیاں کار اور مجرم ہے۔

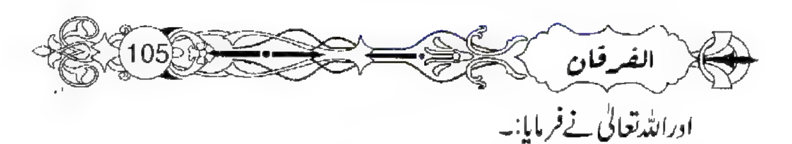
درویشوں کی اندھی تقلید اور عذاب آخرت

رسول ﷺ کی مخالفت اور ایسے شخص کی موافقت آدمی کو پہلے تو بدعت اور گمراہی کی طرف اور پھر کفر ونفاق کی طرف گھسیٹ لے جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق بن جاتا ہے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۔لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ①

اور جس دن نافرمان اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول ﷺ کے ساتھ دین کے رستے لگ لیتا، ہائے میری کم بختی! کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا، اس نے تو نصیحت کے آجانے کے بعد بھی مجھے اس سے بہکا دیا اور شیطان کا تو قاعدہ ہے کہ وقت پڑنے پر انسان کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

(۱)۔(الفرقان:۲۵/ ۲۷تا۲۹)



اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۞ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۞ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۞ (۱)

یہ وہ دن ہوگا جب کہ ان کے منہ آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے اور افسوس کے طور پر کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ کا حکم مانا ہوتا اور یہ بھی کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا اور انہوں نے ہی ہم کو گمراہ کیا تو اے ہمارے پروردگار ان کو دہرا عذاب دے اور ان پر بڑی سے بڑی لعنت کر۔

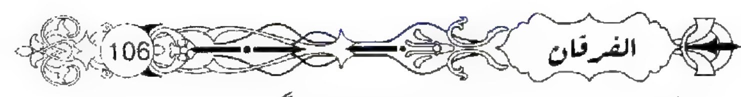
اور فرمایا:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۞ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۞ (۲)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہیے۔ ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اور جو بات ان ظالموں کو عذاب دیکھنے پر سوجھ پڑے گی۔ اے کاش اب سوجھ پڑتی کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کو ہے اور نیز یہ کہ اللہ کا عذاب بھی

---

(۱)۔(الاحزاب۳۳/۶۶تا۶۸) (۲)۔(البقرہ۲/۱۶۵تا۱۶۷)



سخت ہے (یہ ایسا ٹیڑھا وقت ہوگا) کہ اس وقت گروا پنے چیلے چانٹوں سے دست بردار ہو جائیں گے اور عذاب آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات سب ٹوٹ ٹاٹ جائیں گے اور چیلے بول اٹھیں گے کہ اے کاش ہم کو ایک دفعہ دنیا میں پھر لوٹ کر جانا ملے تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے دست بردار ہو گئے اسی طرح ہم بھی ان سے دست بردار ہو جائیں یوں اللہ ان کے اعمال ان کے آگے لائے گا کہ ان کو اعمال سرتا سر موجبِ حسرت دکھائی دیں گے۔ اور اس پر بھی ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

درویشوں کی اندھی تقلید طریقِ عیسائیت:

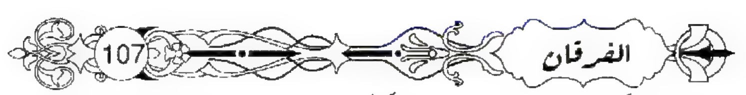
یہ لوگ ان نصاریٰ سے مشابہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پروردگار بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اللہ تعالیٰ بنالیا حالانکہ وہ مامور اس کے تھے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ جو شرک کرتے ہیں اس سے وہ پاک ہے۔ ①

مسند میں ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ عدی ابن حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں جب نبی ﷺ سے عرض کیا کہ انہوں نے ان لوگوں کی بندگی تو نہیں کی تھی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے ان کے لئے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا، انہوں نے ان کی یہ بات مان لی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے انہوں نے ان کی عبادت کی۔ ①

اس لئے ان لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے اصول کو ضائع کر کے وصول کو حرام بنا دیا کیونکہ اصل الاصول اس چیز پر ایمان لانا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ لائے۔ اللہ تعالیٰ پر، رسول پر اور اس کی شریعت پر ایمان لانا لابدی ہے اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ انسانوں، جنوں، عربوں، عجمیوں، عالموں، عابدوں، بادشاہوں اور رعیتوں الغرض تمام لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے اللہ

(۱)۔(التوبہ۔۹/۳۱)

(۲)۔[ترمذی کتاب التفسیر فی تفسیر سورۃ براءۃ۔رقم: ۳۰۹۵۔الدر المنثور ج ۳ ص ۲۳۰ وغیرہ]



عزوجل کی راہ کسی مخلوق پر اس وقت تک نہیں کھلتی جب تک وہ ظاہراً و باطناً رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہ کرے حتیٰ کہ موسیٰ ؑ عیسیٰ ؑ اور دوسرے انبیاء بھی حضور کو پالیتے تو ان پر حضور کا اتباع واجب ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (1)

اور اے پیغمبر! ان کو وہ وقت یاد دلاؤ جب کہ اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ ہم جو تم کو اپنی کتاب اور عقلِ سلیم دیں اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق بھی کرے تو دیکھو! ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا اور ان باتوں پر جو ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا ہے اس کو تسلیم کیا؟ پیغمبروں نے عرض کیا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا اچھا تو آج کے قول و اقرار کے گواہ رہو اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہم بھی ہیں تو بات کے اس قدر پکے ہونے کے بعد جو کوئی قول سے منحرف ہو تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں پیدا کیا جن سے یہ عہد نہ لیا ہو کہ اگر اس کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہوجائیں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اُمت سے یہ عہد لے لے کہ اس امت کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوجائیں تو ان کے ساتھ ایمان لائیں اور انکی مدد کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

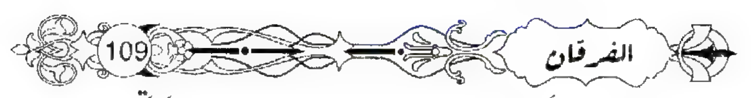
(۱)۔(آل عمران:۳/۸۱تا۸۲)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ط وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا م بَعِيْدًا○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا○ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ق فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا م بَلِيْغًا ○ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ⑴

(اے پیغمبر) کیا تم نے ان منافق مسلمانوں کے حال پر نظر نہیں کی جو منہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اتارا گیا ہے اور ان آسمانی کتابوں پر بھی جو تم سے پہلے اتاری گئی ہیں اور چاہتے ہیں یہ کہ اپنا مقدمہ ایک شریر کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا جا چکا ہے کہ اس کی بات نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بھٹکا کر راہ راست سے بڑی دور لے جائے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ نے جو حکم اتارا، اس کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں تو تم ان منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تمہارے پاس آنے سے رکتے ہیں تو اس وقت ان کی کیسی کچھ رسوائی ہوگی جب ان ہی کے اپنے کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو تمہارے پاس قسمیں کھاتے

---

(۱)۔ (النسآء۴/۶۰تا۶۵)

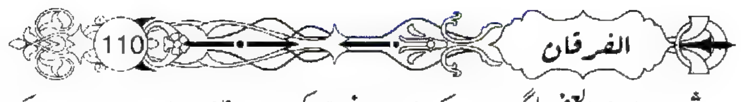


ہوئے دوڑے آئیں کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی یہ ایسے آدمی ہیں جو فساد ان کے دلوں میں ہے بس خدا ہی کو خوب معلوم ہے تو اے پیغمبر ان کے پیچھے نہ پڑو اور ان کو سمجھا دو اور ان سے ایسی باتیں کرو کہ اچھی طرح ان کے ذہن نشین ہو جائیں اور جو رسول ﷺ ہم نے بھیجا، اس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود یہی رہا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے اور جب ان لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر اس وقت یہ لوگ تمہارے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ ان کی معافی چاہتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ پس اے پیغمبر تمہارے ہی پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑے تم سے ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کردو اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ قبول کرلیں۔ جب تک ایسا نہ کریں یہ مومن نہیں ہو سکتے۔

غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں۔ اس وقت تک ان کو ایمان سے بہرہ نہیں اور جس نے ذرا بھی رسول کی شریعت کی مخالفت کی اور جسے وہ ولی اللہ سمجھتا رہا۔ اس کا مقلد بنا رہا، اس نے اپنی اس بات کی بنا اس پر رکھی کہ وہ ولی اللہ ہے اور ولی اللہ کی کسی بات کی مخالفت نہ کی جائے۔ حالانکہ اگر یہ شخص سب سے بڑے اولیاء اللہ میں سے ہو جیسے کہ صحابہ کرام اور تابعین تھے تو جب بھی اس کی وہ بات نہ مانی جائے گی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو، چہ جائیکہ ان سے کم درجے کے اولیاء کی باتیں مانی جائیں۔

خوارقِ عادات اور اولیاء:

بسا اوقات تو ایسا دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کو محض اس بنا پر ولی اللہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس سے بعض خوارقِ عادات اور بعض عجیب تصرفات ظاہر ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی طرف اشارہ کردے اور وہ مر جائے۔ یا ہوا میں اڑ کر مکے وغیرہ پہنچ جائے یا کبھی کبھی پانی پر چلے، یا ہوا سے لوٹا بھر لے یا بعض اوقات غیب سے خرچ کرے یا کبھی کبھی لوگوں کی آنکھوں سے



روپوش ہو جائے یا بعض لوگ اس کے پاس دادخواہی کریں وہ غائب یا مردہ ہو اور اس کے باوجود وہ اسے دیکھیں کہ وہ آیا اور حاجت پوری کر دی، یا وہ لوگوں کو گم شدہ چیزوں کی خبر دے۔ کسی گم شدہ آدمی یا مریض کا حال بتائے وعلیٰ ہذا القیاس۔ ان باتوں میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی دلیل ہو کہ ان اوصاف والا آدمی ولی اللہ ہے بلکہ اولیاء اللہ اس پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑے یا پانی پر چلے تو اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ جب تک کہ یہ نہ دیکھ لیا جائے کہ وہ کہاں تک رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرتا اور امر و نہی پر ان کے موافق چلتا ہے۔

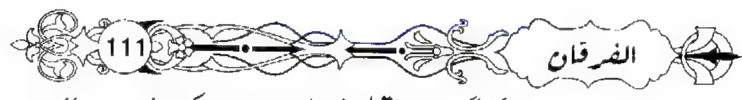
اور اولیاء اللہ کی کرامات ان خوارق العادات سے بہت بڑی ہوتی ہیں۔ ان خوارق عادات والا آدمی ولی اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عدو اللہ بھی کیونکہ خوارقِ عادات کفار، مشرکین، اہل کتاب، منافقین، اہلِ بدعت اور شیاطین میں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ خیال کرنا جائز نہیں ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کچھ باتیں ہوں وہ ولی اللہ ہے۔ بلکہ اولیاء اللہ کا اعتبار ان کی صفات، ان کے افعال اور ان کے حالات سے ہوتا ہے جو کتاب وسنت کے تابع ہوں اور ان کی پہچان ایمان و قرآن کی روشنی سے اور شریعت ظاہری اور یقینِ باطنی کے حقائق سے ہوتی ہے۔

مجذوب! نجاستوں اور کتوں کے ساتھی:

مثال کے طور پر غور کیجئے کہ اس طرح کی خلافِ عادت باتیں بعض اوقات ایسے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو وضو بھی نہیں کرتے، فرض نمازیں بھی ادا نہیں کرتے۔ نجاستوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ کتوں کی محفل میں بیٹھے رہتے ہیں۔ حماموں، قبرستانوں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پڑے رہتے ہیں، ان سے بدبو آتی ہے، شرعی غسل و وضو نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس گھر میں جنبی یا کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے'' ①

---

(۱)۔[ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یؤخر الغسل، رقم: ۲۲۷۔ نسائی کتاب الطہارۃ باب فی الجنب اذا لم یتوضا رقم: ۲۶۲ مسند احمد ج ۱ ص ۸۰]



اوران بلوں یا پاخانے کی جگہوں کے متعلق فرمایا کہ ”یہ شیطان کی سیر گاہیں ہیں“۔①

فرمایا کہ ”جو شخص ان دو خبیث درختوں سے کھائے گا وہ ہماری اس مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ جن چیزوں سے بنی آدم کو تکلیف ہوتی ہے، ان چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے یعنی پیاز اور گندنا۔ ②

فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو پسند کرتا ہے۔ ③

پھر فرمایا ”اللہ تعالیٰ شائستہ ہے اور شائستگی کو پسند کرتا ہے“ ④

نیز فرمایا ”پانچ چیزیں بری ہیں جو حل اور حرم دونوں میں قتل کی جائیں۔ سانپ، چوہا، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا“۔ ایک روایت میں سانپ اور بچھو کا لفظ آیا ہے۔⑤

نبی ﷺ نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور فرمایا ”جس نے کتا رکھا اور وہ کتا حالانکہ کھیتی اور دودھ دینے والی چیزوں کی حفاظت کر کے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ تو اس کے عمل میں سے ہر روز قیراط؎ بھر کمی ہوتی رہتی ہے۔“ ⑥

اور فرمایا ”ان لوگوں کے ساتھ فرشتے نہیں رفاقت کرتے جن کے ساتھ کتا ہو۔“ (۷)

اور فرمایا ”جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیے جس میں سے ایک مرتبہ مٹی بھی ملی جائے۔“ ⑧

(۱)۔[ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء، رقم:۶ ابن ماجہ کتاب الطھارۃ باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء، رقم:۲۹۶]

(۲)۔[بخاری کتاب الاذان باب ماجاء فی الثوم النی والبصل والکراث رقم:۸۵۶ مسلم کتاب المساجد باب النہی من اکل ثوما او بصلا او کراثا برقم ۱۲۵۲] (۳)۔[مسلم کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقۃ رقم ۲۳۴۶]

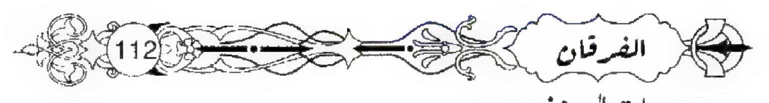
(۴)۔[ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی النظافۃ رقم ۲۷۹۰]

(۵)۔[بخاری کتاب فی جزاء الصید باب مایقتل المحرم من الدواب ۱۸۲۸۔ مسلم کتاب الحج باب ماندب للمحرم ۲۸۶۶]

(۶)۔[بخاری کتاب الحرث والمزارعۃ باب اقتناء الکلب للحرث رقم:۲۳۲۳]

(۷)۔[مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان...... رقم:۵۵۱۱]

(۸)۔[بخاری کتاب الوضوء باب اذا شرب الکلب فی اناء رقم:۱۷۲] ؎ قیراط بقدر تین رتی ایک وزن ہوتا ہے۔



اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

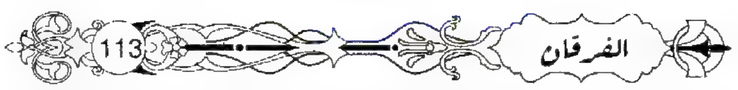
وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (1)

اور میری رحمت ہر چیز تک وسیع ہے، میں ان لوگوں کے لئے رحمت لکھ دوں گا جو کہ ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں کو مانتے ہیں اور اس رسول کا اتباع کرتے ہیں جو وہی نبی اُمی ہے جسے وہ اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور جو ان کو نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے۔ پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے ان کے بوجھ ان سے اتارتا ہے اور جن پھانسیوں میں جکڑے ہوئے تھے ان سے نجات دلاتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا ساتھ دیتے ہیں، اس کی مدد کرتے ہیں اور جو نور اس کے ساتھ نازل ہوا اس کا اتباع کرتے ہیں، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اولیاء الشیطان کی علامات:

جب وہ شخص ان ناپاک اور خبیث چیزوں کے ساتھ ملا جلا رہے جو شیطان کو پسند ہیں یا حماموں اور کوڑے کرکٹ کے گندے ڈھیروں میں پڑا رہے جہاں شیطان موجود رہتے ہیں یا سانپوں بچھوؤں اور بھڑوں کو اور کتے کے کانوں کو جو کہ پلید اور خبیث چیزیں

(1)۔(الاعراف:۷/۱۵۶تا۱۵۷)



ہیں کھا جائے یا پیشاب یا دوسری نجاستیں جنہیں شیطان پسند کرتا ہو پی جائے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعا کرے اور مخلوقات سے دادخواہی کرے اور ان کی طرف توجہ کرے یا اپنے پیر کی جانب سجدہ کرے اور خالص رب العالمین کا مطیع نہ ہو یا کتوں اور آگ کے ساتھ میل جول رکھے یا ڈھیروں اور پلید جگہوں میں پڑا رہے۔ یا قبرستانوں اور یہود نصاریٰ یا مشرکین وکفار کی قبروں کی طرف مقام کرے، قرآن سننے کو پسند نہ کرے اور اس سے نفرت کرے اور اس پر سرودوں اور شعروں کے سننے کو ترجیح دے اور شیطانی آلاتِ طرب کے سننے کو رحمانی کلام سننے پر ترجیح دے تو یہ سب شیطان کے دوستوں کی علامتیں ہیں نہ کہ رحمٰن کے دوستوں کی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے نفس کے متعلق سوال کرے تو قرآن سے کرے اگر وہ قرآن سے محبت رکھتا ہوگا۔ تو اللہ سے محبت ہوگی۔ اگر قرآن سے بغض رکھتا ہے تو اللہ اور رسول سے بغض رکھتا ہوگا

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر ہمارے دل پاک ہوں تو اللہ عزوجل کے قرآن سے کبھی سیر نہ ہوں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی دل میں ایمان کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی سبزی کو اور گانا نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جیسے پانی سبزی کو اگاتا ہے۔

اولیاء الرحمٰن کی علامات:

اگر وہ شخص ایمان کے باطنی حقائق سے آگاہ ہو، احوالِ رحمانی اور احوالِ شیطانی میں فرق کر سکتا ہو تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نور ڈال دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوا بِرَسُولِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس رسول پر ایمان لاؤ تاکہ تمہیں اپنی

---

(۱)۔(الحدید:۵۷/۲۸)

رحمت سے دو حصے بخشے اور تمہارے لئے ایسا نور پیدا کرے جس کے ذریعے تم چلو پھرو اور تمہیں معاف کر دے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اور فرمایا:۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ①

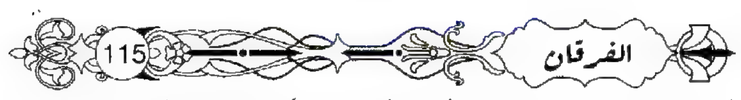
اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے سے تو نہ جانتا تھا کہ کتاب اور ایمان کا ہے لیکن ہم نے اسے ایک نور بنا دیا ہے اس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ پر لاتے ہیں۔

یہ شخص ان مومنین میں سے ہے جن کے بارے میں وہ حدیث آئی ہے جسے ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔" ②

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس سے پہلے اس حدیث کا ذکر آ چکا ہے جسے بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے، چنانچہ مجھی سے سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے پکڑتا ہے اور مجھی سے چلتا ہے۔ اگر مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے دے دیتا ہوں۔ اگر مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دے دیتا ہوں اور جو کچھ بھی مجھے کرنا ہو اس میں سے کسی چیز پر مجھے اس درجہ تردد نہیں ہوتا جتنا اس بندۂ مومن کی روح قبض

(۱)۔(شوریٰ:۴۲/۵۲)

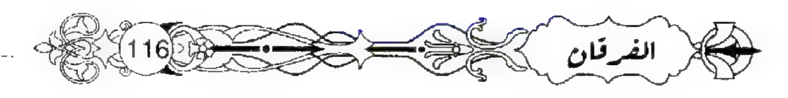
(۲)۔[ترمذی کتاب التفسیر سورۃ الحجر رقم:۳۱۲۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے]



کرنے کے وقت ہوتا ہے۔ جو موت کو ناپسند کرتا ہو جس کی دل آزاری مجھے ناپسند ہو حالانکہ یہ ضروری امر ہے۔ ①

جب کوئی بندہ ایسے بندوں میں سے ہو تو وہ اولیاءِ رحمٰن اور اولیاءِ شیطان کے درمیان اسی طرح فرق کرتا ہے جس طرح صرّاف کھرے اور کھوٹے درہم میں تمیز کرتا ہے اور جس طرح گھوڑوں کو پہچاننے والا اچھے اور خراب گھوڑے میں فرق پہچان لیتا ہے اور جس طرح اچھا شاہسوار بہادر اور ڈرپوک کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے اور جس طرح سچے نبی اور متنبّی (متنبّی جھوٹے نبی کو کہتے ہیں) کے درمیان فرق کرنا واجب ہے اور محمد صادق وامین رسول رب العالمین ﷺ، موسیٰ، مسیح اور دیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں اور مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ اسدی، حرث دمشقی اور بابائے رومی وغیرہ جھوٹوں میں فرق کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے متقی اولیاء اور شیطان کے گمراہ دوستوں میں بھی فرق ہے۔ (کیا جائے گا)

ا۔ (بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب التواضع رقم الحدیث ۶۵۰۲)



تمام انبیاءؑ کا دین واحد ہے۔

حقیقت یعنی دینِ رب العالمین کی حقیقت تو وہ چیز ہے جس پر انبیا و مرسلین کا اتفاق ہے۔ اگرچہ ان میں ہر ایک کے لئے جداگانہ راہ و منہاج ہے۔ یعنی فروعات مختلف ہیں۔

شریعت اور منہاج کا فرق اور مراد:

راہ کے لئے قرآن کریم میں شرعۃ کا لفظ آیا ہے، جس سے مراد شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ①

تم میں سے ہر ایک فریق کے لئے ہم نے ایک شریعت ٹھہرائی اور طریقہ خاص۔

اور فرمایا:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ②

پھر اے پیغمبر! ہم نے تم کو دین کی ایک شریعت یعنی اسلام سے لگا دیا ہے تو تم اس سڑک پر چلے جاؤ اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو ان باتوں کا علم نہیں اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے اور نافرمان لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں ایک اور پرہیزگاروں کا ساتھی اللہ ہے۔

منہاج راستے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ط وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ ③

اور اے پیغمبر! ان لوگوں کو کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہلِ مکہ دین کے سیدھے

---

(۱)۔(المائدہ:۵/ ۴۸) (۲)۔(الجاثیۃ:۴۵/ ۱۸، ۱۹) (۳)۔(الجن:۷۲/ ۱۶، ۱۷)

رستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ سے کی
نعمت میں ان کی شکر گزاری کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے
روگردانی کرے گا۔ تو وہ اس کو سخت عذاب میں لے جا کر داخل کرے گا۔

شرعت بمنزلہ دریا کے ہے اور منہاج اس وادی کو کہتے ہیں جس میں وہ بہتا ہے۔
منزلِ مقصود دین کی حقیقت ہے۔ یعنی اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت ہے۔ یہ دین اسلام کی حقیقت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ رب العالمین کے سامنے گردن نہاد ہو جائے اور اس کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائے۔ جو شخص اللہ کے سوا کسی کے سامنے گردن نہاد ہوتا ہے وہ مشرک ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو نہیں بخشتا جو اس سے شرک کرے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے گردن نہاد نہ ہو اور اس کی عبادت سے بر سبیل تکبر روگردانی کرے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (1)

جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔ عنقریب مرنے کے بعد ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

ہر زمانے کا دین اسلام:

دینِ اسلام پہلے اور پچھلے نبیوںؑ اور مرسلوںؑ کا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ (2)

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی مذہب تلاش کرے تو اس کی یہ سعی کبھی قبول نہ ہو گی۔

یہ آیت ہر زمانہ کے لئے عام ہے اور ہر جگہ کے لئے صادق ہے۔ نوحؑ، ابراہیمؑ، یعقوبؑ، ان کی اولاد، موسیٰؑ، اور عیسیٰؑ اور ان کے حواری سب کا مذہب اسلام تھا اور وہ اللہ

(1)۔(غافر:۴۰/۶۰) (۲)۔(آل عمران:۳/۸۵)

وحدہ لاشریک کی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ط اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (۱)

اے میری قوم! اگر میرا رہنا اور اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سمجھانا تم پر گراں گزرتا ہے تو میرا بھروسہ اللہ ہی پر ہے پس تم اور تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرالو پھر تمہاری وہ بات تم میں کسی پر مخفی نہ رہے تاکہ سب اس تدبیر کی تکمیل میں شریک ہوسکیں۔ پھر جو کچھ تم کو کرنا ہے میرے ساتھ کر چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ پھر اگر تم میرے سمجھانے سے منہ موڑ بیٹھے تو میں نے تم سے کچھ مزدوری تو مانگی نہ تھی میری مزدوری تو بس خدا پر ہے اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرمانبرداروں کے زمرے میں ہوں۔

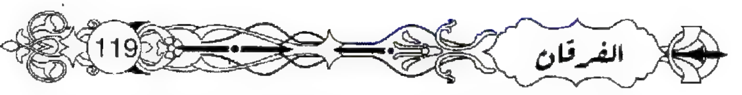
اور فرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ط يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (۲)

اور کون ہے جو ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور بے شک ہم نے ان کو دنیا میں بھی انتخاب کرلیا تھا۔ اور آخرت میں بھی وہ نیکوں کے زمرے میں ہوں گے جب ان سے ان کے پروردگار نے کہا کہ

---

(۱)۔(یونس۱۰/۷۱،۷۲) (۲)۔(البقرہ:۲/۱۳۰تا۱۳۲)



ہماری ہی فرمانبرداری کرو تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوا اور اس طریقے کی نسبت ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے اور یعقوب بھی کہ بیٹا اللہ نے تمہارے اس دین کو تمہارے لئے پسند فرمایا ہے پس تم مسلمان ہی مرنا۔

اور فرمایا:

وَقَالَ مُوسَى يَاقَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ①

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اے میری! قوم اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اس پر بھروسہ کرو۔ اگر تم مسلم ہو۔

اور جادوگروں نے کہا:۔

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ②

اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کی پکھالیں انڈیل دے اور فرمانبرداری کی حالت میں ہمیں دنیا سے اٹھا لے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ○ ③

مجھے بحالتِ اسلام دنیا سے اٹھا اور نیک لوگوں کے ساتھ میرا ساتھ کر۔

بلقیس نے کہا:۔

وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ ④

میں سلیمان کے ساتھ پروردگار کے سامنے جھک گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ

---

(۱)۔(یونس۔۱۰/۸۴) (۲)۔(الاعراف ۷/۱۲۶) (۳)۔(یوسف:۱۲/۱۰۱) (۴)۔(النمل:۱۶/۴۴)

وَالْاَحْبَارُ ①

فرمانبردار انبیاء اسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں اور مشائخ و علماء بھی۔

اور حواریوں نے کہا۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ②

ہم خدا کے ساتھ ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔

پس انبیاءؑ کا دین ایک ہے۔ خواہ شریعتیں مختلف النوع ہوں۔ جیسا کہ صحیحین میں نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِيْنُهُم وَاحِدٌ ③

ہم انبیًا کی جماعت ہیں ہمارا دین ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ ④

تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے دین کا وہی رستہ ٹھہرایا ہے جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی اور اس پر چلنے کا حکم اے پیغمبر! ہم نے تمہاری طرف بھی بھیجا ہے اور اس پر چلنے کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا اور وہ رستہ یہ ہے کہ دین کو قائم کرو۔ اس میں تفرقہ نہ ڈالو، اے پیغمبر! جس بات کی طرف تم دعوت دیتے ہو وہ مشرکین کو شاق گزرتی ہے۔

اور فرمایا:۔

---

(۱)۔(المائدہ:۵/۴۴) (۲)۔(آل عمران:۳/۵۲)

(۳)۔(روایت بالمعنی ہے اور لمبی حدیث کا حصہ ہے صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم ۳۴۴۳)

(۴)۔(شوریٰ:۴۲/۱۳)

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ○ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ○ ①

اے گروہ پیغمبراں! اچھی چیزیں کھاؤ، نیک کام کرو جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں واقف ہوں۔ تمہاری یہ جماعت ایک جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس مجھی سے ڈرو۔ پھر (لوگوں نے آپس میں پھوٹ کر کے) اپنا اپنا دین جدا جدا کر لیا۔ اب جو دین جس فرقے کے پاس ہے، وہ اسی سے خوش ہے۔

انعام یافتہ لوگ:

سلف صالحین، ائمہ مجتہدین اور تمام اولیاء اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاءؑ ان اولیاءؒ سے افضل ہیں جو انبیا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن سعادت مندوں پر انعام فرمایا ہے۔ ان کے چار مراتب قرار دیئے ہیں۔ فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ○ ②

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں انہیں ان لوگوں کا ساتھ حاصل ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی انبیاء، صدیق، شہدا اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

اور حدیث میں ہے کہ نبیوںؑ اور مرسلوںؑ کے بعد کسی ایسے شخص پر سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب جو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ ③

اور تمام امتوں سے افضل محمد ﷺ کی امت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ④

---

(۱)۔(المومنون:۲۳/۵۱تا۵۳) (۲)۔(النساء:۴/۶۹)

(۳)۔| مجمع الزوائد ج۹ ص۴۴ | (۴)۔(آل عمران:۳/۱۱۰)

لوگوں کی راہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان سب میں سے تم بہتر ہو۔

اور فرمایا:۔

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ①

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کا ہم نے انتخاب کیا تھا۔

اَنْتُمْ تُوَفُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ ②

تم ستر ۷۰ امتوں میں سے آخری امت ہو اور ان سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عزیز بھی ہو۔

محمد ﷺ کی امت میں بھی قرنِ اول افضل ہے۔ نبی ﷺ سے کئی وجوہ سے ثابت ہے کہ حضور نے فرمایا ''تمام قرون میں سے وہ قرن افضل ہے جس میں میں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جو اس قرن والوں سے متصل ہیں اور پھر ان کے بعد آنے والے لوگ'' اور یہ صحیحین میں کئی وجوہ سے ثابت ہے۔ ③

صحیحین ہی میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے صحابیوں کو گالی نہ دو کیونکہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی کوہ احد کے برابر سونا بھی خرچ کر ڈالے تو ان صحابیوں کے سیر یا آدھ سیر کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا'' ④

سابقون الاوّلون یعنی مہاجرین وانصار تمام صحابہ میں افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

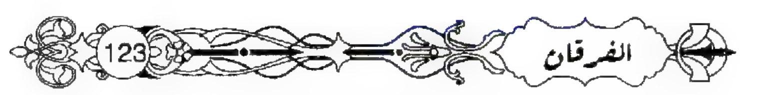
---

(۱)۔(الفاطر:۳۵/۳۲)

(۲)۔[ابن ماجہ کتاب الزھد باب صفۃ امۃ محمد ﷺ ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ آل عمران رقم ۳۰۰۱]

(۳)۔[بخاری کتاب الشھادات باب لایشھد علی شھادۃ جور اذا شھد رقم ۲۔۲۶۵۱۔ و مسلم کتاب الفضائل باب فضائل الصحابۃ ثم الذین یلونھم رقم ۶۴۶۹]

(۴)۔[بخاری کتاب المناقب باب قول النبی لو کنت متخذا رقم ۳۶۷۳ مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابۃ رقم ۶۴۸۷]۔



لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ ①

تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے قبل مال خرچ کیا اور جہاد کیا تم سے برابر نہیں بلکہ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا اور بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ کر رکھا ہے۔

اور فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ②

مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان لائے اور جو لوگ نیکی کرنے میں ان کے قدم بقدم چلے، اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

سابقون الاولون وہ ہیں جنہوں نے فتح سے قبل مال خرچ کئے اور لڑائیاں لڑیں۔ اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ وہ مکہ کی اولین فتح ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۙ ③

اے پیغمبر! ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کرادی تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے۔

لوگوں نے عرض کی "یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے" تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔④

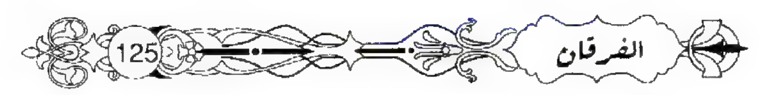
(۱)۔(الحدید۔۵۷/۱۰) (۲)۔(التوبہ:۹/۱۱۰) (۳)۔(الفتح:۴۸/۱،۲)

(۴)۔[ابوداؤد کتاب الجہاد باب فیمن اسھم لھم سھم۔ مسند احمد ج۳ ص۴۲۰ دارقطنی حاکم]

سابقین اولین میں سے بھی خلفاء اربعہ افضل ہیں اور ان چاروں میں ابوبکر افضل ہیں، پھر عمر افضل ہیں، پھر صحابہؓ اور ان کے مخلص تابعین، ائمہ کرام اور جمہور امت کا اسی پر اتفاق ہے۔ اس کے دلائل بسط و تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی ایک اور کتاب (منہاج اہل السنۃ النبویہ فی نقض کلام اہل الشیعۃ) میں بیان کر دیئے ہیں۔ اور یہ حقیقت تو اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کی تمام جماعتوں کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ نبی ﷺ کے بعد امت کی افضل ترین شخصیت خلفاء ہی میں سے ہے۔ صحابہؓ کے بعد آنے والی کوئی ہستی صحابہؓ سے افضل نہیں ہو سکتی اور اولیاء اللہ میں سے افضل وہی ہے جسے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا سب سے زیادہ علم ہو اور اس کی پیروی میں سب سے آگے ہو۔ صحابہ کرام رسول ﷺ کے دین کے سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے میں تمام امت میں سب سے کامل ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔

خاتم النبیین اور خاتم الاولیاء:

ایک غلط رو جماعت نے خاتم الانبیاء پر یہ کہہ دیا ہے کہ خاتم الاولیاء، افضل الاولیاء ہے حالانکہ خاتم الاولیاء کا ذکر تک بھی مشائخ متقدمین میں سے بجز محمد بن علی الحکیم ترمذی کے کسی نے نہیں کیا۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی اور اس میں کئی جگہ غلطیاں کی ہیں پھر متاخرین میں سے ایک گروہ ایسا پیدا ہوا جس میں سے ہر ایک شخص اس کا مدعی ہوا کہ وہ خاتم الاولیاء ہے۔ ان میں سے بعض کا یہ دعویٰ ہے کہ علم باللہ کے لحاظ سے خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء سے افضل ہے اور انبیاءؑ اس کے ذریعہ علم باللہ حاصل کرتے ہیں۔ ابنِ عربی صاحب ''فتوحات مکیہ'' نے اپنی کتاب الفصوص میں یہی لکھا ہے اور اس میں انہوں نے شریعت اور عقل کا بھی خلاف کیا ہے۔ اور انبیاؑ اولیاءؒ کا بھی یہ کہنا کہ علم باللہ کے لحاظ سے خاتم الاولیاء خاتم الانبیاءؑ سے افضل ہے اور انبیاء خاتم الاولیاء سے علم باللہ حاصل کرتے ہیں، عقل و قرینہ سے ایسا ہی بعید ہے جیسا کہ یہ کہنا کہ ''ان کے نیچے سے چھت گر کر آپڑی''۔



انبیاءؑ اولیاءؒ سے افضل ہیں۔

اپنے اپنے زمانہ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ بھی اس امت کے اولیاء سے افضل ہیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء اس شخص سے علم باللہ حاصل کریں جو ان کے بعد آئے اور خاتم اولیاء ہونے کا مدعی ہو اور یہ بھی نہیں کہ جو ولی تمام اولیاء کے بعد میں آئے۔ وہ تمام پر فضیلت بھی رکھے۔ آخری نبی کا افضل ہونا البتہ نصوص سے ثابت ہے چنانچہ محمد ﷺ نے فرمایا ہے

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ ①

میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ کہنا بطور فخر نہیں۔

نیز حضور فرماتے ہیں کہ میں جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا اور اس کے کھولنے کا مطالبہ کروں گا۔ خازن کہے گا۔ ''آپ کون ہیں؟'' میں کہوں گا ''محمد!'' تو خازن کہے گا کہ ''مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں''۔

شب معراج کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا درجہ تمام انبیاءؑ سے بلند کر دیا۔②

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ○ ③

ہم نے بعض انبیاءؑ کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اور بعض کے درجے بلند ہیں۔

اس آیت کے سب سے زیادہ مستحق حضور ﷺ ہیں۔

خاتم النبیین ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا مقابلہ:

اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس اللہ تعالیٰ

۱۔ [بخاری کتاب الانبیاء باب ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ مسلم کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا۔ ترمذی کتاب المناقب باب سلوا اللہ لی الوسیلۃ۔ رقم ۳۶۱۵...... مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۰، ۴۳۵]

(۲)۔[صحیح مسلم۔ کتاب الایمان باب فی قول النبی انا اول الناس رقم الحدیث ۴۸۶] (۳)۔(البقرۃ:۲/۲۵۳)

کی طرف سے وحی آتی ہو اور خصوصا محمد ﷺ اپنی نبوت میں کسی اور کے محتاج نہیں ہو سکتے۔ ان کی شریعت کسی سابق و لاحق کی محتاج نہیں ہوتی۔ بخلاف مسیح علیہ السلام کے جنہوں نے اپنی شریعت میں اکثر تورات کا حوالہ دیا ہے اور خود صرف شریعتِ موسوی کی تکمیل کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ نصاریٰ مسیح علیہ السلام سے پہلے کی نبوتوں تورات و زبور اور چوبیس کے چوبیس نبیوں کے محتاج تھے۔ ہم سے پہلی امتیں محدثین و ملہمین کی محتاج ہوتی تھیں لیکن امتِ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ ان کو نہ کسی نبی کی ضرورت باقی ہے اور نہ کسی محدث کی۔ بلکہ ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام فضائل و معارف اور اعمالِ صالحہ جو کہ دیگر انبیا میں متفرق طور پر موجود تھے جمع کر دیئے ہیں۔ آپ کو جو فضیلت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے وہ اس سبب سے ہوئی ہے کہ آپؐ کی طرف وحی بھیجی گئی ہے اور آپ ﷺ پر احکام و شرائع نازل ہوئی ہیں۔ اور تنزیل و تشریع میں کسی دوسرے بشر کی وساطت وقوع میں نہیں آئی۔ بخلاف اولیاء کے جن کو اگر محمد ﷺ کی رسالت پہنچ چکی ہوں۔ تو وہ صرف حضور ﷺ کے اتباع سے ولی اللہ بن سکتے ہیں اور جب بھی ان کو ہدایت یا راہِ حق حاصل ہو گا۔ محمد ﷺ کی وساطت سے حاصل ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس

جس شخص کو کسی رسول کی رسالت بھی پہنچی ہو۔ وہ اس رسول کے اتباع کے بغیر ولی نہیں بن سکتا اور جو یہ دعویٰ کرے کہ بعض اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو محمد ﷺ کی رسالت پہنچی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے بعض رستے ان کے پاس ایسے ہیں۔ جن میں وہ محمد (ﷺ) کے محتاج نہیں ہیں وہ شخص کافر اور بے دین ہے۔

وہ مدعیانِ اسلام جو یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں:

اور جو شخص یہ کہے کہ میں علمِ ظاہر میں تو محمد ﷺ کا محتاج ہوں لیکن علمِ باطن میں نہیں ہو۔علمِ شریعت میں محتاج ہوں اور علمِ حقیقت میں ان سے مستغنی ہوں ۔ وہ شخص ان یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) ناخواندہ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں نہ کہ اہل کتاب کی طرف ۔ یہود و نصاریٰ رسالت کے ایک حصہ پر ایمان لائے اور ایک سے انکار کیا اس وجہ سے کافر قرار پائے اسی طرح وہ شخص جو کہتا ہے کہ محمد (ﷺ) علم ظاہر لائے ہیں نہ کہ علمِ باطن، ایک حصہ پر ایمان لاتا ہے اور دوسرے سے انکار کرتا ہے۔اس وجہ سے کافر ہے۔ یہ شخص یہود و نصاریٰ سے بدتر کافر اس وجہ سے ہے کہ علمِ باطن دلوں کے ایمان اور دلوں کے معارف و احوال کا علم ہے۔ ایمان کے حقائق باطنہ کا علم ہے۔اس لئے اسلام کے صرف ظاہری اعمال کے علم سے اشرف و افضل ہے۔ جب یہ شخص یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ محمد ﷺ ان ظاہری امور سے واقف ہیں نہ کہ حقائق ایمان سے۔اور وہ ان حقائق کو کتاب و سنت سے اخذ نہیں کرتا۔وہ اس امر کا دعویدار ہے کہ جو حصہ اسے رسول کی وساطت سے حاصل ہوا ہے وہ دوسرے حصے سے کمتر ہے اور یہ اس شخص سے بدتر ہے جو کہتا ہے کہ "میں بعض پر ایمان لاتا ہوں اور بعض کا انکار کرتا ہوں" لیکن یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ جس حصہ پر میں ایمان لاتا ہوں ۔ وہ دونوں حصوں میں سے کمتر حصہ ہے، ان مدعیانِ اسلام ملاحدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے شعر پڑھتے ۔

مَقَامُ النُّبُوَّةِ فِي بَرْزَخٍ فُوَيْقَ الرَّسُوْلِ وَدُوْنَ الْوَلِيِ

آنحضرت ﷺ کی ولایت کی حیثیت:

اور یہ کہتے ہیں کہ ہم محمد (ﷺ) کی ولایت میں جو کہ ان کی رسالت سے بزرگتر ہے شریک ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کا یہ دعویٰ ان کی عظیم ترین گمراہی پر مبنی ہے۔ کیونکہ ولایت میں محمد ﷺ کے مثیل ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام تک نہ ہو سکے۔تو یہ ملحد کس کھیت کی مولی ہیں ۔ ہر رسول نبی اور ولی ہوتا ہے۔پس رسول نبی بھی ہوتا ہے اور ولی بھی۔ رسالت



میں نبوت اور نبوت میں ولایت شامل ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ قیاس کریں کہ رسول صرف نبی ہوتا ہے ولی نہیں ہوتا۔ تو یہ قیاس ممتنع ہے کیونکہ اگر وہ صرف نبی ہوتا تو اولیاء اللہ کا وجود ہی نہ ہوتا۔ رسول کی نبوت اس کی ولایت سے خالی نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ خالی ہے تو کوئی شخص رسول ﷺ کی ولایت میں اس کا مثیل نہیں ہو سکتا۔

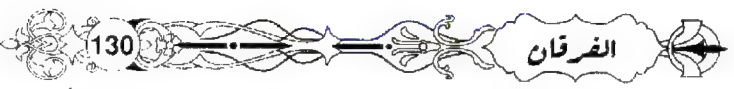


فلسفیانہ الحاد مکاشفہ کے رنگ میں:

صاحب الفصوص ابنِ عربی کی طرح ان لوگوں کا بھی یہی قول ہے کہ وہ ولایت کی دولت اسی کان سے حاصل کرتے ہیں جس سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے جو رسول کی طرف وحی لاتا ہے۔ اس طریق پر وہ بے دین اہلِ فلسفہ کے عقیدے کو مکاشفہ کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔

اہل فلسفہ کا عقیدہ ہے کہ افلاک قدیم اور ازلی ہیں۔ ان کی ایک علت ہے جس سے وہ تشبیہ رکھتے ہیں۔ ارسطو اور اس کے پیروؤں کا یہی قول ہے۔

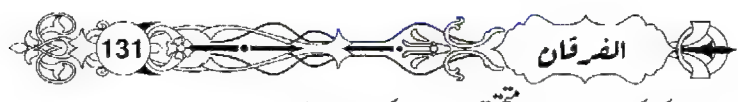
متاخرین فلسفہ کا جن میں ابنِ سینا اور ان کی طرح کے افراد شامل ہیں۔ یہ قول ہے کہ ان میں سے اول موجب بذاتہٖ ہے۔ یہ لوگ پروردگارِ عالم (جل شانہٗ وعز اسمہٗ) کے متعلق یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور نہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اس نے اشیا کو اپنی مشیت وقدرت سے پیدا کیا ہے۔ وہ اس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم ہے بلکہ وہ یا تو ارسطو کی طرح مطلقاً اس کے علم ہی کے منکر ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ وہ امورِ متغیرہ میں سے صرف کلیات کا علم رکھتا ہے۔ جیسا کہ ابنِ سینا کا قول ہے اور یہ قول بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے علم سے انکار کے مترادف ہے۔ کیونکہ جو چیز بھی خارج میں موجود ہے۔ وہ معین جزئی ہے۔ افلاک وہ کل ہیں جن سے جزئی معین ہے۔ یہی حال تمام اعیان اور ان کے افعال وصفات کا ہے۔ پس جو شخص کلیات کے بغیر کسی چیز کا عالم نہ ہو، اس کو حقیقت میں موجودات کا کچھ بھی علم نہیں ہوسکتا۔ کلیات کا وجود تو صرف ذہنوں میں ہوتا ہے ان کی کوئی معین صورت نہیں ہوتی۔ اس طرح کے فلسفیوں کے متعلق تفصیل کے ساتھ گفتگو دوسرے مقام پر کی جاچکی ہے۔ جہاں تعارض عقل ونقل کے ردّ اور دیگر مباحث کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان لوگوں کا کفر یہود ونصاریٰ کے کفر سے بڑھ چڑھ کر ہے بلکہ یہ تو مشرکینِ عرب سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ تمام لوگ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ نیز وہ مانتے تھے کہ اس نے مخلوقات کو مشیت وقدرت سے پیدا کیا۔ ارسطو اور اس کی طرح کے یونانی فلسفی ستاروں اور بتوں کو پوجتے



تھے۔ فرشتوں اور پیغمبروں سے نا آشنا تھے۔ چنانچہ ارسطو کی کتابوں میں اس کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ان لوگوں کا علم زیادہ تر امورِ طبیعیہ میں ہے۔ الٰہیات میں جب وہ قدم رکھتے ہیں تو زیادہ غلطی کرتے ہیں اور کمتر درستی کی طرف آتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں یہود ونصاریٰ نسخ وتبدیل کے بعد بھی ان کی بہ نسبت علومِ الٰہیات کے بہت زیادہ واقف ہیں۔

عقولِ عشرہ کی حقیقت:

لیکن ابن سینا کی طرح متاخرین اہلِ فلسفہ نے ان قدیم فلسفیوں اور پیغمبروں کی تعلیمات کو باہم ملا کر ایک معجون سا بنا دینا چاہا۔ ان لوگوں نے کچھ اصول جہمیہ کے اور کچھ معتزلہ کے لئے اور ایک ایسا مذہب تیار کیا جس سے اہلِ مذہب فلسفہ آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اس مذہب کی خرابیوں اور تناقضات کا ذکر ایک حد تک ہم نے کسی دوسری جگہ پر کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کمان چڑھتی چلی جارہی ہے۔ ساری دنیا پر ان کی تعلیم کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے۔ محمد ﷺ کا مشن ان تمام مشنوں پر فوقیت حاصل کر چکا ہے۔ جنہوں نے معمورۂ عالم میں گونج پیدا کی ہے اور جب انہوں نے دیکھا کہ انبیاء، ملائکہ اور جنوں کا ذکر بھی کرتے ہیں تو انہوں نے اس تعلیم اور اپنے ان یونانی اسلاف کی تعلیم کو جمع کر دینا چاہا جو اللہ تعالیٰ کے اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے پیغمبروں اور یومِ آخرت کے علم سے اس درجہ دور ہیں کہ ان کی بے علمی کی نظیر ساری مخلوقات میں اور کہیں نہیں ملتی۔ ان لوگوں نے دس عقل ثابت کرنے کی کوشش کی جن کا نام انہوں نے مجردات اور مفارقات رکھا۔ اس کی اصل بدن اور روح کی جدائی ہے۔ انہوں نے ان مفارقات کا یہ نام اس لئے قرار دیا کہ وہ مادہ سے جدا اور اس سے خالی (متجرد) ہیں۔ انہوں نے ہر فلک کے لئے روح بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اکثر فلسفی افلاک کو اعراض قرار دیتے ہیں۔ اور بعض ان کو جواہر کہتے ہیں۔ یہ مجردات جن کو ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ بروئے تحقیق محض ذہنی چیزیں ہیں۔ جن کا کوئی معیّن وجود نہیں ہے۔ چنانچہ اصحاب افلاطون نے بھی امثلۂ افلاطونیہ کو مجرد ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مجرد ہیولے ہیں جن کی کوئی صورت کوئی لمبائی اور خلا نہیں ہے۔ ان میں جو بھی حاذق فلسفی تھے۔ انہوں نے



اعتراف کیا کہ یہ ذہنوں میں متحقق ہوتا ہے نہ کہ اعیان میں۔

نبوّت کی فلسفیانہ تشریح:

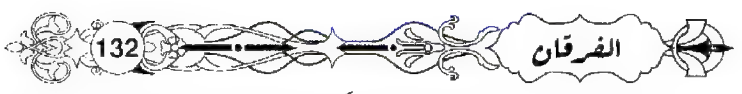
ابن سینا متاخرین فلاسفہ نے تعلیمات نبوت کو اپنے فاسد اصول کے مطابق ثابت کرنا چاہا اور یہ دعویٰ کیا کہ نبوت کے تین خصائص ہیں جو شخص ان تین خصائص سے متصف ہوگا۔ وہ نبی ہوگا۔ ایک یہ کہ اس میں قوت علمی ہو جسے وہ قوتِ قدسی کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے وہ بغیر سیکھے علم حاصل کر سکے دوسرے اس میں قوت تخیلی ہو، کہ جو کچھ وہ اپنے دل میں سمجھے اس کو تخیل کے قالب میں اس طرح ڈھالے کہ اس کو اپنے دل میں اس طریق پر صورتیں نظر آئیں اور آوازیں سنائی دیں۔ جیسے کوئی خواب کی حالت میں دیکھتا اور سنتا ہے اور اس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔

ان لوگوں کا بیان ہے کہ یہی صورتیں اللہ کے فرشتے ہیں اور یہ آواز اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ تیسرے یہ کہ اس شخص میں قوّت فعّالہ ہو۔ جس سے وہ ہیولئے عالم میں تاثیر پیدا کرے۔ یہ لوگ انبیاءؑ کے معجزات، اولیاء کی کرامات اور جادوگروں کے خرقِ عادات کو نفسانی قوتیں قرار دیتے ہیں اور ان میں سے جو کچھ ان کے اصول کے موافق ہو، اس کا اقرار کر لیتے ہیں اور عصائے موسیٰ کے اژدھا بن جانے، چاند کے ٹوٹ جانے اور اسی قسم کے دیگر معجزات کے منکر ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہم کئی جگہ پر تفصیل کے ساتھ کلام کر چکے ہیں۔ اور بیان کر چکے ہیں کہ ان کی یہ باتیں بدترین باتیں ہیں اور جو خصائص ان لوگوں نے نبوت کے لئے قرار دیئے ہیں۔ اس سے بڑے خصائص عام لوگوں نے اور انبیاء کے کمترین پیروؤں کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور جن فرشتوں کے متعلق انبیاء نے خبر دی ہے۔ وہ زندہ ہیں۔ باتیں کرتے ہیں اللہ کی مخلوقات میں سب سے بڑے ہیں اور کثیر التعداد ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے:۔

﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ﴾ (1)

اور تیرے پروردگار کی فوجوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا

(۱)۔(المدثر:۴/۷۴:۳۱)



نہ تو وہ دس ہیں اور نہ اعراض ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ صادرِ اوّل، عقلِ اوّل ہے اور اسی سے وہ سب کچھ نکلا ہے جو کہ اس کے سوا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہی عقل اول اللہ کے سوا سب کی پروردگار ہے۔ اسی طرح ہر ایک عقل اپنے ماتحت کی پروردگار ہے۔ عقلِ فعال یعنی دسویں عقل ان سب چیزوں کی پروردگار ہے جو کہ چاند والے آسمان کے نیچے ہیں۔ ان سب باتوں کی خرابی عیاں ہے اور دینِ پروردگار سے ان عقائد کا بعد وانحراف کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ حقیقت میں کوئی فرشتہ اللہ کے سوا پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ یہ لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس عقل کا ذکر اس حدیث میں ہے:۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ فَقَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ فَقَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ فَقَالَ وَعِزَّتِيْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ فَبِكَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطِيْ وَلَكَ الثَّوَابُ وَ عَلَيْكَ الْعِقَابُ﴾ ①

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ سامنے آ تو وہ سامنے آ گئی تو پھر اس سے فرمایا کہ پیچھے جا تو پیچھے چلی گئی تو اس پر فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ تو مجھے اپنی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز ہے۔ تیرے ہی ذریعہ میں پکڑوں گا۔ تیرے ہی ذریعہ دوں گا ثواب تیرے لئے ہے اور عذاب کا معیار تو ہی ہے۔

اس عقل کو قلم بھی کہتے ہیں کیونکہ ایک روایت یہ بھی ہے:۔

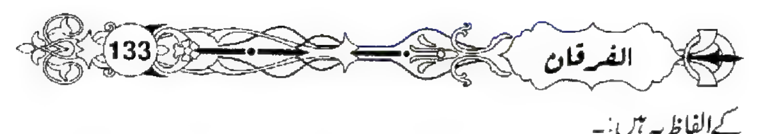
﴿إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ﴾ ②

سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔

یہ ترمذی کی روایت ہے اور عقل کے متعلق جو حدیث مذکور ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک جو کہ حدیث کا علم رکھتے ہیں کذب موضوع ہے۔ جیسا کہ ابو حاتم بستی دارقطنی اور ابن جوزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور یہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جاتی جب بھی اس کے الفاظ خود انہی کے خلاف دلیل ہیں۔ حدیث

۱۔ (موضوعات لابن الجوزی)

۲۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ باب القدر رقم: ۴۷۰۰ ترمذی کتاب القدر باب اعظام امر الایمان رقم: ۲۱۵۵ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)



کے الفاظ یہ ہیں:۔

﴿اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَقْلُ قَالَ لَه﴾ اور یوں بھی روایت کیا ہے ﴿لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ﴾ پس حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کرنے کی ابتدائی ساعات ہی میں اس سے خطاب فرمایا۔ اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں کہ عقل سب سے پہلی مخلوق ہے۔ لفظ اول ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ روایتِ ثانیہ کا لفظ لمّا ہے اور پوری حدیث پر غور کیا جائے تو معنی اور بھی واضح ہو جاتے ہیں۔

﴿مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ﴾

میں نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی کچھ چیزیں پیدا کی تھیں پھر فرمایا ﴿فَبِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ وَلَكَ الثَّوَابُ وَ عَلَيْكَ الْعِقَابُ﴾ یہاں اعراض کے چار انواع بیان کئے۔ حالانکہ ان فلسفیوں کی یہ رائے ہے کہ عالمِ علوی و عالمِ سفلی کے تمام جواہر عقل سے صادر ہوئے ہیں، ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا!

اہلِ فلسفہ کیونکر گمراہ ہوئے؟

متاخرین اہلِ فلسفہ نے ٹھوکر اس وجہ سے کھائی کہ لفظ عقل کا مفہوم اہلِ اسلام کی زبان میں اور تھا اور یونانی فلسفیوں کی زبان میں اور مسلمانوں کی زبان میں لفظ عقل ﴿عَقَلَ يَعْقِلُ عَقْلًا﴾ کا مصدر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:۔

﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ①

اگر ہم سنتے سمجھتے تو اہل دوزخ میں سے نہ ہوتے۔

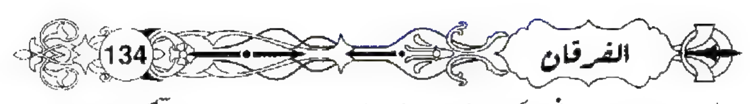
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ②

اس امر میں سمجھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ ③

---

(۱)۔(الملک:۶۷/۱۰) ۲۔(النمل ۱۶/۱۲) (۳)۔(الحج:۲۲۔۴۶)



کیا وہ زمین میں سیر نہیں کرتے کہ ان کے دل ہوں جن کے ذریعہ وہ سمجھیں اور کان ہوں جن سے وہ سنیں۔

عقل سے مراد وہ قوت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اس غرض سے رکھی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے سمجھے اور فلسفیوں کے نزدیک عقل ایک جوہر ہے جو بنفسہٖ قائم ہے۔ مثلاً عاقل۔ اور یہ مفہوم پیغمبروں اور قرآن کی زبان کے مطابق نہیں ہے۔ عالمِ خلق بھی ان کے نزدیک جیسا کہ ابو حامد نے ذکر کیا ہے اجسام کا عالم ہے اور عقل اور نفوس کو وہ عالم الامر سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی عقل کو عالمِ جبروت اور نفوس کو عالمِ ملکوت سے موسوم کیا جاتا ہے اور اجسام کو عالم الملک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں وہ شخص جو پیغمبروں کی زبان سے واقف نہ ہو۔ کتاب وسنت کے معنی نہ جانتا ہو۔ وہ یہ گمان کر بیٹھتا ہے کہ کتاب وسنت میں ملک ملکوت اور جبروت کا جو ذکر آیا ہے اس کا مفہوم وہی ہے جو یونان کے فلسفیوں کی زبان میں ہے۔ حالانکہ نفس الامر اس کے خلاف ہے۔ یہ لوگ اہل اسلام کو شبہ میں ڈالنے کے لئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فلک محدث یعنی معلول ہے۔ حالانکہ وہ اسے قدیم بھی مانتے ہیں اور محدث وہی ہوتا ہے جو پیدا ہونے سے پہلے معدوم رہ چکا ہو۔ نہ تو عرب کی زبان اور نہ کسی اور زبان میں قدیم ازلی کو محدث سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر مخلوق محدث ہے اور ہر محدث نیست سے ہست ہوا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ اہلِ کلام یعنی جہمیہ ومعتزلہ نے مختصر سا مناظرہ کیا ہے جس میں نہ تو انہوں نے پیغمبر کی بتائی ہوئی بات کو پہنچوایا ہے اور نہ مقتضیاتِ عقل کو ثابت کر سکے۔ سو نہ تو وہ اسلام کے لئے باعثِ نصرت ہوئے اور نہ دشمنوں کو شکست دے سکے بلکہ بعض فاسد آراء میں وہ فلسفیوں کے ہم نوا ہو گئے اور بعض درست باتوں میں ان سے اختلاف کرتے رہے سو ان جہمیہ اور معتزلہ کا علوم نقل وعقل میں قاصر ہونا اہلِ فلسفہ کی گمراہی کے لئے باعثِ تقویت بن گیا۔ جیسا کہ کسی دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔

فلسفی صوفی اور اسلامی صوفی:

اہلِ فلسفہ کبھی یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ جبریل محض ایک خیال ہے جو نبی ﷺ کے

نفس میں شکل اختیار کر لیتا ہے اور خیال عقل کے تابع ہوتا ہے۔ سو جن بے دینوں نے بے دین فلسفیوں کی اس رائے میں شرکت اختیار کی وہ یہ دعویٰ کرنے لگے کہ ہم اولیاء اللہ ہیں۔ نیز اولیاء اللہ انبیا سے افضل ہیں اور وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ ابنِ عربی صاحبِ ''فتوحات'' و ''فصوص'' کا قول ہے کہ ولی اللہ اسی کان سے دولتِ علم حاصل کرتا ہے جس سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے جو رسول کی طرف وحی لاتا ہے اس کی رائے میں کان سے مراد عقل اور فرشتہ سے مراد خیال ہے اور خیال عقل کے تابع ہے اور وہ بزعمِ خود اس سے علم حاصل کرتا ہے جو خیال کی بھی اصل ہے۔ اور خود رسول ﷺ خیال سے علم حاصل کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے عقیدے میں نبی پر فائق بن جاتا ہے اگر نبی کے خواص وہ ہوں جو کہ انہوں نے ذکر کئے ہیں تو وہ ولی سے افضل ہونا تو در کنار اس کا ہم جنس بھی نہیں ہو سکتا لیکن جب وہی خواص افراد مسلمین میں پائے جائیں تو اس کی کیا تعبیر کی جائے گی۔

(امرِ واقعہ یہ ہے کہ) نبوت اس سے برتر حقیقت ہے۔ ابنِ عربی اور اس کی طرح کے لوگ مدعی تو اس امر کے ہیں کہ وہ صوفی ہیں لیکن حقیقت میں وہ صوفیہ بے دین فلاسفہ میں سے ہیں۔ وہ اہلِ علم صوفیہ میں سے بھی نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ ان مشائخ میں سے ہوں جو کتاب وسنت کے پابند ہیں۔ فضیل ابن عیاض، ابراہیم ابن ادھم، ابو سلیمان دارانی، معروف کرخی۔ جنید بن محمد اور سہل بن عبداللہ تستری رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور ان کی طرح کے مشائخ اہلِ حق میں سے ہیں۔

مسئلۂ شفاعت:

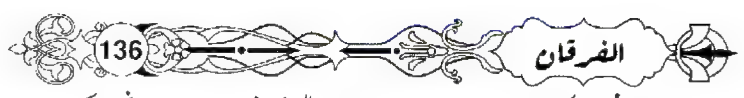
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرشتوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں۔ وہ بھی ان لوگوں کے قول کی مخالف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ہ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ہ (1)

کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد بھی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جن کو وہ اولاد سمجھتے

---

(1)۔(سورہ انبیاء: ۲۱/۲۶ تا ۲۸)



ہیں وہ اولاد نہیں بلکہ باعزت بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تجاوز نہیں کرتے اور اسی کے حکم کے تحت کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو ان کے روبرو ہو چکا ہے یا ان سے پہلے ہوا ہے اور اسی کی سفارش کرتے ہیں جن کے لئے سفارش اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور وہ اس کے ڈر سے دبکے رہتے ہیں۔

پھر فرمایا:۔

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ①

اور جو شخص ان میں سے یہ کہہ دے کہ میں اس کے علاوہ معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیتے ہیں اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝ ②

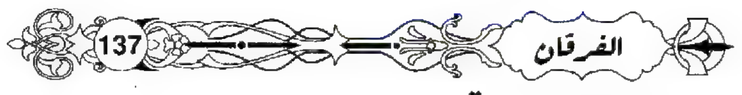
آسمانوں میں کتنے فرشتے بھرے پڑے ہیں لیکن کسی کی سفارش اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اور پسند کرے سفارش کی اجازت نہ دے۔

اور فرمایا:۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ③

کہو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا کچھ سمجھتے ہو ان کو بلاؤ ان کو آسمانوں اور زمینوں میں ذرہ بھر اختیار حاصل نہیں ہے نہ تو ان دونوں میں ان کا کچھ ساجھا ہے اور نہ ان کی تخلیق میں وہ اللہ کے مددگار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی سفارش سودمند نہیں ہوتی مگر جس کے لئے وہ خود اجازت دے۔

(۱)۔(انبیاء۔۲۱/۲۹) (۲)۔(النجم:۵۳/۲۶) (۳)۔(سبا:۳۴/۲۲،۲۳)



فرشتے خیالی مخلوق یا حقیقی؟

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○ ①

آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں اس کی عبادت سے نہ تو ازراہِ تکبر منہ موڑتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، دن رات تسبیحیں کہتے رہتے ہیں اور ذرا سست نہیں پڑتے۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتے ابراہیمؑ کے پاس انسانی صورت میں آئے اور فرشتہ مریمؑ کے سامنے ٹھیک بشر کی صورت میں سامنے ہوا اور جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے سامنے دحیہ کلبی کی صورت میں اور اعرابی کی صورت میں ظاہر ہوا کرتے تھے۔ لوگوں کو بھی ایسا ہی دکھائی دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ

وہ صاحب قوت ہے اور ربِ عرش کے ہاں بڑے مرتبہ والا ہے، فرشتوں کا افسر اور بڑا امانتدار ہے۔②

اور یہ کہ محمد ﷺ نے انہیں آسمانوں کے مطلعِ صاف میں دیکھا ہے۔③

نیز اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ”اس کی روحانی وجسمانی طاقتیں بڑی زبردست ہیں کہ جس وقت آسمان کی ایک اچھی اونچی جگہ میں تھا۔ سارے کا سارا پیغمبر کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس قدر جھکا کہ دو کمان کی قدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم، اس وقت اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی سو کی، پیغمبر نے جو کچھ دیکھا تھا۔ دل نے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا۔ کیا تم اس کے ساتھ جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے جبریل کو سدرۃ المنتھیٰ کے پاس جس کے نزدیک ہی جنت الماویٰ ہے ایک دفعہ اور بھی دیکھا تھا۔ جب کہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ اس وقت بھی پیغمبر ﷺ کی نگاہ نہ بہکی اور نہ اچٹی۔ بے شک پیغمبر ﷺ نے اس وقت اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“④

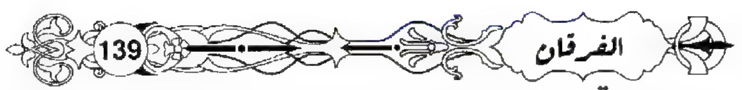
۱۔(الانبیاء:۲۱/۱۹،۲۰) ۲۔(التکویر/۸۱۔۲۰۔۲۱) ۳۔(التکویر۔۸۱/۲۳) ۴۔(النجم۵۳/۵۔۱۸)

صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک اُفُقِ اعلیٰ میں اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ (1)

نیز دوسری جگہ پر جبرئیلؑ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ روحِ امین ہے اور وہی روحِ اقدس ہے، یہ اور اس طرح کی دوسری صفات بتا رہی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بلند ترین ذی حیات اور ذی عقل مخلوقات میں سے ہے۔ وہ جوہر قائم بنفسہٖ ہے نہ کہ نبی کے نفس میں ایک خیال، جیسا کہ ان بے دین فلاسفہ کا ولایت کے مدعیوں کا اور نبی سے زیادہ عالم ہونے کا دعویٰ رکھنے والوں کا عقیدہ ہے۔ ان لوگوں کی حقیقت نمائی یہ ہے کہ وہ اصولِ ایمان یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت کے منکر ہیں۔ حقیقت میں وہ خالق کے منکر ہیں کیونکہ انہوں نے مخلوق کے وجود ہی کو خالق کا وجود قرار دے دیا ہے اور کہتے ہیں کہ وجود ایک ہی ہے۔ واحد بالعین اور واحد بالنوع میں امتیاز نہیں کرتے۔ کیونکہ موجودات وجود کے مسمّی میں اس طرح شریک ہیں جس طرح تمام لوگ (اناسی) انسان کے مسمّیٰ ہیں اور حیوانات حیوان کے مسمّی میں شریک ہیں۔ لیکن یہ مشترک کلی صرف ذہن میں مشترک کلی ہے جو حیوانیت انسان کے ساتھ قائم ہے وہ اس حیوانیت کی عین نہیں ہے جو کہ گھوڑے کے ساتھ قائم ہے اور آسمانوں کا وجود بعینہٖ انسان کا وجود نہیں ہے۔ پس خالق جل جلالہٗ کا وجود اپنی مخلوقات کے وجود کی طرح نہیں ہے۔

ان بے دینوں کا عقیدہ وہی ہے جو فرعون کا عقیدہ تھا جس نے صانع کو معطل قرار دیا۔ وہ اس موجود و مشہود کا منکر نہیں تھا لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ موجود بنفسہٖ ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اس امر میں اس کی موافقت کی لیکن اس پر یہ دعویٰ مستزاد ہوا کہ وہی اللہ ہے۔ چنانچہ وہ اس سے زیادہ گمراہ ٹھہرے۔ اگرچہ اس کا یہ قول بہ ظاہر ان کے قول سے زیادہ موجبِ فساد ہے، ان لوگوں کے قول کے مطابق بتوں کو پوجنے والے بھی حقیقت میں اللہ ہی کو پوجتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب فرعون کے ہاتھ میں

(1)۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ نجم مسلم کتاب الایمان باب قولہ تعالیٰ ولقد راٰہ نزلۃ اخری)



حکومت اور تلوار تھی تو اس نے کہا تھا کہ میں تمہارا پروردگارِ اعلیٰ ہوں۔ عرفِ عام میں یہ کہنا جائز ہے۔ اگر تمام لوگ کسی نہ کسی نسبت سے رب ہوں تو فرعون یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تم سب سے بلند تر ہوں۔ کیونکہ ظاہراً میں تم پر حکمران ہوں (لیکن ان بے دین متکلموں نے فرعون کے ان الفاظ سے بھی اپنے عقائدِ فاسدہ کا الوسیدھا کرنے کی کوشش کر ہی دی) اور کہا کہ جب جادوگروں نے اپنے قول کے متعلق فرعون کی سچائی معلوم کر لی تو انہوں نے اس مسئلہ میں اس کے قول کو مان لیا۔ اور کہا۔

فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ①

تو جو چاہتا ہے کر گزر تو اسی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔

(ان لوگوں نے اس واقعہ سے یہ دلیل اخذ کی) کہ فرعون کا یہ قول صحیح ہوا کہ:۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ②

میں تمہارا پروردگارِ اعلیٰ ہوں۔

اور فرعون عین حق تھا۔ پھر ان لوگوں نے روزِ قیامت کی حقیقت سے بھی انکار کیا اور کہہ دیا کہ اہل النار بھی اہلِ جنت کی طرح نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ، روزِ قیامت، اللہ کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں سے اس صریح انکار کے باوجود ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے خاص الخاص اولیاء کے بھی خلاصہ ہیں۔ انبیاؑ سے افضل ہیں اور انبیاؑ بھی انہی کے چراغ کے ذریعہ اللہ کو پہچانتے ہیں۔ یہ موقعہ ان لوگوں کی بے دینی کی تفصیل کا نہیں ہے لیکن اولیاء اللہ کے متعلق تذکرہ تھا اور اولیاء رحمٰن اور اولیا شیطان کے درمیان فرق واضح کرنا مقصود تھا، (اس لئے ہم نے ضمناً یہ باتیں کہہ دیں۔) چونکہ اس قسم کے لوگ کہلانے کو تو اکابر اولیاء اللہ ہیں مگر حقیقۃً شیطان کے دوست ہیں۔ لہٰذا ہم نے بطور تنبیہ کچھ ذکر کر دیا۔

الغرض ان کا کلام زیادہ تر شیطانی خیالات میں ہوتا ہے اور صاحبِ ''فتوحات'' کی طرح کہتے ہیں کہ ارضی حقیقت ارضی خیال ہی ہے۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ جس حقیقت میں

۱۔ (طٰہٰ: ۷۲/۲۰) ۲۔ (النازعات ۲۴/۷۹)

وہ کلام کرتا ہے وہ خیال ہے اور شیطان کے تصرّف کا محل۔ کیونکہ شیطان انسان کے خیال میں خلافِ واقعہ صورتیں بنا کر ظاہر کرتا ہے۔

شیطان دوستی اور وعدہ وعید:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ○ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ [1]

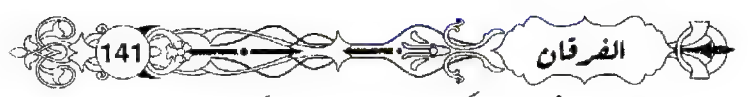
اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے اغماض کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور باوجودیکہ شیاطین گناہگاروں کو اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں۔ تاہم گناہ گار اپنے آپ کو راہ راست پر سمجھتے ہیں یہاں تک کہ جب گناہ گار ہمارے حضور میں حاضر ہوگا تو وہ اپنے ساتھی شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔ اے کاش مجھ اور تجھ میں مشرق اور مغرب کا فاصلہ رہا ہوتا۔ سو بہت ہی برا ساتھ ہے اور جبکہ تم نے نافرمانیاں کی ہیں تو آج یہ بات تمہارے کچھ کام نہ آئے گی کہ تم ایک ساتھ عذاب میں ہو۔

اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ○ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○ [2]

---

[1] (الزخرف: ۴۳/ ۳۶-۳۹) [2] (النساء: ۴/ ۱۱۶-۱۲۰)



اللہ تعالیٰ یہ تو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک گردانا جائے۔ البتہ اس سے کم جس کو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ دور بھٹک گیا، یہ اللہ کے سوا تو بس عورتوں ہی کو پکارتے ہیں اور شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔ جس کو اللہ نے پھٹکار دیا۔ اور وہ لگا کہنے کہ میں تو تیرے بندوں سے ایک حصہ ضرور لیا کروں گا۔ اور ان کو ضرور ہی بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں ضرور دلاؤں گا (اور ان کو ضرور حکم کروں گا وہ جانوروں کے کان ضرور چیرا کریں گے اور ان کو سمجھاؤں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو ضرور بدلا کریں گے اور جو شخص اللہ کے سوا شیطان کو دوست بنائے تو وہ صریح گھاٹے میں آ گیا۔ شیطان ان کو وعدے دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدہ کرتا ہے، وہ نرا دھوکا ہے۔

اور فرمایا:

وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝[1]

اور جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور وعدہ تو تم سے میں نے بھی کیا تھا مگر میں نے تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی اور تم پر میری کچھ زبردستی تو تھی نہیں بات اتنی ہی تھی کہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا تو اب مجھے الزام نہ دو بلکہ اپنے آپ کو دو نہ تو میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ میں تو مانتا ہی نہیں کہ تم مجھ کو پہلے شریک بناتے تھے، اس میں شک نہیں کہ جو لوگ نافرمان ہیں ان کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اور فرمایا:۔

ا۔ (ابراہیم:۱۴/۲۲)

وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (۱)

اور جب شیطان نے ان کی حرکات ان کو عمدہ کر دکھائیں اور کہا کہ آج لوگوں میں کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں، اپنے الٹے پاؤں چلتا بنا اور لگا کہنے کہ مجھ کو تم سے سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم کو نہیں سوجھ پڑتی، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کی مار بڑی سخت ہے۔

اور صحیح حدیث ہے کہ حضور نے جبرئیلؑ کو دیکھا کہ وہ بدر میں فرشتوں کی قیادت فرما رہے تھے اور جب شیطان نے فرشتوں کو دیکھا تو وہ ان سے بھاگ گیا۔ (۲)

اللہ تعالیٰ مومن بندوں کو اپنے فرشتوں کے ذریعہ مدد دیتا ہے۔ فرمایا:

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۳)

اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب تمہارا پروردگار فرشتوں کی طرف وحی بھیج رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس مسلمانوں کو جمائے رکھو۔

اور فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۝ (۴)

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب کہ تمہارے پاس فوجیں آئیں تو ہم نے ان پر طوفانِ ہوا بھیجا اور وہ فوجیں بھیجیں جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا۔

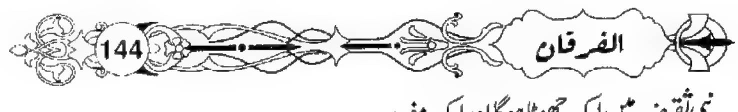
اور فرمایا:

---

(۱)۔(الانفال:۸/۴۸)

(۲)۔(موطا امام مالکؒ کتاب الحج باب جامع الحج)

(۳)۔(الانفال:۸/۱۲) (۴)۔(الاحزاب:۳۳/۹)



بنی ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا اور ایک مفسد

کذاب مختار ابن عبید تھا اور مفسد حجاج بن یوسف تھا۔ ابن عمر اور ابنِ عباسؓ سے کہا گیا کہ مختار کا دعویٰ ہے کہ اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے اس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ [1]

کیا میں تمہیں بتاؤں کن لوگوں پر شیطان اترا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور بدکردار پر اترا کرتے ہیں۔

ابن عمر اور ابن عباس سے جب کہا گیا کہ مختار کو اپنی طرف وحی آنے کا دعویٰ ہے تو انہوں نے کہا کہ مختار نے سچ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

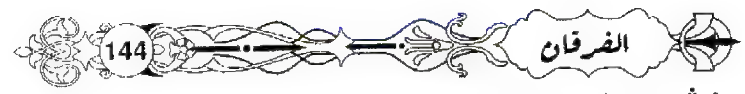
وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۝ [2]

شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

انہی ارواحِ شیطانیہ میں سے وہ روح بھی ہے جس کے متعلق صاحب ''فتوحات'' کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس کی طرف اس کتاب کا القا کیا ہے۔ اسی لئے وہ قسم قسم کے میٹھے کھانوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ یہ ارواح اپنے ساتھ لایا کرتی ہے۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس شخص کا جن وشیاطین کے ساتھ تعلق ہے۔ وہ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ یہ اولیاء کی کرامتیں ہیں حالانکہ وہ شیطانی حالات ہیں۔ مجھے ان لوگوں میں سے بعض سے شناسائی بھی حاصل ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ہوا میں دور تک اڑے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آجاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن کو شیاطین چرایا ہوا مال لاکر دیتے ہیں اور بعض کی چوری کا سراغ شیطان کے ذریعہ ملتا ہے چونکہ لوگ اپنے مسروقہ اموال کا پتہ معلوم کرنے کے عوض انہیں رشوت یا کوئی عطیہ پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کے احوال شیطانی ہیں، اس لئے وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب ''فتوحاتِ مکیہ'' و ''فصوص'' اور اس کی طرح کے

---

(۱)۔(الشعراء۲۶/۲۲۱۔۲۲۲) (۲)۔ (الانعام:۶/۱۲۱)



نبی ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا اور ایک مفسد

کذاب مختار ابن عبید تھا اور مفسد حجاج بن یوسف تھا۔ ابن عمر اور ابنِ عباسؓ سے کہا گیا کہ مختار کا دعویٰ ہے کہ اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے اس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ (1)

کیا میں تمہیں بتاؤں کن لوگوں پر شیطان اترا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور بد کردار پر اترا کرتے ہیں۔

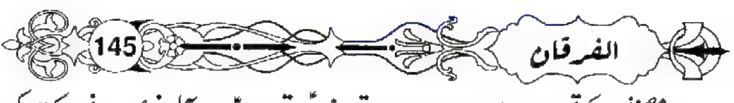
ابن عمر اور ابن عباس سے جب کہا گیا کہ مختار کو اپنی طرف وحی آنے کا دعویٰ ہے تو انہوں نے کہا کہ مختار نے سچ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ (2)

شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی بھیجتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

انہی ارواحِ شیطانیہ میں سے وہ روح بھی ہے جس کے متعلق صاحبِ ''فتوحات'' کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس کی طرف اس کتاب کا القا کیا ہے۔ اسی لئے وہ قسم قسم کے میٹھے کھانوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ یہ ارواح اپنے ساتھ لایا کرتی ہے۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس شخص کا جن وشیاطین کے ساتھ تعلق ہے۔ وہ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ یہ اولیاء کی کرامتیں ہیں حالانکہ وہ شیطانی حالات ہیں۔ مجھے ان لوگوں میں سے بعض سے شناسائی بھی حاصل ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ہوا میں دور تک اڑے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آجاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن کو شیاطین چرایا ہوا مال لا کر دیتے ہیں اور بعض کی چوری کا سراغ شیطان کے ذریعہ ملتا ہے چونکہ لوگ اپنے مسروقہ اموال کا پتہ معلوم کرنے کے عوض انہیں رشوت یا کوئی عطیہ پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کے احوال شیطانی ہیں، اس لئے وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب ''فتوحاتِ مکیہ'' و ''فصوص'' اور اس کی طرح کے

(۱)۔(الشعراء۲۶/۲۲۱۔۲۲۲) (۲)۔ (الانعام:۶/۱۲۱)



دوسرے مصنفین کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔قوم نوحؑ ،قوم ہودؑ،اور آلِ فرعون وغیرہ کفار کی مدح کی گئی ہے اور نوحؑ ،ابراہیم،موسیٰؑ اور ہارونؑ جیسے انبیاءؑ کی تنقیص بیان کی گئی ہے۔ان مسلمان شیوخ کی مذمت کی گئی ہے جو اہلِ اسلام کے نزدیک محمود و محترم ہیں،مثلاً جنید بن محمدؒ اور سہل بن عبداللہ تستریؒ اور مدح کی جاتی ہے تو ان لوگوں کی جن کو مسلمان برا سمجھتے تھے۔مثلاً حلاج اور اس قماش کے دوسرے لوگ۔(اگر ان باتوں کی شہادت مطلوب ہو تو) اس کی ''تجلیات'' خیالیہ وشیطانیہ موجود ہے۔

ابنِ عربی اور حضرت جنیدؒ:

جنید قدس اللہ تعالیٰ روحہ ائمہ ہدایت میں سے تھے۔آپ سے پوچھا گیا کہ توحید کیا چیز ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ حدوث کو قدوم سے علیحدہ ماننا۔آپ نے بیان فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ قدیم اور محدث اور خالق ومخلوق میں امتیاز کیا جائے۔صاحبِ ''فصوص'' نے اس کا انکار کیا اور اپنے خیالی وشیطانی مخاطبہ میں کہا ''اے جنید! محدث وقدیم میں امتیاز تو وہی کر سکتا ہے جو نہ محدث ہو نہ قدیم۔جنید کا یہ قول غلط ہے کہ محدث کو قدیم سے جدا قرار دینا توحید ہے کیونکہ محدث کا وجود بعینہ قدیم کا وجود ہے''۔

کتاب فصوص میں اس نے لکھا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں علی (بلند) ہے۔کس سے بلند؟ حالانکہ اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں اور کس چیز سے بلند حالانکہ جو کچھ ہے وہ خود ہی ہے۔پس اس کی بلندی خود اس کے اور عین موجودات کے لئے ہے۔اور مسمیٰ محدثات اس کی ذات کے لئے بلند ہیں اور اس کے سوا وہ موجود ہی نہیں''

آگے چل کر لکھتا ہے:۔''جو کچھ بھی پوشیدہ ہے اور جو کچھ بھی ظاہر ہے اس تمام کائنات کی عین وہی ہے۔وہاں تو کوئی دوسرا موجود ہی نہیں جو اسے دیکھے۔اس کے سوا کوئی بھی نہیں جو اس کے متعلق کوئی بات کرے۔اور وہ ابوسعید خراز اور دیگر اسما کا مسمیٰ ہے''۔

اس ملحد کو معلوم ہونا چاہیے کہ دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنے والے کے لئے عملاً و قولاً یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ وہ ان دو چیزوں میں سے نہ ہو اور کوئی تیسرا وجود ہو۔ہر آدمی اپنے آپ اور دوسرے شخص کے درمیان امتیاز کرتا ہے حالانکہ وہ ثالث نہیں ہوتا۔بندے کو معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بندہ ہے اور وہ اپنے نفس اور اپنے خالق کے درمیان امتیاز کرتا ہے خالق جل جلالہٗ اپنے آپ اور اپنی مخلوقات کے مابین امتیاز کرتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ ان کا پروردگار ہے اور وہ اس کے بندے ہیں جیسا کہ قرآن میں کئی جگہ اس نے فرمایا ہے۔لیکن قرآن سے اہل ایمان استشہاد کرتے ہیں جو ظاہراً و باطناً اس کو مانتے ہیں۔

فلسفی صوفیوں کی افسوس ناک بے باکی:

رہے یہ ملاحدہ! سو ان کا وہی دعویٰ ہے جو تلمسانی کا ہے، وہ ان کے الحاد میں سب سے زیادہ ماہر ہے۔ جب اس کے سامنے ''فصوص'' پڑھی گئی اور اس سے کہا گیا کہ قرآن تمہارے ''فصوص'' کا مخالف ہے۔تو اس نے کہا قرآن سارے کا سارا شرک ہے اور توحید ہمارے کلام میں ہے۔اس سے کہا گیا کہ اگر وجود ایک ہے تو بیوی سے جماع کیوں جائز اور بہن کے ساتھ کیوں حرام ہے، کہا کہ ''ہمارے نزدیک سب حلال ہے۔لیکن چونکہ یہ محجوبین حرام کہتے ہیں اس لئے ہم بھی کہہ دیتے ہیں کہ تم پر حرام ہے''۔ یہ قول کفرِ عظیم کے علاوہ اپنی تردید آپ کر رہا ہے۔ کیونکہ جب وجود ہی ایک ہو۔تو حاجب کون ہے اور محجوب کون؟

ان لوگوں کے ایک شیخ نے اپنے مرید سے کہا:۔''جس نے تم سے یہ کہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور وجود ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے'' مرید نے کہا ''جھوٹ کہنے والا کون ہے''؟ اسی طرح انہوں نے کسی دوسرے کو کہا ''یہ مظاہر ہیں'' تو اس نے کہا ''مظاہر مظاہر کے غیر ہیں یا وہی ہیں۔ اگر غیر ہیں تو تم بہ لحاظ نسبت کہتے ہو۔ اور اگر وہی ہیں تو کوئی فرق نہ ہوا''۔(۱)

کسی دوسرے مقام پر ہم تفصیل کے ساتھ ان لوگوں کے اسرار ورموز کا پول کھول چکے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے قول کی حقیقت بیان کر چکے ہیں۔ صاحبِ فصوص کہتا ہے کہ معدوم ایک چیز ثابت تھی اور اس پر وجودِ حق کا فیضان ہوا۔ سو وہ وجود وثبوت کے درمیان فرق کرتا ہے۔ معتزلہ بھی کہتے ہیں کہ معدوم ایک چیز ثابت تھی۔ لیکن یہ لوگ باینہمہ

---

(۱)۔ جب نسبت لازم آئی تو دو وجود ثابت ہو گئے۔ اور اگر نسبت اٹھا دی جائے تو جھوٹ کہنے والا (معاذ اللہ) اللہ کا جزو ہوا۔ (مترجم)



ضلالت صاحبِ ''فصوص'' سے بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے جو عدم میں ثابت تھیں اور ان کا وجود پروردگار کا وجود نہیں ہے۔ بخلاف اس کے صاحب ''فصوص'' کا دعویٰ ہے کہ ان چیزوں پر بعینہ پروردگار کے وجود کا فیضان ہوا، اس کے نزدیک مخلوق کا وجود ہی نہیں جو خالق کے وجود سے علیحدہ ہو۔

صدر قونوی کی نئی چال:

از بسکہ صاحبِ ''فصوص'' کا دوست صدر قونوی زیادہ رنگین فلسفی ہے۔ اس لئے اس نے نئی چال اختیار کی یعنی مطلق و معین کا فرق تسلیم کر لیا۔ اس نے اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ معدوم کوئی چیز ہے لیکن حق کو وجود مطلق قرار دیا اور ایک کتاب لکھی جس کا نام ''مفتاح غیب الجمع والوجود'' ہے

یہ قول خالق کو اور بھی زیادہ معطل اور معدوم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ مطلق بشرط اطلاق کلی عقلی ہے، اس لئے محض ذہنی ہے نہ کہ بصورت معین۔ اور مطلق بدوں کسی شرط کے طبعی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ خارج میں موجود ہے تو وہ خارج میں صرف بصورت معین ہوسکتا ہے چنانچہ جو شخص اس کا قائل ہے کہ وہ خارج میں ثابت ہے۔ اس کے مذہب میں وہ معین کی جزو ٹھہرا۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ یا تو پروردگار کا وجود خارج میں محال ہے یا مخلوقات کے وجود کا جزو ہے، یا مخلوقات کے وجود کا عین ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جزو کل کو پیدا کر سکتی ہے؟ یا کوئی چیز اپنے آپ کو پیدا کر سکتی ہے؟ یا عدم وجود کا خالق ہو سکتا ہے؟ یا کسی چیز کا ایک حصہ اس کے تمام جسم کا خالق ہوسکتا ہے؟۔

حلول اور اتحاد:

یہ لوگ حلول کے لفظ سے اس لئے بھاگتے ہیں کہ وہ حال اور محل کا مقتضی ہے اتحاد کے لفظ سے اس لئے گریزاں ہیں کہ وہ دو چیزوں سے مستلزم ہے۔ جن میں سے ایک دوسرے سے متحد ہو گئی ہو۔ حالانکہ ان کے نزدیک وجود صرف ایک ہے۔ کہتے ہیں کہ نصاریٰ اس لئے کافر ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مسیح کو اللہ قرار دیا۔ اگر وہ ہر چیز کو اللہ کہہ دیتے تو کافر نہ ہوتے۔ علیٰ ہذا القیاس

وہ بت پرستوں کی بھی یہ غلطی بتاتے ہیں کہ وہ بعض مظاہر کی پرستش کرتے ہیں اور بعض کی نہیں کرتے۔ اگر تمام مظاہر کی پوجا کرتے تو ان کے نزدیک خطا کار نہ ٹھہرتے۔ ان کے نزدیک عارف محقق کے لئے بتوں کی پوجا مضر نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہ عقیدہ کفرِ عظیم ہے۔ اس میں وہ علّت تناقض بھی موجود ہے۔ جو ہمیشہ ان گمراہوں کے گلے کا ہار رہتی ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ خطا کار نصاریٰ اور خطا کار بت پرست آخر کون ہیں؟ اللہ ہیں یا اس سے کوئی جدا چیز ہیں؟ لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ پروردگار میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو مخلوق میں ہوتے ہیں۔ اور مخلوقات میں بھی وہ تمام کمالات موجود ہیں جن سے ذاتِ خالق متصف ہے۔ اور صاحبِ ''فصوص'' کے اس قول کے حامی ہیں کہ ﴿عَلِيٌّ لِنَفْسِهٖ﴾ وہ ہوتا ہے جس کا کمال تمام وجودی اور عدمی اوصاف کا جامع ہو۔ خواہ وہ اوصاف رواج، عقل اور شرع کے نزدیک اچھے ہوں یا برے۔ اور یہ صرف اللہ کے مسمّیٰ کا خاصہ ہے''۔

علاوہ کفر کے ان لوگوں کے قول کا تناقض بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ حس و عقل دونوں کے نزدیک ان کا دعویٰ باطل ہے۔ یہ لوگ تلمسانی کے اس قول کے بھی حامی ہیں کہ ''ہمارے نزدیک کشف کے ذریعہ ایسی چیزیں ثابت ہوتی ہیں جو صریح عقل سے متناقض ہوتی ہیں''۔

وہ کہتے ہیں کہ جو شخص تحقیق کا طالب ہو یعنی ان کی تحقیق کا اسے چاہیے کہ عقل و شرع کو خیر باد کہہ دے۔ میں نے ایک ایسے اعتقاد رکھنے والے شخص سے ایک مرتبہ کہا بھی تھا کہ یہ یقینی امر ہے کہ انبیاء کا کشف دوسروں کے کشف سے زیادہ بڑا اور کامل ہے۔ اور ان کی دی ہوئی خبر دوسروں کی خبر سے صادق تر ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی چیزوں کی خبر دیتے ہیں۔ جن کی معرفت سے لوگوں کی عقلیں عاجز ہوتی ہیں۔ ایسی خبر نہیں دیتے جسے لوگ اپنی عقل کے ذریعے معلوم کر لیں کہ وہ ممتنع ہے۔ ان کا تحیر اُن کی عقل کے محدود ہونے کی دلیل ہے نہ کہ معجزاتِ انبیاء کے محالِ عقلی ہونے کی۔ بلکہ یہ ممتنع ہے کہ رسول کی دی ہوئی خبریں عقل صریح کے مناقض ہوں۔ یہ بھی ممتنع ہے کہ دو قطعی دلیلوں میں تعارض ہو۔ خواہ وہ دونوں عقلی ہوں یا سمعی یا ان میں سے ایک عقلی ہو اور دوسری سمعی۔ پس اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اس کا مدعی ہو کہ اس کا کشف عقل و شرعِ صریح کا مناقض ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ



یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں کہتے۔ لیکن بعض چیزیں جو ان کے نفس میں ہوتی ہیں خیالی صورت بن کر ان کے سامنے آتی ہیں اور وہ خیال کر لیتے ہیں کہ وہ خارج میں موجود ہیں۔ کبھی وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو خارج میں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن وہ انہیں کراماتِ صالحین میں سے شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ تلبیساتِ شیاطین میں سے ہوتی ہیں۔ وحدت الوجود کے قائل کبھی اولیاء کو انبیاء پر ترجیح دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت منقطع نہیں ہوتی جیسا کہ ابنِ سبعین وغیرہ سے مذکور ہے۔

معصیت کی غلط تعریف:

یہ لوگ شہود کے تین مراتب قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بندے کو پہلے طاعت و معصیت کا شہود حاصل ہوتا ہے۔ پھر طاعت بلا معصیت کا اور آخر کار اس درجہ کا شہود ہوتا ہے جہاں نہ طاعت ہو نہ معصیت۔ شہود اول صحیح شہود ہے اور وہ طاعات و معاصی کے درمیان فرق کرتا ہے۔ رہا شہود ثانی سو اس سے وہ شہودِ قدر مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ ان لوگوں میں سے بعض کہتے ہیں میں اس پروردگار کا منکر ہوں جو کہ نافرمانی کرے۔ ایسے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ معصیت اس ارادے کی مخالفت سے عبارت ہے جو کہ مشیت ہے اور ساری مخلوقات مشیت کے حکم کے ماتحت ہے۔ ان کا شاعر کہتا ہے ۔

أَصْبَحْتُ مُنْفَعِلاً لِمَا تَخْتَارُهُ
مِنِّيْ فَفِعْلِيْ كُلُّهُ طَاعَاتُ

(مجھ سے وہی فعل سرزد ہو جاتا ہے جس کا مجھ سے سرزد ہونا تجھے پسند ہو۔ اس لئے میرے تمام کام عبادات ہیں)

معصیت کی صحیح تعریف:

ظاہر ہے کہ یہ پیغمبروں کے شرائع کے سراسر خلاف اور اللہ کی کتابوں کے بالکل منافی ہے، وہ معصیت جو کہ مذمت کی مستحق اور عذاب کی موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت سے عبارت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ①

یہ اللہ کی حدود ہیں جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اسے وہ ایسے باغات میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ایسے لوگ ان باغوں میں سدا رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا۔ جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہوگا اور اس کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

عنقریب ہم ارادہ کونیہ ودینیہ اور امرِ کونیہ ودینیہ کے درمیان فرق بیان کریں گے۔ صوفیہ کی ایک جماعت کو اس مسئلے میں اشتباہ ہوا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ جو شخص اس مسئلے میں جنید کی پیروی کرے گا۔ وہ سیدھی راہ پر ہوگا اور جو اس کی مخالفت کرے گا گمراہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام امور اللہ کی قدرت ومشیئت سے ہوتے ہیں اور اسی وحدت کے شہود میں ہوتے ہیں۔ اس کا نام وہ ''جمعِ اوّل'' رکھتے ہیں۔ جنید نے ان سے بیان کیا ہے کہ فرقِ ثانی کا شہود لابدّی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گو تمام اشیا اللہ کی مشیئت وقدرت اور اس کی مخلوق ہونے میں مشترک ہیں لیکن جس چیز کا وہ حکم کرتا ہے۔ جس چیز کو وہ پسند کرتا اور راضی ہوتا ہے اس میں اور اس چیز میں جسے اس نے ممنوع' مکروہ اور موجبِ ناراضی قرار دیا ہے، فرق کرنا ضروری ہے اور اللہ کے دوستوں اور دشمنوں کے مابین فرق کرنا بھی لازمی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

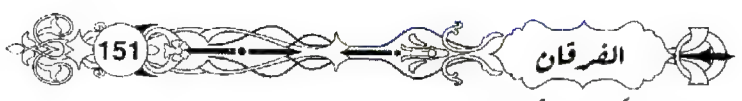
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ○ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ②

کیا ہم مسلمین کو مجرموں کی طرح قرار دیں گے تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے کیسے فیصلے گھڑتے ہو۔

اور فرمایا:۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ

۱۔ (النساء:۴/۱۳،۱۴) ۲۔ (ن:۶۸/۳۵،۳۶)



نَجْعَلَ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ①

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور کام بھی اچھے کرتے ہیں۔ ان لوگوں جیسا کر کے رکھیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا ہم ایسا کر دیں گے کہ متقین کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کریں جو ہم گناہ گاروں کے ساتھ کریں گے؟

اور فرمایا:۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ②

کیا جن لوگوں نے برے کام کئے ہیں ان کو ہم ان لوگوں جیسا کر کے رکھیں گے جو ایمان بھی لائے اور کام بھی اچھے کرتے تھے۔ کیا ان دونوں جماعتوں کا جینا مرنا ایک برابر ہوگا؟ یہ لوگ کیا ہی برے حکم لگایا کرتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

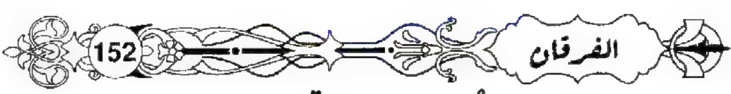
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ③

اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا۔ اور مومن و نیکوکار کے ساتھ بدکردار کی برابری نہیں ہو سکتی مگر تم لوگ بہت کم غور کرتے ہو۔

اسی لئے امت کے ائمہ اور سلف صالحین کا مذہب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا، اس کا پالنے والا اور اس کا مالک ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اطاعت کا حکم دیا اور نافرمانی سے منع کیا ہے۔ وہ فساد کو پسند نہیں کرتا، اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ گو اس کی مشیت کے ساتھ کیوں نہ واقع ہوں مگر وہ اسے محبوب و مرغوب نہیں ہو سکتیں بلکہ مبغوض ہیں اور ان کا مرتکب لائق مذمت اور سزاوارِ عذاب ہے۔

رہا تیسرا مرتبہ جس میں نہ اطاعت کا شہود ہے اور نہ معصیت کا۔ ان لوگوں کے

۱۔(ص:۳۸/۲۸) ۲۔(الجاثیہ:۴۵/۲۱) ۳۔(المومن:۴۰/۵۸)



نزدیک ایک ہی وجود ہوتا ہے اور بس۔ اور اسے وہ تحقیقِ ولایت کی انتہا سمجھتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ اللہ کے اسماء وآیات میں رخنہ اندازی اور اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی انتہا ہے۔ اس مرتبہ والا آدمی یہود ونصاریٰ اور تمام کفار کو دوست قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ①

تم میں سے جوان سے دوستی رکھے گا، وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

شرک اور بت پرستی سے نہیں بچتا اور ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت سے خارج ہوجاتا ہے:۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ②

تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں کا اچھا نمونہ پیش ہو چکا ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن جن چیزوں کی تم پوجا کرتے ہو ان سے بیزار ہیں۔ تمہارے عقیدوں کو ہم نہیں مانتے، تم میں اور ہم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی قائم ہوگئی ہے حتیٰ کہ تم اکیلے اللہ کے ساتھ ایمان لے آؤ۔

ابراہیمؑ نے اپنی قوم مشرکین سے کہا:۔

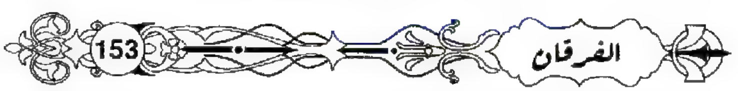
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ③

تمہیں کچھ خبر بھی ہے جن چیزوں کو تم اور تمہارے اگلے آباؤ اجداد پوجتے چلے آئے ہیں وہ میرے دشمن ہیں، ہاں میرا دوست ہے تو پروردگار عالم ہے۔

اور فرمایا:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ

۱۔(المائدہ:۵/۵۱) ۲۔(الممتحنہ:۶۰/۴) ۳۔(الشعراء:۲۶/۷۵،۷۸)



كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ①

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کو تم ایسے لوگوں سے یارانہ گانٹھے ہوئے کبھی نہ پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں۔ خواہ وہ ان کے باپ دادا' بیٹے بیٹیاں' بھائی بہن اور ان کے کنبے ہی کے کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کانقش کر دیا ہے اور اپنے فیضانِ غیبی سے ان کی تائید کی ہے۔

ان لوگوں میں سے بعض نے اپنے مذہب پر کتابیں اور قصیدے لکھے ہیں۔ ابن الفارض نے ایک قصیدہ ''نظم السلوک'' کے نام سے لکھا ہے۔ جس میں وہ کہتا ہے ۔

لَهَا صَلَوَاتِيْ بِالْمُقَامِ اُقِيْمُهَا وَاَشْهَدُ فِيْهَا اَنَّهَا لِيْ صَلَّتْ

کسی مقام پر میں اپنی نماز اس کی طرف قائم کرتا ہوں تو مجھ پر شہود ہوتا ہے کہ اس نے میری طرف نماز ادا کی۔

كِلَانَا مُصَلٍّ وَاحِدٌ سَاجِدٌ اِلٰى حَقِيْقَتِهِ بِالْجَمْعِ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ

ہم دونوں ایک نمازی ہیں۔ جو ایک ہی ذات کی طرف ہر سجدے میں اکٹھے ہو کر سجدہ گزار ہوتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِيْ اُصَلِّ سِوَائِيْ وَلَمْ تَكُنْ صَلَاتِيْ لِغَيْرِيْ فِيْ اَدَاءِ كُلِّ رَكْعَةٍ

مجھ سے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی اور کی نماز ادا کروں حالانکہ جو رکعت ادا کرتا ہے وہ میرے غیر کی طرف نہیں ہوتی ہے۔

آگے چل کر کہتا ہے:

وَمَا زِلْتُ اِيَّاهَا وَاِيَّايَ لَمْ تَزَلْ وَلَا فَرْقَ بَلْ ذَاتِيْ لِذَاتِيْ صَلَّتْ

میں ہمیشہ سے اس ذات کا عین ہوں اور میری ذات ہمیشہ سے اس کی ذات کا عین ہے۔ اور میری ذات اور ذات مُصلّیہ کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں۔

۱۔(المجادلہ:۵۸/۲۲)

إِنِّيْ رَسُوْلاً كُنْتُ مِنِّيْ مُرْسِلاً   وَذَاتِيْ بِاٰيَاتِيْ عَلَيَّ اِسْتَدَلَّتْ

میں اپنی ہی طرف سے اپنی طرف رسول بھیجنے والا تھا اور میری ہی ذات میری ہی آیات کے ساتھ مجھ پر دلیل لائی۔

فَإِنْ دُعِيْتُ كُنْتُ الْمُجِيْبَ وَإِنْ أَكُنْ   مُنَادًى اَجَابَتْ مَنْ دَعَانِيْ وَلَبَّتْ

اگر اسے بلایا گیا تو میں جواب دوں گا اور اگر مجھے بلایا گیا تو خود بلانے والی اسے جواب دے گی اور لبیک کہے گی۔

اس طرح اور بہت سی باتیں کرتا ہے۔ اسی لئے مرتے وقت وہ یہ شعر کہہ رہا تھا۔

اِنْ كَانَ مَنْزِلَتِيْ فِي الْحُبِّ عِنْدَكُمْ   مَا قَدْ لَقِيْتُ فَقَدْ ضَيَّعْتُ اَيَّامِيْ

اگر راہ ورسمِ محبت میں تمہارے ہاں ہماری یہی قدر ومنزلت ہے جو کہ مجھے مل چکی ہے تو میں نے اپنی عمر ضائع کر ڈالی۔

اُمْنِيَّةٌ ظَفَرَتْ نَفْسِيْ بِهَا زَمَنًا   وَالْيَوْمَ أُحْسِبُهَا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ

جس آرزو میں میرا نفس ایک عرصہ تک بامراد رہا لیکن آج اسے میں خوابِ پریشاں سمجھ رہا ہوں۔

وہ خیال کرتا رہتا تھا کہ وہ اللہ ہے لیکن جب فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لئے آموجود ہوئے تو اس پر اپنے خیالات کا باطل ہونا منکشف ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو مخلوقات زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے اور وہ زبردست دانا ہے۔

تو جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ وہ خود اللہ نہیں ہے۔ اور فرمایا:۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ

(۱)۔(الحدید۔۵۷/۱)

الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ①

آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اسی کی ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، وہ اوّل ہے، وہ آخر ہے، وہ ظاہر ہے، وہ باطن ہے اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ وہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے:۔

﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوٰى مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّى الدَّيْنَ وَاَغْنِنِىْ مِنَ الْفَقْرِ﴾ ②

اے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کے مالک! ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پالنے والے! بیج اور گٹھلی کے پھاڑنے والے! تورات انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے! میں ہر اس جانور کی شر سے جس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں تو آخر ہے تجھ سے بعد کوئی نہیں جو ظاہر ہے تجھ سے بلند تر کوئی نہیں، تو باطن ہے تجھ سے پرے کوئی نہیں' مجھ سے قرضہ ادا کرا دے اور مجھے فقر سے چھڑا کر غنی کر دے۔

اور فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ③

۱۔(الحدید:۵۷/۲،۳)

۲۔(مسلم۔ کتاب الذکر۔ باب مایقول عند النوم واخذ المضجع رقم:۶۸۸۹۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب مایقول عند النوم۔ رقم:۵۰۵۱۔ ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب الدعاء الذی علمہ ﷺ فاطمۃ مسند احمد (۲/۳۸۱)

۳۔(الحدید:۵۷/۴)

وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا، جو چیز زمین میں داخل ہوتی، جو چیز زمین سے باہر آتی اور جو چیز آسمان سے اترتی اور جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے اسے وہ جانتا ہے اور تم لوگ جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے، اور جو کچھ تم کیا کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

سو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ آسمان اور زمین اور دوسرے مقام پر یہ بھی آیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے مابین جو کچھ بھی ہے وہ مخلوق ہے اور اس کی تسبیح کہتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

لفظ مَعَ کا منطوق:

رہا اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ سو اس میں لفظ مَعَ لغت عرب میں اس کا مقتضی نہیں ہے کہ ایک چیز دوسری سے ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ①

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اور فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ②

محمد اللہ کے رسول ہے۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں۔

اور فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ③

جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا وہ تم میں سے ہیں۔

لفظ مَعَ قرآن میں عام اور خاص دونوں معنوں میں آیا ہے۔ عام اس آیت میں ہے اور آیہ مجادلہ میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى

(۱)۔(توبہ:۹/۱۱۹) (۲)۔(الفتح:۴۸/۲۹) (۳)۔(الانفال:۸/۷۵)

ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ①

کیا تم نے اس بات پر نظر کی کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اللہ سب کے حال سے واقف ہے۔ جب تین آدمی کا صلاح ومشورہ ہوتا ہے تو ضرور ان کا چوتھا وہ ہوتا ہے اور اگر پانچ کا ہوتا ہے تو ضرور ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں بھی ہوں وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن وہ ان کو جتادے گا۔ اللہ ضرور ہر ایک چیز سے واقف ہے۔

اس آیت کی ابتدا بھی علم سے فرمائی۔ اور اسے ختم بھی علم کے ساتھ کیا۔ اسی لئے ابن عباسؓ۔ ضحاک۔ سفیان ثوری اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ازروئے علم ہے۔ دوسری معیت خاصہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ②

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور احسان کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے:۔

اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ③

میں یقیناً تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

اور فرمایا:

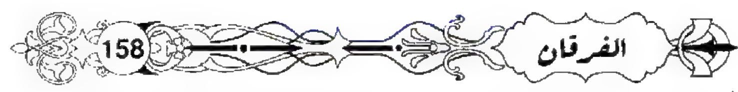
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ④

جب وہ اپنے دوست سے کہہ رہا تھا، ڈرو مت! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

یہاں نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ فرعون کے ساتھ نہیں بلکہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ ہے اور ابوجہل اور اپنے دوسرے دشمنوں کے ساتھ نہیں بلکہ محمد ﷺ اور ان کے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں۔ اور ان

---

(۱)۔(المجادلہ:۵۸/۷) (۲)۔(النحل:۱۶/۱۲۸) (۳)۔(طہٰ:۲۰/۴۶) (۴)۔(التوبہ:۹/۴۰)



لوگوں کے ساتھ ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔ نہ کہ ظالم اور تعدّی پیشہ ہیں۔ اگر معیت کے معنی یہ ہوں کہ وہ بذاتہٖ ہر جگہ ہوتا ہے تو اس سے خبرِ خاص وخبرِ عام کا تناقض لازم آتا ہے۔ اس لئے صحیح معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ از روئے نصر وتائید ان لوگوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔ اور فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ①

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔

یعنی اُس مخلوقات کا بھی معبود ہے جو آسمانوں میں ہے اور اس کا بھی الٰہ ہے جو زمین میں ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ②

آسمانوں اور زمینوں میں عمدہ سے عمدہ باتیں اس کی شان کے شایاں ہیں اور وہ زبردست ہے صاحب حکمت ہے۔

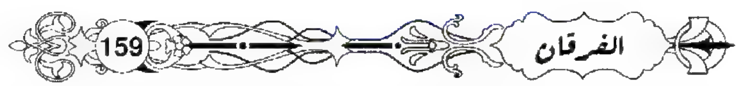
اسی طرح اللہ کا فرمان

﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الایہ﴾ کی تفسیر امام احمد اور دیگر ائمہ علم نے اس طرح کی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے' امت کے سلف اور اس کے اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ رب تعالیٰ اپنی مخلوقات سے جدا ہے۔ اس کے اوصاف وہی ہیں جو کہ اس نے خود بیان کئے ہیں اور جو کہ اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں۔ ان میں کسی طرح کی تحریف، تعطیل، تمثیل یا چگونگی جائز نہیں۔ وہ صفاتِ نقص سے نہیں بلکہ صفاتِ کمال متصف ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ اس کی مثل کوئی نہیں اور اس کی صفات کمال میں سے کوئی اس کا ہمسر نہیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

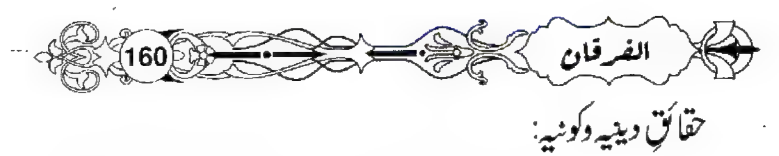
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ③

اے پیغمبر! کہو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے ابرابر کا ہے۔

۱۔(الزخرف:۴۳/۸۴) ۲۔(الروم:۳۰/۳۰) ۳۔(اخلاص:۱۱۲/۱تا۴)



ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''الصمد'' اس علیم سے عبارت ہے جو اپنے علم میں کامل ہو۔ اس بزرگ سے عبارت ہے جو اپنی بڑائی میں کامل ہو۔ اس قدیر سے عبارت ہے جو اپنی قدرت میں کامل ہو۔ اس حکیم سے عبارت ہے جو اپنی حکمت میں کامل ہو، اور اس سردار سے عبارت ہے جو اپنی سروری میں کامل ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جس کا جوف (کھوکھلا پن) نہ ہو۔ اور احد وہ ہے جس کی نظیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نام صمد سے صفاتِ کمال سے متصف ہونا اور نقائص سے مبرّا ہونا مراد ہے۔ اور اس صفت کو مستلزم ہے کہ اس کی مثل کوئی نہیں۔ اس مسئلے پر ہم سورۂ اخلاص کی تفسیر اور اس سورہ کے ثلث قرآن کے برابر ہونے کے مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہیں۔



حقائقِ دینیہ وکونیہ:

بہت سے لوگ حقائقِ امریہ اور حقائقِ خلقیہ کے مابین امتیاز نہیں کر سکتے۔ اول الذکر دین وایمان کے ساتھ اور ثانی الذکر تقدیر وتکوین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور خلق وامر دونوں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ①

بے شک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ وہی رات کو دن کا پردہ بناتا ہے جو اس کے پیچھے لپکی چلی آتی ہے اسی نے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا کہ یہ سب زیر فرمان الٰہی ہیں، سن رکھو کہ اللہ ہی کی خلق ہے اور اللہ ہی کا حکم۔ اللہ کو دنیا جہان کا پالنے والا ہے بابرکت ہے۔

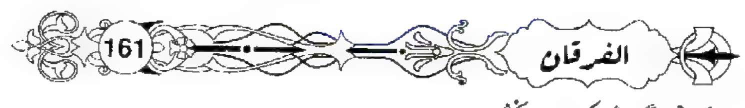
سو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کا پروردگار اور مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ جو حرکت وسکون معرضِ وجود میں آتی ہے اس کے حکم، اسی کی تقدیر، اسی کی مشیت، اسی کی قدرت اور اسی کے پیدا کرنے سے آتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرا اور میرے پیغمبروں کا کہا مانو۔ میری اور میرے پیغمبروں کی نافرمانی سے باز آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے توحید و اخلاص کا حکم دیا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی نیکی توحید اور سب سے بڑی بدی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ②

اللہ تعالیٰ یہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کم درجے

---

(۱)۔(الاعراف:۷/۵۴) (۲)۔(النساء:۴/۴۸)



کے جس گناہ گار کو چاہے بخش دیتا ہے۔

اور فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ①

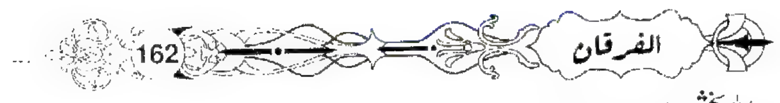
بعض لوگ اللہ کے سوا اور لوگوں کو اس کا شریک بناتے ہیں اور اپنے ان معبودوں سے وہ ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہیے اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔'' حضور نے فرمایا ''یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے پیدا اللہ نے کیا ہے''۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا ''یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گی''۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا ''یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرے''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اس آیت میں فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ②

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ جسے اللہ نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں' اور جو مذکورہ بالا گناہوں کا ارتکاب کرے گا وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتے گا۔ قیامت کے دن اسے دہرا عذاب دیا جائے گا اور ذلیل وخوار اسی حال میں ہمیشہ رہے گا مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک کام کیے، اس کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور

(۱)۔(البقرہ:۲/۱۶۵) (۲)۔(الفرقان:۲۵/ ۶۸ تا ۷۰)



اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ①

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عدل واحسان اور اقارب کو مالی امداد دینے کا حکم فرمایا اور بے حیائی، ناشائستگی اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے منع کیا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ متقی، محسن، عادل بہت توبہ کرنے والے، پاک صاف رہنے والے لوگوں اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بہ صف کھڑے ہوکر جہاد کرتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ جس چیز سے اس نے منع کر دیا ہے اس کا ارتکاب اسے بہت ناپسند ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ②

ان سب باتوں میں جو بری باتیں ہیں وہ تیرے پروردگار کو ناپسند ہیں۔

شرک سے اور والدین کی نافرمانی سے منع فرمایا اور قرابت والوں کو ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا۔ اسراف سے بھی روکا اور بخل سے بھی۔ ہاتھ کو اس درجہ سکیڑ لینا کہ گویا گردن سے بندھا ہوا ہے اور پھیلانا تو انتہا پر جا پہنچنا دونوں اسے ناپسند ہیں۔ بغیر کسی شرعی حق کے کسی کو جان سے مار ڈالنا، زنا کرنا، مال یتیم کے پاس تک پھٹکنا، اِلّا یہ کہ بطریق احسن ہو یہ ساری باتیں ممنوع ہیں۔ انہی کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ③

ان سب باتوں میں جو بری باتیں ہیں وہ تیرے پروردگار کو ناپسند ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا، اور نہ وہ اس میں راضی ہے کہ کفر اس کے بندوں سے پلٹ جائے۔ بندے کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ توبہ کیا کرے۔ چنانچہ فرمایا:

تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ④

اے مومنو! سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو، تاکہ تم کو نجات ملے۔

(۱)۔(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ البقرہ و تفسیر سورۃ فرقان رقم: ۴۷۶۱۔ مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب کون الشرک اقبح الذنوب۔ رقم: ۲۵۸)

(۲)۔(الاسراء: ۱۷/ ۳۸) (۳)۔(الاسراء: ۱۷/ ۳۸) (۴)۔(النور: ۲۴/ ۲۱)



صحیح بخاری میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْ إِلَى رَبِّكُمْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار کی بارہ گاہ میں توبہ کرو، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِيْ وَإِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (۲)

یعنی میرے دل پر پردہ سا آجاتا ہے اور میں دن میں سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

سنن میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا" کہ ہم گنا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں سو مرتبہ (یا یہ کہا کہ سو سے زیادہ مرتبہ) کہا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳)

"اے میرے پروردگار میرے گناہوں کو بخش دے۔ میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

جب نماز سے سلام پھیرتے تھے تو تین مرتبہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

اے اللہ تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اے بزرگ اور بخشش والے تو بابرکت ہے۔ (۴)

---

(۱)۔(بخاری۔کتاب الدعوات۔باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلۃ رقم:۶۳۰۷۔نسائی۔عمل الیوم واللیلۃ رقم۔)

(۲)۔(مسلم۔کتاب الذکر۔باب استحباب الاستغفار والاستکثار رقم:۶۸۵۸ ابوداؤد۔کتاب الصلاۃ۔باب فی الاستغفار رقم:۱۵۱۵)

(۳)۔(ابوداؤد۔کتاب الصلاۃ۔باب فی الاستغفار رقم ۱۵۱۶۔ترمذی کتاب الدعوات۔باب مایقول اذا قام من مجلسہ۔رقم:۳۴۳۴۔مسند احمد ۲/۸۴)

(۴)۔(مسلم کتاب المساجد باب استحباب الذکر ۱۳۳۴)



یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ①

میں رات کو نماز پڑھنے اور سحری کے وقت استغفار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

سورہ مزمل جو کہ حقیقت میں قیام شب کی سورت ہے۔ حکم استغفار ہی پر ختم ہوتی ہے۔ فرمایا:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ②

اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حج کے متعلق فرمایا:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

پھر جب عرفات سے لوٹو مشعر الحرام میں ٹھہر کر اللہ کی یاد کرو اور اس کی یاد اس طریق پر کرو جو اللہ نے تم کو بتایا ہے اور اس سے پہلے تم ضرور گمراہوں میں سے تھے۔ پھر جس جگہ سے لوگ چلیں تم بھی وہیں سے چلو اور اللہ سے مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں بھی اس مضمون کی آیت نازل فرمائی۔ جب نبی ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری لڑائی تبوک میں کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ④

(۱)۔(آل عمران۔۳/۱۷)(۲)۔المزمل۔۷۳/۲۰ (۳)۔(البقرہ:۲/۱۹۸،۱۹۹)(۴)۔(التوبہ:۹/۱۱۷۔۱۱۸)

البتہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پر بڑا ہی فضل کیا اور مہاجرین وانصار پر جنہوں نے تنگدستی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا۔ جب کہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے پھر اس نے ان پر اپنا فضل کیا، اس میں شک نہیں کہ اللہ ان سب پر نہایت درجے مہربان اور رحیم ہے۔ اور ان تین پر بھی جو ملتوی رکھے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے تھے اور سمجھ گئے کہ اللہ سے خود اسی کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تاکہ وہ توبہ کرتے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

قرآن کی یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے آخر یہ سورت نازل ہوئی:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ①

جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور مکہ فتح ہو گیا اور تم نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جاؤ۔ اور اس سے گناہوں کی معافی مانگوں۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ اپنے کام کو تسبیح واستغفار پر ختم کرے۔ صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ رکوع وسجود میں قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق یہ پڑھا کرتے تھے۔

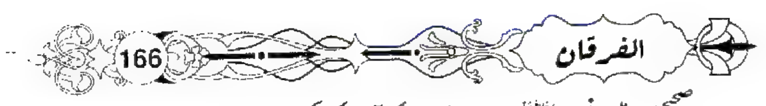
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ②

اے اللہ ہمارے پروردگار میں تیری تسبیح وتقدیس بیان کرتا ہوں اور تیری حمد بیان کرتا ہوں اے اللہ مجھے بخش دے۔

---

(۱)۔(النصر:۱۱۰/۱تا۳)

۲۔(بخاری۔کتاب الاذان۔باب الدعاء فی الرکوع۔رقم:۷۹۴۔ومسلم کتاب الصلاۃ۔باب مایقال فی الرکوع والسجود رقم:۱۰۸۵۔مسند احمد۴۳/۲)



صحیحین میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَإِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَ خَطَئِیْ وَعَمْدِیْ وَکُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (۱)

اے اللہ میری خطا معاف کر دو اور میری جہالت اور میرے اسراف سے درگذر فرما اور اس بات سے درگذر فرما جو کہ تجھے میری نسبت زیادہ اچھی طرح معلوم ہے، اے اللہ! میری ہنسی مذاق کی باتوں اور میرے سوچے سمجھے ہوئے کاموں میں میری بھول چوک کے قصوروں اور میرے دیدہ ودانستہ گناہوں کو بخش دے، اللہ میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو کہ میں نے پہلے کئے ہیں اور جو پیچھے کئے ہیں اور جو پوشیدگی میں کئے ہیں اور جو کھلم کھلا کئے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے وہ دعا سکھا دیجئے جو میں نماز میں پڑھا کروں؟ فرمایا یہ پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا، اپنی خاص مغفرت سے میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ (۲)

سنن (۳) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ دعا سکھا دیجئے جو میں صبح وشام پڑھا کروں؟ فرمایا یہ پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ

(۱)۔(بخاری۔کتاب الدعوات باب قول النبی ﷺ۔ اغفرلی۔ مسلم۔ کتاب الزکر والدعاء باب التعوذ من شرما عمل رقم: ۶۹۰۱ مسند احمد ۴/ ۴۱۷)

(۲)۔(بخاری۔کتاب الاذان۔باب الدعاء قبل السلام ۸۳۴ مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الدعوات والتعوذ رقم: ۶۸۶۹)

(۳)۔مثلاً سنن ترمذی سنن ابی داؤد وغیرہ یعنی حدیث کی وہ کتابیں جو بخاری مسلم کے سوا ہیں۔

وَمَلِيْكَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِیْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ ①

اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غیب اور آشکارا کے جاننے والے ہر چیز کے پروردگار و مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں اپنے نفس کی شر سے اور شیطان کی شر اور اس کے شرک سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے خلاف برائی حاصل کرلوں یا کسی دوسرے مسلمان کی طرف کھینچ لے جاؤں۔

حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ دعا صبح وشام اور سونے کے وقت پڑھا کرو۔

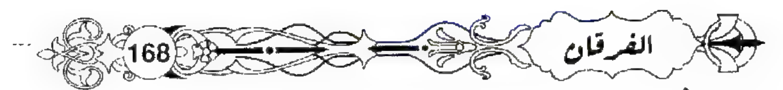
ان آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ خیال کرنا جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے سے مستغنی ہے بلکہ ہر شخص ہمیشہ کے لئے توبہ واستغفار کا محتاج ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ②

اور اس بار امانت کو انسان نے اٹھالیا۔ بے شک وہ اکھڑ اور بے سمجھ ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے گا، اور مومن اور مومن عورتوں اور مردوں کی توبہ قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

سو انسان ظالم اور جاہل ہے اور مومنین ومومنات کی غایت توبہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نیک بندوں کے توبہ کرنے اور ان کو بخش دینے کا ذکر فرمایا ہے (صحیح بخاری) میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص اپنے عمل سے

(۱)۔ (مسند احمد۔۱/۹۔۱۰۔۱۴، الادب المفرد، رقم الحدیث ۱۲۰۲ نسائی عمل الیوم واللیلۃ)
(۲)۔ (الاحزاب: ۳۳/۷۲، ۷۳)



جنت میں نہیں جائے گا۔'' صحابہؓ نے عرض ''کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھی؟'' فرمایا میں بھی جنت میں داخل نہ ہوسکوں گا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔ (۱)

یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی منافی نہیں ہے:۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۲)

گذشتہ ایام میں تم نے جو اعمال کیے ہیں ان کے بسبب مزے سے کھاؤ اور پیو۔

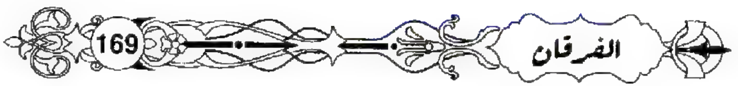
کیونکہ رسول ﷺ نے مقابلہ ومعاوضہ کی (با) کی نفی کی ہے، نہ (با) سببیہ کی۔ اور قرآن نے (با) سببیہ کا اثبات کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ﴿اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا لَمْ تَضُرَّهُ الذُّنُوْبُ﴾ (جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے) اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے دل میں توبہ واستغفار کرنے کا خیال پیدا کر دیتا ہے اور وہ گناہوں پر اصرار نہیں کرتا۔ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ گناہ اس شخص کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو ان پر اصرار کرے۔ وہ گمراہ ہے کتاب وسنت اور اجماع سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا مخالف ہے۔ بلکہ امر واقع یہ ہے کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اسے بھی دیکھ لے گا اور اللہ کے جن بندوں کی مدح کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قولِ مبارک میں مذکور ہیں:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۳)

اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو جسکا پھیلاؤ ہے اتنا بڑا ہے جیسے

(۱)۔(بخاری۔ کتاب المرضی۔ باب تمنی المریض الموت۔ رقم:۵۶۷۳۔ مسلم کتاب صفات المنافقین۔ باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ رقم:۷۱۱۱)

(۲)۔(الحاقۃ:۶۹/۲۴) ۳۔(آل عمران:۳/۱۳۳،۱۳۵)



زمین و آسمان کا پھیلاؤ بھی سمائی ان پرہیزگاروں کے لئے تیار ہے جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اللہ کے نام خرچ کرتے اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ جو ایسے نیک دل ہیں کہ بہ تقاضائے بشریت جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا کوئی اور بے جابات کر کے اپنا یعنی اپنے دین کا کچھ نقصان کر لیتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا اپنے بندوں کے گناہوں کا معاف کرنیوالا ہے ہی کون اور جو بے جابات کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ ودانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے۔

مسئلہ تقدیر:

جس شخص کا یہ خیال ہے کہ تقدیر گناہ گاروں کے لئے حجت ہے تو وہ ان مشرکین کی جنس سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ①

مشرکین ممکن ہے یہ حجت پیش کریں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے اور نہ ہم کسی حلال چیز کو حرام کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا:

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰي ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَاۗءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ②

جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں جھٹلاتے رہے ہیں حتی کہ ہمارے عذاب کا مزا چکھا، اے پیغمبر! ان سے پوچھو کہ تمہارے پاس کوئی سند بھی ہے کہ اس کو ہمارے لئے نکالو۔ نرے وہموں پر چلتے اور نری اٹکلیں ہی دوڑاتے ہو۔ اے پیغمبر! ان سے کہو کہ اللہ کی حجت کامل ہے۔ وہ چاہتا تو تم سب کو رستہ دکھا دیتا۔

(۱)۔(الانعام:۶/ ۱۴۸) (۲)۔(الانعام:۶/ ۱۴۸۔۱۴۹)

اگر تقدیر کسی کے لئے حجت ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کو عذاب نہ دیتا اور قومِ نوح 'عاد' ثمود' قومِ لوط اور قومِ فرعون عذاب الٰہی سے ہلاک نہ ہوتیں اور زیادتی کرنے والوں پر حدیں قائم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ تقدیر کو حجت وہی بنا سکتا ہے جو اپنی خواہش کا پیرو ہو اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ سے منحرف ہو۔ جو شخص تقدیر کو گناہ گاروں کے لئے حجت سمجھتا ہے وہ ان سے مذمت اور عذاب کو اٹھا دیتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ جب اس پر کوئی شخص تعدی کرے تو وہ اس کی نہ مذمت کرے اور نہ اس کو تکلیف پہنچائے بلکہ اس کے نزدیک لذت دینے والی اور دکھ پہنچانے والی چیز برابر ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ کوئی برائی کرے یا نیکی، اس کے نزدیک کوئی فرق نہیں اور یہ امر طبعاً، عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ①

کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو ان لوگوں کی طرح کر کے رکھیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا ہم متقین کو گناہ گاروں کی طرح قرار دیں گے۔

پھر فرمایا:۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ②

کیا ہم مسلمین کو مجرمین کی طرح رکھیں گے۔

نیز فرمایا:۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ③

کیا جن لوگوں نے برے کام کئے ہیں ان کو ہم ان لوگوں جیسا کر کے رکھیں گے جو ایمان بھی لائے اور کام بھی اچھے کرتے تھے۔ کیا ان دونوں جماعتوں کا جینا مرنا ایک برابر ہوگا؟ یہ لوگ کیا ہی برے حکم لگایا کرتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

(۱)۔ (ص:۳۸/۲۸) (۲)۔(ن:۶۸/۳۵) (۳)۔(الجاثیہ:۴۵/۲۱)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ①

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمہیں بغیر کسی مصرف کے پیدا کر دیا ہے اور کیا تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے۔

اور فرمایا:۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ②

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا (سدی سے مراد مہمل چیز ہے جو امر و نہی کی مکلف نہ ہو)

صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آدمؑ اور موسیٰؑ کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ اور آدم کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس طرح کہ موسیٰؑ نے کہا اے آدم! آپ ابو البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ میں روح پھونکی۔ اپنے فرشتوں سے آپ کے لئے سجدہ کرایا۔ اس کے باوجود آپ نے اپنے آپ کو اور ہم کو جنت سے نکالا۔ آدم علیہ السلام نے جواب دیا۔ آپ وہ موسیٰؑ ہیں جنہیں اللہ نے صفتِ کلیمی سے منتخب فرمایا، اپنے ہاتھ سے آپ کے لئے تورات لکھی۔ ذرا یہ تو فرمائیے کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے آپ نے یہ آیت لکھی ہوئی دیکھی۔ ﴿وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ ③

(آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا) موسیٰؑ نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے فرمایا تو پھر آپ مجھے ایک ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی۔ حضور انور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمؑ موسیٰؑ پر دلیل میں غالب آ گئے۔ ④

اس حدیث کے بارے میں دو گروہ گمراہ ہوئے ہیں۔ ایک گروہ نے اس حدیث سے اس بنا پر انکار ہی کر دیا کہ ان کے خیال میں یہ حدیث نافرمانیوں کا ارتکاب کرنے

---

(۱)۔(المومنون:۲۳/۱۱۵) (۲)۔(القیامۃ۷۵/۳۶) (۳)۔(طٰہٰ:۲۰/۱۲۱)

(۴)۔(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب وفات موسیٰ۔ رقم:۳۴۰۹۔ مسلم۔ کتاب القدر۔ باب حجاج آدم و موسیٰ رقم: ۲۶۵۲۔ ابوداؤد۔ کتاب السنۃ۔ باب فی القدر۔ رقم:۴۷۰۲)

والوں کو مذمت اور عذاب سے بر بنائے تقدیر بری قرار دیتی ہے۔ دوسرا گروہ پہلے گروہ سے بھی بدتر ہے۔ وہ تقدیر کو حجت قرار دیتے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ تقدیر ان اہل حقیقت کے لئے حجت ہے جن کو اس کا شہود حاصل ہے یا ان لوگوں کے لئے جن کی رائے یہ ہے کہ وہ فعل پر قادر ہی نہیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ موسیٰؑ نے آدمؑ پر اعتراض اس وجہ سے کیا کہ وہ ان کے باپ ہیں یا اس لئے کہ وہ توبہ کر چکے تھے۔ یا اس لئے کہ گناہ ایک شریعت کے زمانے میں ہوا تھا اور ملامت دوسری شریعت کے دور میں یا اس لئے کہ یہ دنیا میں ہوگا نہ کہ قیامت میں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تاویلات باطل ہیں۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰؑ نے اپنے باپ کو محض اس وجہ سے ملامت کیا کہ شجرہ ممنوعہ سے اس کے پھل کھانے کی وجہ سے اس کی آئندہ نسلوں کو تکلیفیں پہنچیں۔ اس لئے موسیٰؑ نے آدمؑ سے کہا کہ آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو کیوں جنت سے نکال دیا۔ یہ ملامت محض اس وجہ سے نہیں کہ آدمؑ نے گناہ کیا اور توبہ کی کیونکہ موسیٰؑ کو معلوم تھا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا مستحقِ ملامت نہیں ہوتا۔ انہوں نے بھی توبہ کی تھی۔ اگر آدمؑ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ تقدیر کی وجہ سے وہ ملامت سے بری ہو گئے ہیں تو وہ یہ نہ کہتے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ①

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اگر تو مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم زیاں کارروں میں سے ہو جائیں گے۔

مومن کو حکم ہے کہ مصائب آئیں تو صبر کرے اور راضی برضا ہو جائے گناہ سرزد ہو جائے تو معافی مانگے توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

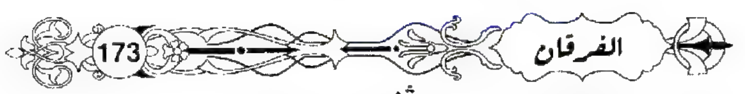
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ②

صبر کر اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں سے معافی مانگ۔

سو مصائب پر صبر کرنے اور گناہوں پر استغفار کرنے کا حکم فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ③

(۱)۔(الاعراف:۷/۲۳) (۲)۔(الغافر:۴۰/۵۵) (۳)۔(التغابن:۶۴/۱۱)



ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جسے مصیبت پہنچے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے پس وہ راضی ہو جاتا ہے اور سر نہاد ہو جاتا ہے۔ جب مومنین پر بیماری، افلاس اور بدحالی وغیرہ کی مصیبت آجائے تو وہ اللہ کے حکم پر صبر کرتے ہیں۔ اگر یہ مصیبت کسی اور کے گناہ کے باعث ہو۔ مثلاً کسی کے باپ نے گناہوں میں مال خرچ کر ڈالا اور اس کی اولاد اس وجہ سے محتاج ہو گئی تو اولاد کو مصیبت پر صبر کرنا چاہیے اور جب وہ اپنی قسمتوں کے لئے باپ کو ملامت کرنے لگیں تو ان کے لئے تقدیر کا ذکر کیا جائے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صبر واجب ہے اور اس سے بھی اعلیٰ اللہ کے حکم کے ساتھ راضی ہونا ہے۔ بعض کے نزدیک رضا بھی واجب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے اور یہی صحیح ہے اور اس سے بلند تر مقام اس امر کا ہے کہ انسان مصیبت کے موقع پر شکر کرے اور مصیبت کو اس بنا پر نعمتِ الٰہی سمجھے کہ اس مصیبت کی وجہ سے اس کے گناہ دور ہوتے ہیں اور اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ مخلوقات سے امیدیں قطع کر کے خالص باری تعالیٰ کی ذات پر توکل کر لیتا ہے۔ رہے گمراہ اور سرکش لوگ وہ تو گناہ کرنے اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے وقت تقدیر کو حجت بناتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکیاں سرزد ہونے لگیں تو وہ انہیں اپنی فضیلت کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کسی عالم نے کہا کہ تو طاعت کے وقت تو قدری① ہے اور نافرمانی کے وقت جبری② ۔ جو مذہب تیری خواہش کے موافق ہو جائے تو اسی کا ہو رہتا ہے' اچھے لوگ اور ہدایت یافتہ لوگ جب نیکی کرتے ہیں تو ان کو یہ شہود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ نیکی کرائی ہے۔ وہی ہے جس نے ان پر انعام فرمایا۔ ان کو مسلمان بنایا۔ ان کو پابندِ نماز کیا۔ ان کے دل میں تقویٰ ڈالا۔ اس کے سوا کسی کو طاقت و توانائی نہیں ہے۔ ان اہلِ ہدایت و ارشاد کو اللہ تعالیٰ تقدیر کے شہود③ کے ذریعے سے خود پسند لوگوں کو احسان

① قدری جو یہ کہے کہ جو کام ہوتا ہے تقدیر کی وجہ سے ہوتا ہے۔
② جبری وہ ہوتا ہے جو کہے کہ میں برائی کرنے پر مجبور ہوں۔
③ جب وہ کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ امر تقدیر میں لکھ رکھا تھا کہ ہم فلاں شخص کے ساتھ یہ نیکی کریں گے اس وجہ سے ان کے دل میں فخر نہیں پیدا ہوتا اور نہ احسان جتانے کے فعل مذموم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

جتلانے والا اور دکھ دینے جیسی موذی عادتوں سے بچاتا ہے اور جب ایسے لوگ کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور اس کی بارگاہ میں اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا استغفار یہ ہے کہ بندہ یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں جہاں تک مجھ میں طاقت ہے میں تیرے عہد و وعدہ پر قائم ہوں اپنے کیے کی برائی سے میں تیرے پاس پناہ لیتا ہوں، تیرے فضل و کرم سے جو کہ مجھ پر ہے، میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں تو مجھے معاف کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو معاف کرے۔ جو شخص یقین کے ساتھ صبح کے وقت یہ دعا پڑھے اور اسی رات مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔①

اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر دیا اور تمہارے مابین بھی ظلم کی تحریم کر دی ہے۔ اس لئے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اے میرے بندو! دن رات تم سے خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور میں سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو۔ مگر وہ بھوکا نہیں جسے میں کھانا کھلا دوں۔ اس لئے مجھ سے کھانا مانگو کہ میں تمہیں کھانا دوں۔ اور پرواہ نہیں کرتا سو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں معاف کر دوں۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر وہ ننگا نہیں جسے میں کپڑا پہنا دوں، اس لئے مجھ سے ہی کپڑا مانگو کہ میں تم کو کپڑا پہنا دوں۔ اے میرے بندو! تم سب

(۱)۔(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب افضل الاستغفار۔ رقم:۶۳۰۶۔ ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب مسند احمد (۲۲۱/۴)

رستہ بھول جانے والے ہو مگر وہ گمراہ نہیں جس میں رستہ بتا دوں۔ مجھی سے رستہ معلوم کرنے کے لیے دعا کرو۔ میں تمہیں رستہ بتا دوں۔ اے میرے بندو! تم مجھے نفع یا نقصان ہرگز نہ پہنچا سکو گے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارا پہلا اور تمہارا آخری فرد اور تمہارا انسان اور تمہارا جن یعنی ساری کی ساری مخلوقات بدرجہ اتم متقی اور پاکیزہ دل ہو جائے تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب کے سب انتہا درجے کے بدکردار اور سیاہ کار بن جاؤ تو میری بادشاہی میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے آخری اور تمہارے انسان اور تمہارے جن سب کے سب کسی ایک میدان میں جمع ہو کر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو اس کی منہ مانگی مرادیں دے ڈالوں تو میرے خزانوں میں اسی طرح کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ جس طرح ایک سوئی کو سمندر میں ایک دفعہ ڈبو کر نکال لینے سے سمندر کی حیثیت آبی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے بندو! بجز ایں نیست کہ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو میں نے گن رکھا ہے اور پھر پورے طور پر تمہیں ان کی جزا دوں گا۔ سو جو شخص نامۂ اعمال میں نیکی دیکھے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور جو شخص اس کے سوا کچھ دیکھے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے"۔ (1)

پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر بندہ بھلائی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہے۔ اور اگر برائی دیکھے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ بہت سے لوگ حقیقت پر بحث تو کرتے ہیں لیکن اس قدر امتیاز نہیں کر سکتے۔ کہ ایک حقیقت کونیہ امریہ ہے۔ جس کا تعلق تخلیق اور مشیت کے ساتھ ہے اور ایک حقیقت دینیہ قدری ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی محبت سے تعلق رکھتی ہے۔ جو شخص اس حقیقت دینی کا پابند ہو۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی زبان سے فرمایا ہے۔ اس میں اور اس دوسرے شخص میں جو کہ اپنے ذوق و وجدان کی پابندی کرتا اور کتاب و سنت کا لحاظ نہیں کرتا فرق کرنا لازمی ہے۔ (لیکن بہت سے متکلمین اس اہم امر کو نظر انداز کر جاتے ہیں) یہی حال لفظ شریعت کا ہے بہت سے لوگ اس پر بحث تو کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی شریعت اور حاکم کے حکم کے مابین فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ اول الذکر کتاب و سنت کی بتائی ہوئی شریعت

(1) مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم رقم ۶۵۷۲؛ ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی شدۃ الوعید للمتکبرین رقم ۳۴۹۵



ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے سے بھیجی ہے۔ اس سے کسی مخلوق کو خروج جائز نہیں اور اس سے وہی خروج کرتا ہے جو کافر ہو۔ آخر الذکر وہ ہے جس کی صحت وسقم یقینی امر نہیں ہے کیونکہ حاکم کبھی ٹھیک فیصلہ کرتا ہے کبھی خطا کرتا ہے۔ یہ بھی اس وقت جب کہ وہ عالم وعادل ہو۔

مجسٹریٹوں کی تین قسمیں:

ورنہ سنن میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ''قاضیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے دو دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔ جس آدمی کو حق معلوم ہو گیا اور اس نے حق ہی پر فیصلہ دے دیا وہ جنتی ہے۔ جس آدمی نے جہالت میں فیصلہ کر دیا وہ دوزخی ہے اور جس کو حق معلوم ہو گیا اور فیصلہ اس کے خلاف دے دیا۔ وہ بھی دوزخی ہے۔ ①

عالم وعامل قاضیوں میں سب سے بہتر سردار بنی آدم حضرت محمد ﷺ تھے۔

صحیحین میں ان سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ''تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو۔ اور ممکن ہے تم میں سے بعض دوسرے کی بہ نسبت حجت پیش کرنے میں زیادہ ہوشیار ہوں۔ بہر حال میں تو فیصلہ اس کے مطابق دیتا ہوں جو کہ میں سن لوں۔ اس لئے جس شخص کے حق میں یہ فیصلہ دے دیا جائے کہ اسے اپنے بھائی کے حق میں سے کچھ ناجائز طور پر مل گیا ہو تو وہ نہ لے کیونکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے''۔ ②

سید الانام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے حق میں اس کا بیان سن کر کچھ فیصلہ ہو جائے اور حقیقت میں اس شخص کا حق نہ ہو تو اس کے لئے لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

مطلق املاک کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ جب اپنے خیال میں شہادت واقرار کی

۱۔(ابوداؤد۔ کتاب القضاء۔ باب القاضی یخطی۔ رقم: ۳۵۷۳۔ ترمذی کتاب الاحکام باب ما جاء عن رسول اللہ ﷺ فی القاضی۔ رقم: ۱۳۲۲۔ ابن ماجہ۔ کتاب الحکام۔ باب الحاکم یجتہد فیصیب الحق رقم: ۲۳۱۵)

۲۔(بخاری۔ کتاب المظالم۔ باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلم۔ رقم: ۲۴۵۸۔ مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب بیان ان حکم الحاکم لا یغیر الباطن۔ رقم: ۴۴۷۳۔ موطا کتاب الاقضیۃ)

مثل شرعی حجت پر کوئی فیصلہ کر دے اور حقیقت ظاہرہ کے خلاف ہو تو جس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے اس فیصلے کے مطابق چیز لے لینا حرام ہے۔ اگر عقود مثلاً نکاح اور فسخ نکاح کے بارے میں بھی ایسا فیصلہ صادر ہو جائے۔ تو اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ جس کے حق میں فیصلہ ہو جائے وہ فیصلہ سے فائدہ نہ اٹھائے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ اور ابو حنیفہؒ ① نے دو قسموں میں فرق کیا ہے۔ جب لفظ شرع و شریعت سے مراد کتاب وسنت ہو تو اولیاء اللہ میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے اور نہ کسی اور کو اس کا اختیار ہے کہ اس سے خروج کرے اور جس کا خیال ہو کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کو محمد ﷺ کی ظاہری و باطنی متابعت کرنے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا رستہ معلوم ہے اور وہ ظاہری باطنی طور پر رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہ کرے تو وہ کافر ہے۔ جو شخص اس مسئلے میں موسیٰ وخضر علیہما السلام کے قصہ سے استدلال کرتا ہے۔ وہ دو وجوہ سے غلطی پر ہے۔ ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف مبعوث نہ تھے۔ اور نہ خضر علیہ السلام پر ان کی پیروی واجب تھی۔ موسیٰؑ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور محمد ﷺ کی رسالت تمام جن وانسان کے لئے ہے۔ اگر بالفرض یہ رسالت کسی ایسے آدمی تک بھی پہنچ جائے جو خضر، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے افضل ہو تو اس پر بھی اس رسالت کا اتباع واجب ہوگا۔ تو خضرؑ نے خواہ نبی ہوں یا ولی کیوں اتباع نہ کریں یہی وجہ ہے کہ خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں سے کچھ مجھے سکھا دیا ہے جو آپ کو معلوم نہیں۔ اور اسی نے اپنے علم سے کچھ آپ کو سکھا دیا ہے جس سے میں آگاہ نہیں۔ ② جن وانسان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس تک محمد ﷺ کی رسالت پہنچ چکی ہو اور پھر وہ ایسی بات کہے۔ دوسرے جو کام خضرؑ نے کیا تھا وہ موسیٰ کی شریعت کے خلاف نہیں تھا۔ اور موسیٰ کو وہ اسباب معلوم نہیں تھے۔ جن کی بنا پر وہ کام جائز تھا۔ جب خضرؑ نے وہ اسباب بیان کر دیئے تو موسیٰؑ نے اس پر ان کی موافقت کی۔ کیونکہ کشتی کو ظالم و غاصب کے دندانِ آز وحرص سے بچانے کے لئے توڑ ڈالنا

(۱)۔ احناف مخالفین امام ابن تیمیہؒ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت اما کس قدر امام ابو حنیفہؒ کی عزت کرتے ہیں۔

(۲)۔ بخاری کتاب العلم باب ما ذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر رقم ۷۴ مسلم کتاب الفضائل۔ باب فضائل خضر رقم ۶۱۶۳

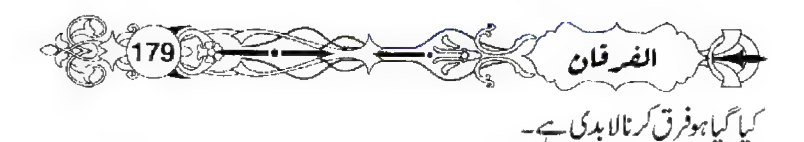
اور پھر اس کو اہلِ کشتی کی مصلحت کے لئے بطور احسان مرمت کر دینا جائز ہے اور حملہ آور موذی کو خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور جس کے قتل کیے جانے کے بغیر اس کے والدین تکفیر سے نہ بچ سکیں، اس کا قتل جائز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نجدہ حروری نے پوچھا کہ بچوں کے قتل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ تو فرمایا کہ اگر آپ کو ان کے متعلق وہ بات معلوم ہو جائے۔ جو خضر علیہ السلام کو بچہ معلوم کے متعلق معلوم ہوئی تھی تو ان کو قتل کر ڈالئے ورنہ نہ قتل کریں۔(۱) رہا بلا معاوضہ یتیم کے ساتھ احسان کرنا اور بھوک پر صبر کرنا تو یہ اعمالِ صالح میں سے ہے۔ اس میں کوئی امر شریعتِ الٰہی کے خلاف نہ تھا لیکن جب شریعت سے مراد حاکم کا فیصلہ ہو تو وہ کبھی عادل ہوتا ہے۔ کبھی ظالم ہوتا ہے۔ کبھی درست ہوتا ہے اور کبھی غلطی کرتا ہے۔

ائمہ کی تقلید نہ واجب ہے نہ حرام:

کبھی شریعت سے ابوحنیفہؒ، ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق، داؤد غیرہ ائمہ فقہ کا قول مراد ہوتا ہے۔ سو یہ لوگ اپنے اقوال کے لئے کتاب و سنت سے دلیل لیتے ہیں۔ جب کوئی مقلد ان میں سے کسی کی تقلید حسبِ گنجائش کرے تو جائز ہے اور اگر اس کی تقلید نہ کرے تو کسی اور کی تقلید بشرطِ گنجائش کر لے تو جائز ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا اتباع تمام امت پر اس طرح واجب نہیں ہے۔ جس طرح رسول ﷺ کی پیروی واجب ہے اور نہ ان میں سے کسی کی تقلید اس شخص کی تقلید کی طرح حرام ہے جو کہ بغیر علم کے بحث کرتا ہے، البتہ جو شخص غیر شریعت کو شریعت سے منسوب کرے۔ تو یہ تبدیل کی قسم سے ہے اور غیر شریعت سے مراد اپنی گھڑی ہوئی باتیں، اللہ تعالیٰ کی مراد کے خلاف نصوص کی تاویل اور دیگر طرح کی لغو باتیں ہیں۔ شرعِ منزل، شرعِ مؤول اور شرعِ مبدل کے درمیان فرق کرنا اسی طرح ضروری ہے۔ جس طرح حقیقتِ کونیہ اور حقیقت دینیہ امریہ کے مابین فرق کرنا ضروری ہے اور جس طرح اس مذہب میں جس کی دلیل کتاب و سنت سے لی گئی ہو اور اس مذہب میں جس میں صاحبِ مذہب کے ذوق اور وجدان پر اکتفا

---

(۱)۔(مسلم کتاب الجہاد باب نساء الغازیات مسند احمد ۱/ ۳۰۸)



کیا گیا ہو فرق کرنا لابدی ہے۔

ارادہ کونیہ اور ارادہ دینیہ میں فرق:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارسال، کلام اور جعلِ دینیہ اور کونیہ میں فرق واضح کر دیا ہے۔

ارادہ کونیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ پیدا کر دے۔ اسے پسند نہ کرے، اس سے راضی نہ ہو۔ اس پر عمل کرنے والوں کو ثواب نہ دے اور نہ ان کو اپنے متقی اولیاء میں شامل کرے۔

ارادہِ دینیہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اسے مشروع کیا۔ اسے پسند کیا۔ اس پر عمل کرنے والوں کو ثواب ہو، وہ معزز قرار پائیں اور اللہ تعالیٰ کے متقی دوستوں، اس کے صاحبِ صلاح وفلاح جتھے اور اس کے غالب ہونے والے لشکر میں شامل ہو جائیں۔

ارادۂ کونیہ وارادہ دینیہ میں فرق کرنا ان عظیم ترین امور میں سے ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اس کے دشمنوں میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ جس سے رب تعالیٰ وہ کام لے جو کہ اسے محبوب، وپسندیدہ ہوں۔ اور وہ شخص اسی حالت میں مر جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہے اور جس کے کام ایسے ہوں جن سے پروردگار ناراض ہو اور مرتے دم تک ایسے ہی افعال کا ارتکاب کرتا رہے تو وہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔

ارادۂ کونیہ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت کا نام ہے جو اس کی مخلوق کے لئے ہوتی ہے اور تمام مخلوقات اس کی مشیت اور اس کے ارادۂ کونیہ میں شامل ہے۔

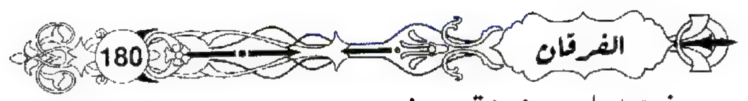
ارادہِ دینیہ میں اس کی محبت شامل ہے۔ اور اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اسے دین اور شریعت قرار دیا ہے۔ یہ ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ①

جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو وہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو وہ تنگ اور بھچا ہوا کر دیتا ہے گویا اسے آسمان پر چڑھنا پڑتا ہے۔

---

(۱)۔(الانعام:۶/۱۲۵)



نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:۔

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْ إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ ①

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ ②

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کوئی مصیبت ڈالنی چاہے تو وہ ٹل نہیں سکتی اور اللہ کے سوا ان لوگوں کا کوئی حامی و مددگار بھی نہیں۔

اور دوسرے پارے میں فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ③

اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے ایام میں سے اتنے ہی دن شمار کر کے روزہ رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے۔ اور تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا۔

اور فرمایا:

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ④

اللہ تعالیٰ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور یہ کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تا کہ تم شکر کرو۔

نکاح کے حلال اور حرام امور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

(۱)۔(ھود:۱۱/۳۴) (۲)۔(الرعد:۱۳/۱۱) (۳)۔(البقرہ:۲/۱۸۵) (۴)۔(المائدہ:۵/۶)

الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۚ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ①

اللہ چاہتا ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کے طریقے تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرے اور تم کو انہی کے طریقوں پر چلائے اور تم پر مہر کی نظر رکھے اور جو لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے بھٹک کر بہت دور جا پڑو۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو امر و نہی ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ②

اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی باتوں کا حکم دیا ہے۔ جن سے تمہاری گندگی دور ہو جائے اور تم صاف ستھرے ہو جاؤ۔ یعنی گندگی کو دور کرنیوالے کاموں کا حکم دے دیا گیا ہے جس نے اس حکم کی اطاعت کی وہ پاک ہو جائے گا۔ اس سے گندگی دور ہو جائے گی اور جو نہ مانے گا اس سے گندگی دور نہ ہو سکے گی۔

امر کونیہ اور امر دینیہ

رہی امر کی بحث سو امرِ کونیہ کے متعلق فرمایا:

اِنَّمَآ اَمْرُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ③

بجز ایں نیست کہ کسی چیز کے لئے ہمارا امر یہ ہے کہ جب اس کا ارادہ کریں تو ہم اس کے لئے کہیں کہ ہو جا' پس ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ④

(۱)۔(النساء:۴/۲۶۔۲۷) (۲)۔(الاحزاب ۳۳/۳۳) (۳)۔(سورۃ النحل ۱۶/۴۱) (۴)۔(القمر ۵۴/۵۰)



ہمارا کام تو بس ایک بات ہوتی ہے جیسے آنکھ کا جھپکانا۔

اور فرمایا:۔

أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ①

امرِ دینیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

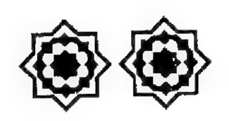
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ②

اللہ تم کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور احسان کرنے کا اور قرابت والوں کو مالی امداد دینے کا اور بے حیائی کے اور ناشائستہ کاموں اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم ان باتوں کا خیال رکھو۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ③

اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کر دیا کرو اور جب لوگوں کے درمیان حکم بنو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی نصیحتیں کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔



(۱)۔(یونس:۱۰/۲۴) (۲)۔(النحل:۱۶/۹۰) (۳)۔(النساء:۴/۵۸)



﴿وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ①
اور وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے اذن کے سوا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

یہاں اذن سے مراد اللہ تعالیٰ کی مشیت وقدرت ہے۔ ورنہ سحر کو اللہ تعالیٰ نے ہرگز مباح نہیں کیا۔ اذنِ دینی کے متعلق فرمایا:۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾ ②
کیا ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کا ایک رستہ تیار کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔

اور فرمایا:۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ ③
ہم نے تجھے گواہی دینے والا، بشارت دینے والا، عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم کے ساتھ بلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ④
ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے وہ محض اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے۔

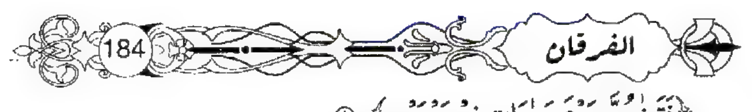
اور فرمایا:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ﴾⑤
اے مسلمانو! کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے ہیں یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ ہوا۔

قضائے کونیہ اور قضائے دینیہ

قضا کی بھی یہی حالت ہے۔ قضائے کونیہ کے متعلق فرمایا:۔

ا۔(البقرۃ۲/۱۰۲) ۲۔(الشوریٰ۴۲/۲۱) ۳۔الاحزاب۳۳/۴۵،۴۶) ۴۔النساء۴/۶۴) ۵۔(الحشر۵۹/۵)



﴿فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ ①

اس کے بعد دو دن میں اس نے سات آسمان بنائے۔

اور فرمایا:

﴿اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ②

جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اللہ تعالیٰ اس کے لئے اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا پس ہو جاتا ہے۔

قضائے دینی کے متعلق فرمایا:۔

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ ③

تیرے پروردگار نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

یہاں قَضٰی سے مراد اَمَرَ یعنی حکم کیا ہے، نہ کہ مقدر کیا۔ کیوں کر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی معبودانِ باطل کی پرستش ہوتی ہے۔ جیسا کہ کئی جگہ خبر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ④

اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی مخلوق کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتی اور نہ نفع دے سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہ لوگ ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿اَفَرَاَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ⑤

تم نے دیکھ لیا کہ جن کی تم اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے' بے شک وہ میرے دشمن ہیں۔ میرا دوست صرف پروردگار عالم ہے۔

---

(۱)۔(حم السجدہ:۱۲/۱۲)(۲)۔(البقرہ:۲/۱۱۷)(۳)۔(بنی اسرائیل:۱۷/۲۳)(۴)۔(یونس:۱۰/۱۸)(۵)۔(الشعراء:۲۶/۷۵۔۷۷)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ﴾ ①

مسلمانو! ابراہیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے تمہارے لئے ان کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم اللہ کے علاوہ پرستش کرتے ہو کچھ بھی سروکار نہیں ہم تم لوگوں کے عقیدوں کو بالکل نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم ہو گئی ہے اور یہ دشمنی ہمیشہ کے لئے رہے گی جب تک کہ تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ مگر ہاں ابراہیم کی وہ بات نمونہ نہیں جب انہوں نے اپنے باپ سے کہی کہ میں تمہارے لئے ضرور مغفرت کی دعا کروں گا اور یوں تمہارے لئے خدا کے آگے میرا کچھ زور تو چلتا نہیں کہ زبردستی تم کو بخشوا لوں۔

اور فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ ②

اے پیغمبر کہہ دو کہ اے کافرو! جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں عبادت نہیں کرتا اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرنے والے اور نہ آئندہ میں تمہارے معبودوں کی اور تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو۔ تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا میرے لئے۔

۱۔(الممتحنۃ: ۶۰/۴) ۲۔(سورہ کافرون ۱۰۹/۱ تا ۶)



اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دین سے بیزار ہے، نہ کہ راضی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت فرمایا:

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ①

اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم کہہ دو کہ میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل، تم میرے کاموں سے بیزار ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔

جس بے دین کا یہ خیال ہو کہ اس سے مذہب کفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ظاہر ہوتی ہے وہ کافر ترین اور کاذب ترین لوگوں میں سے ہے۔ جیسا کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ﴾ میں ﴿قَضٰى﴾ بمعنی ﴿قَدَّرَ﴾ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس چیز کے متعلق قضا فرما دے۔ وہ ضرور واقع ہوتی ہے اور جو شخص بت پرستوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ وہ خدا پرست ہیں۔ وہ اللہ کی کتابوں کے سب سے بڑے کافروں میں سے ہے۔

بعث کونیہ اور بعث دینیہ

لفظ بعث (کے بھی اسی طریق پر دو استعمال ہیں) بعثِ کونی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

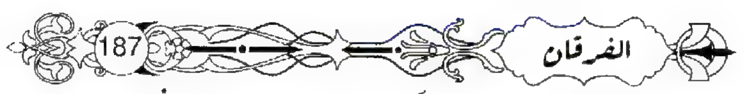
﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا﴾ ②

تو جب ان فسادوں میں سے پہلے فساد کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے وہ بندے اٹھا کھڑے کئے جو بڑے سخت گیر تھے۔ اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔

بعثِ دینی کے متعلق فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ ③

۱۔(یونس:۱۰/۴۱) ۲۔(بنی اسرائیل:۱۷/۵) ۳۔(الجمعہ:۶۲/۲)



وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا، (ان کو کفر و شرک کی گندگیوں سے) پاک صاف کرتا اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ①

اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اور شیطان کے اغوا سے بچتے رہو۔

ارسالِ کونیہ اور ارسالِ دینیہ

اسی طرح لفظ ارسال کی دو صورتیں ہیں۔ ارسال کونی کے متعلق فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ ②

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو اکساتے ہیں۔

اور فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾③

وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بطور بشارت بھیجتا ہے۔

ارسال دینی کے متعلق فرمایا:۔

﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ ④

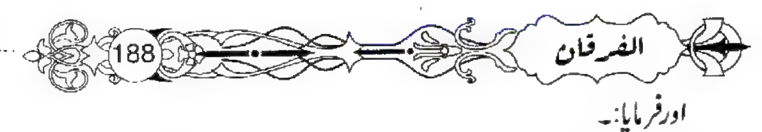
ہم نے تجھے شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ ⑤

ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔

۱۔(النحل ۱۶/۳۶) ۲۔(مریم:۱۹/۸۳) ۳۔(فرقان:۲۵/۴۸) ۴۔(الاحزاب:۳۳/۴۵) ۵۔(نوح:۷۱/۱)



اور فرمایا:۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ①

ہم نے تمہاری طرف رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا۔ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

اور فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ②

اللہ تعالیٰ فرشتوں اور آدمیوں میں سے پیغمبر منتخب کرتا ہے۔

لفظ جعل بھی دو طریق پر مستعمل ہے۔ جعل کونی کی مثال اس آیہ کریمہ میں ہے:۔

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ ③

اور ہم نے وہ دوزخ کی طرف بلانے والے رہنما بنائے۔

جعلِ دینی کے متعلق فرمایا:۔

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ ④

تم میں سے ہر ایک فریق کے لئے ہم نے ایک شریعت ٹھہرائی اور ایک طریقہ۔

اور فرمایا:

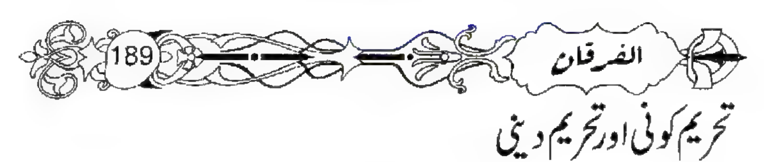
﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ ⑤

نہ تو وہ بحیرہ ⑥ ہے اور نہ سائبہ ⑦ اور نہ وصیلہ ⑧ اور نہ حام ⑨ ان میں سے کوئی چیز اللہ نے نہیں ٹھہرائی۔

۱۔(المزمل:۷۳/۱۵) ۲۔(الحج:۲۲/۷۵) ۳۔(القصص:۲۸/۴۱) ۴۔(المائدہ:۵/۴۸)

۵۔المائدہ:۵/۱۰۳)

۶۔بحیرہ۔کن پھٹی اونٹنی۔ وہ ایک طرح کی سانڈ ہوتی تھی جو بتوں کے نام پر کان پھاڑ کر چھوڑ دی جاتی تھی اور پھر اس کو کوئی دوہ نہیں سکتا تھا۔ ۷۔سائبہ۔ سانڈ جن سے کوئی کارِ خدمت نہیں لیا جاتا۔ ۸۔وصیلہ۔ وہ اونٹنی جس کے پہلوٹی کے اوپر تلے کے دو بچے مادہ ہوں۔ اس کو متبرک سمجھ کر چھوڑ دیا کرتے تھے ۹۔حام۔ شتر نر جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں۔ آخر عمر میں اس کو خدمت سے معاف کر دیا کرتے تھے۔ یہ اور اس طرح کی اور چند وہمی رسمیں عرب میں موجود تھیں۔ اہل ہند میں بعض رسمیں اس طرح کی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان رسموں کی مذمت فرمائی ہے۔



تحریم کونی اور تحریم دینی

لفظ تحریم کے بھی دو استعمال ہیں۔ تحریم کونی کی مثال یہ ہے:۔

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾ ①

ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے اناؤں کے دودھ حرام کر دیئے تھے۔

اور فرمایا:

﴿فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ ②

پس وہ زمین پر چالیس سال کے لئے حرام کر دی گئی ہے تا کہ وہ اس عرصے میں بھٹکے بھٹکے پھرا کریں۔

تحریم دینی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ ③

تم پر مرا ہوا جانور اور خنزیر کا گوشت اور جو خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ نامزد کیا گیا ہو حرام کر دیا گیا ہے۔

اور فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ ④

تم پر تمہاری مائیں۔ تمہاری بیٹیاں۔ تمہاری بہنیں۔ تمہاری پھوپھیاں۔ تمہاری خالائیں۔ بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کر دی گئی ہیں۔

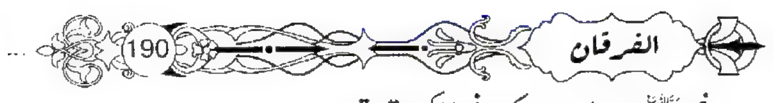
کلماتِ کونیہ اور کلماتِ دینیہ:

کلمات کونیہ کے متعلق فرمایا:

﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ﴾ ⑤

اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں۔

ا۔(القصص ۲۸/۱۲) ۲۔(المائدہ:۵/۲۶) ۳۔(المائدہ۵/۳) ۴۔(النساء:۴/۲۳)۵۔التحریم ۶۶/۱۲)



نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:۔

﴿ اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ ①

میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات تامہ کے ساتھ مخلوقات کی شر سے اور اس کے غضب سے اور اس کے عذاب اور اس کے بندوں کی شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں، پناہ مانگتا ہوں۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی منزل میں اترے اور یہ پڑھے

﴿ اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾ ②

میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ اس کی مخلوق کی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

تو جب تک وہ اس منزل میں رہے گا اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔

نیز آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

﴿ اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ ﴾ ③

میں اللہ کے ان کلماتِ تامہ کے ساتھ جن سے نہ نیک تجاوز کر سکتا ہے اور نہ بد۔ زمین میں پیدا ہونے والی چیزوں کی شر سے اور زمین سے نکلنے والی چیزوں کی شر سے، رات اور دن کے فتنوں کی شر سے، اور اس چیز کی شر سے جو رات کو آئے پناہ مانگتا ہوں الا یہ کہ کوئی رات کو آنے والا بھلائی کے ساتھ آئے اے رحمن۔

اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ وہ ہیں۔ جن سے اس نے کائنات کو پیدا کیا اور اس کی تکوین، اس کی مشیت اور اس کی قدرت سے نیک و بد کوئی خارج نہیں۔

۱۔(موطا۔ کتاب الشعر۔ باب ما یؤمر بہ من التعوذ ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب دعاء الفزع فی النوم رقم:۳۵۲۸)

۲۔(مسلم۔ کتاب الذکر۔ باب فی التعوذ من سوء القضاء رقم:۲۸۷۸۔ مسند امام احمد ۶/ ۳۷۷)

۳۔(موطا مالک۔ کتاب الشعر۔ باب ما یؤمر بہ من التعوذ۔ مسند احمد ۳/ ۴۱۹)



کلماتِ دینیہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں اور اوامر ونواہی ہیں جو کہ ان میں درج ہیں۔ نیک لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں اور بدکرداران کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء متقین اس کے کلمات دینیہ، اس کے جعل دینی، اس کے اذنِ دینی اور اس کے ارادۂ دینیہ کے مطیع ہیں اور ان کلمات کونیہ میں جن سے نیک و بد کسی کو مجالِ تجاوز نہیں، تمام مخلوقات شامل ہے۔ حتیٰ کہ ابلیس، اس کے لشکر، تمام کفار اور تمام اہل نار کلمات کونیہ میں شامل ہیں۔ اگرچہ لوگ پیدائش۔ مشیئت ' رتقدیر میں باہم مجتمع ہیں۔ لیکن امر ونہی، محبت و رضا اور غضب میں مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے متقی اولیاء وہ ہیں جو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جس کام میں خدا کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہو اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے مقدر پر صبر کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں وہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اس کے دشمن جو کہ شیطان کے دوست ہیں وہ اگرچہ اس کی قوت سے باہر نہیں لیکن وہ ان سے ناراض ہے۔ ان پر غضب نازل کرتا ہے۔ ان پر لعنت بھیجتا ہے اور ان سے دشمنی کرتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کا موقع دوسرا ہے۔ یہاں میں نے بطور آگاہی اولیاء الرحمٰن اولیاء شیطان کے بڑے بڑے مختلف اوصاف یک جا جمع کر دیئے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے اوصاف کا جامع فرق یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں تک رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی تو ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سعید دوستوں اور اپنے شقی دشمنوں، اپنے اہلِ جنت اولیاء اور اپنے اہل دوزخ اعداء، اپنے اہلِ ہدایت درشاد اولیاء اور مفسد ونابکار اور گمراہ دشمنوں کے مابین فرق کیا ہے اور آپ ﷺ ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں سے جو کہ شیطان کا جتھا ہیں، اپنے ان دوستوں کو ممتاز فرمایا جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کانقش کر دیا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روحِ قدس سے مؤید فرمایا ہے۔

اولیاء اللہ کا خلاصہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ①

اے پیغمبر جولوگ اللہ اور روز آخرت کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں ان کو تم اللہ کے اور اس کے رسول کے مخالفین کے ساتھ دوستی کرتے ہوئے نہ پاؤ گے۔

﴿اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ ②

اس وقت کو یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں کی طرف پیغام بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مومنوں کو مضبوط کرو، میں عنقریب کافروں کے دلوں میں دہشت ڈال دوں گا پس کافروں کی گردنوں پر مارو۔ اور ان کے تمام پوروں پر مارو۔

شیطان کن لوگوں پر اترتا ہے:

اپنے دشمنوں کے متعلق فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ ③

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن وانس کو دشمن بنایا۔ دھوکا دینے کے لئے ان میں سے ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتیں کہہ بھیجتا ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾ ④

بے شک شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

اور فرمایا:

۱۔(المجادلہ:۲۲/۵۸) ۲۔(الانفال:۱۲/۸) ۳۔(الانعام:۱۱۳/۶) ۴۔(الانعام:۱۲۱/۶)

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ ①

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیطان اترا کرتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکار پر اترا کرتے ہیں سنی سنائی بات کانوں میں ڈال دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو جھوٹے ہیں۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں اے مخاطب کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ شاعر لوگ ہر خیالی وادی میں سرگردان پڑے پھرا کرتے ہیں اور ایسی باتیں کہا کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نیک عمل کیے۔ اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ یا۔ ایسے شاعر مورد الزام نہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

اور فرمایا:

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ ①

تو جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے اور جو چیز تم کو نہیں دکھائی دیتی ہم تو سب ہی کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ قرآن کا کلام ہے ایک معزز فرشتے کا اور یہ کسی شاعر کی بات

۱۔(الشعراء:۲۶/۲۲۱،۲۲۷) ۲۔(الحاقۃ:۶۹/۳۸،۵۲)

نہیں ہے۔تم لوگ بہت ہی کم یقین کرتے ہو۔اور نہ کسی حاضراتی عامل کے تکے ہیں۔تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ یہ کلام پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اور اگر پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے اوپر کہہ دیتا تو ہم نے خونیوں کی طرح اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی گردن اڑا دی ہوتی، اور تم میں سے کوئی بھی ہم کو اس سے روک نہیں سکتا۔اور کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے بھی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ کافروں کے لئے موجب حسرت ہے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ یقیناً برحق ہے تو اے پیغمبر تم اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

اور فرمایا:

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ـ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ﴾ [1]

تو نصیحت کئے جاؤ کہ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو تم عامل ہو اور نہ مجنون ہو۔ کیا لوگ تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ شاعر ہے اور ہم اس کے بارے میں زمانے کی گردش کا انتظار کرتے ہیں۔تم ان سے کہو کہ بہت اچھا تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں کیا ان کی عقلیں ان کو یہ سکھاتی ہیں یا یہ لوگ شریر ہیں یا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے۔بلکہ یہ ایمان ہی لانا نہیں چاہتے سو اگر سچے ہیں تو اس طرح کا کلام یہ بھی بنا کر لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ان لوگوں سے منزہ قرار دیا ہے جن کا تعلق شیاطین کے ساتھ ہوتا ہے۔اور وہ لوگ عامل شاعر اور مجنون ہوتے ہیں۔اور بیان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ اور معزز فرشتہ ان کے پاس قرآن لایا ہے۔فرمایا:۔

۱۔(الطور:۵۲/ ۲۹۔۳۴)

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ①
اللہ تعالیٰ فرشتوں اور آدمیوں میں سے اپنے ایلچی منتخب کرتا ہے۔

اور فرمایا:۔

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ ②
اور کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس کو جبرئیل امین نے سلیس عربی زبان میں تمہارے دل پر القا کیا ہے۔ تاکہ اور پیغمبروں کی طرح تم بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ۔

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ③
اے پیغمبر کہو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے) اس نے تو اللہ حکم سے یہ قرآن تیرے دل پر القاء کیا ہے۔

اور فرمایا:۔

﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ ④
تو اے پیغمبر جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ان پر تو اس کا کچھ قابو نہیں چلتا اس کا قابو چلتا ہے تو ان لوگوں پر جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ جب ہم کسی آیت کے بدلے

۱۔(الحج:۲۲/۷۵) ۲۔(الشعراء:۲۶/۱۹۲تا۱۹۵) ۳۔(البقرہ:۲/۹۷) ۴۔(النحل:۱۶/۹۸تا۱۰۲) ا۔

آیت بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی نازل کی ہوئی باتوں کی مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے دل سے بنالیتا ہے۔ بلکہ بات یوں ہے کہ ان میں سے اکثر جانتے ہی نہیں اے پیغمبر! کہدو کہ حق یہ ہے کہ اس قرآن کو تمہارے پروردگار کی طرف سے روح القدس یعنی جبرئیل لے کر آئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو مضبوط کرے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کا نام روح الامین اور روح القدس رکھا ہے۔ اور فرمایا:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ ①

تو ہم کو ان ستاروں کی قسم جو چلتے چلتے الٹے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں۔

ان سے وہ ستارے مراد ہیں جو اپنے طلوع سے قبل آسمان میں رُوپوش ہوتے ہیں اور جب ظاہر ہوتے ہیں تو وہ لوگوں کو چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور جب غروب ہوتے ہیں تو وہ اپنی کناس (قیامگاہ) کی طرف چلے جاتے ہیں۔ جو ان کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کردیتی ہے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ ②

رات کی قسم جب اس کی سیاہی بھاگتی چلی جاتی ہے۔

عَسْعَسَ سے مراد اَدْبَرَ ہے۔ یعنی جب رات پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہے اور صبح آجاتی ہے۔

﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ ③

اور صبح کی قسم جس وقت اس کی پو پھوٹتی ہے۔

تَنَفَّسَ سے مراد آمد صبح ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ ④

ایک معزز ایلچی کا پہنچایا ہوا پیغام ہے۔

اس ایلچی سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

۱۔(التکویر:۸۱/ ۱۵، ۱۶) ۲۔(التکویر:۸۱/ ۱۷) ۳۔(التکویر:۸۱/ ۱۸) ۴۔(التکویر:۸۱/ ۱۹)

﴿ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾ ①

بڑی قوت والا ہے صاحب عرش کے ہاں بڑے مرتبہ والا وہاں کے فرشتے اس کا حکم مانتے ہیں اور امانت دار ہے۔

ثَمَّ سے مراد آسمان ہے یعنی وہی آسمان میں امین اور مطاع ہے۔

﴿وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ﴾ ②

اور تمہارا رفیق مجنون نہیں ہے۔

یعنی وہ رفیق جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان کیا کہ اس کو تمہاری ہی جنس سے رسول بنا کر بھیجا وہ اس وقت تمہارا ساتھ دیتا ہے۔ جب تم فرشتوں کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ﴾ ③

اور کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل ہوا اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو پھر تو فیصلہ ہی ہو جاتا پھر ان کو مہلت تو نہ دی جاتی اور اگر ہم رسول کا مددگار کوئی فرشتہ بناتے تو اس کو بھی آدمی ہی بناتے۔ اور وہی شبہے ان کے دلوں پر طاری کر دیتے جواب ان کے دلوں میں موجود ہیں۔

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ﴾ ④

اور بے شک اس نے اس کو مطلع صاف میں دیکھا

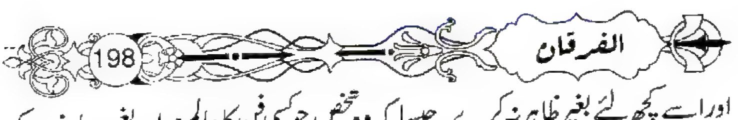
یعنی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ اور فرمایا:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِظَنِیْنٍ﴾ ⑤

اور وہ غیب پر تہمت کیا ہوا نہیں ہے۔

ظَنِیْن سے مراد متہم ہے اور دوسری قراءت میں ضَنِین ہے۔ یعنی بخیل جو علم کو چھپائے

۱۔(التکویر:۸۱/۲۱،۲۵) ۲۔(التکویر:۸۱/۲۲) ۳۔(الانعام:۶/۸،۹) ۴۔(التکویر:۸۱/۲۳) ۵۔(التکویر:۸۱/۲۴)



اور اسے کچھ لئے بغیر ظاہر نہ کرے۔ جیسا کہ وہ شخص جو کسی فن کا عالم ہو اور بغیر معاوضہ کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اور فرمایا:۔

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَٰنٍ رَّجِيمٍ﴾ ①

اور نہ وہ شیطان مردود کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

یہاں جبریل علیہ السلام کو شیطان ہونے سے منزہ قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح محمد ﷺ کو شاعر اور عامل ہونے سے منزہ قرار دیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متقی دوست وہی ہیں جو کہ محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ جس کام کا وہ حکم فرمائیں اسے کرتے ہیں اور جس سے منع فرماتے ہیں اس سے رک جاتے ہیں اور جس بات میں ان کو پیروی کرنے کا حکم صاف طور پر بیان کردیں۔ اس میں وہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تائید اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں اور جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے کرتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے انوار ڈالتا ہے۔ جن کرامات سے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء متقین کو سرفراز فرماتا ہے' وہ انہی لوگوں کا حصہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اولیاء کی کرامات کا ظہور یا دین کے حجت کے لئے ہوتا ہے یا مسلمانوں کی کسی ضرورت کے لئے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کے معجزے تھے۔

معجزات نبی ﷺ:

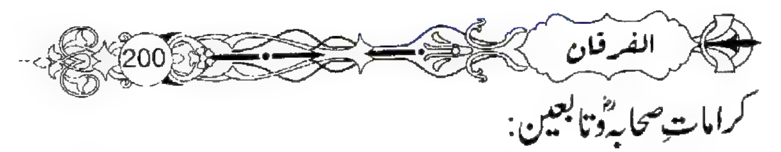
اولیاء اللہ کی کرامات رسول ﷺ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ حقیقت میں رسول ﷺ کے معجزوں میں داخل ہیں۔ مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا' آپ ﷺ کے ہاتھ میں سنگریزوں کا تسبیحیں کہنا' درختوں کا آپ ﷺ کی طرف آنا، خشک لکڑی کا آپ ﷺ کے سامنے گریہ وزاری کرنا' معراج کی رات آپ ﷺ کا بیت المقدس کا حلیہ بتانا۔ جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہوگا اس کی خبریں دینا' کتاب عزیز کا لانا' کئی مرتبہ کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ کردینا۔ چنانچہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث کے مطابق غزوۂ خندق میں آپ ﷺ نے کھانے کی ایک ہانڈی سے سارے لشکر کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور ہانڈی میں کھانا ویسے کا ویسا پڑا رہا۔ غزوۂ خیبر میں پانی کے ایک مشکیزے سے سارے لشکر کی پیاس

۱۔ (التکویر: ۸۱/ ۲۵)

بجھ گئی اور مشکیزے کا پانی کم نہ ہوا۔ جنگِ تبوک میں اسلامی لشکر کی تعداد قریباً تیس ہزار تھی۔ تھوڑا سا کھانا تھا۔ جس میں سے ان سب لشکریوں کے شلیتے بھر دیئے اور کھانے میں کوئی کمی نہ آئی۔ کئی مرتبہ آپ ﷺ کی انگلیوں میں سے اس قدر پانی بہہ نکلا کہ جتنے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ میں چودہ یا پندرہ سو آدمیوں نے اس طرح پانی پیا۔ ابو قتادہؓ کی آنکھیں ان کے رخساروں پر ڈھلک گئی تھیں حضور ﷺ نے ان آنکھوں کو لوٹا دیا۔ اور وہ از سر نو بہترین حالت میں ہو گئیں۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب بن اشرف کے قتل کے لئے بھیجے گئے اور گر کر ان کا پاؤں ٹوٹ گیا تو آنحضرت محمد ﷺ نے اس پاؤں پر ہاتھ پھیر دیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ ایک بکری کی احشا سے نبی ﷺ نے ایک سو تیس آدمیوں کو گوشت کھلایا۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور اس کے دو دو ٹکڑے کئے گئے۔ الغرض سب آدمیوں نے گوشت کھایا اور پھر گوشت بچ بھی رہا۔ ابو جابر عبد اللہ کے ذمہ ایک یہودی کا قرضہ تھا۔ جس کی مقدار تیس خروار تھی۔ جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے حضور نے حکم دیا کہ وہ یہودی اپنے قرضے کے عوض وہ تمام کھجوریں جو کہ اس کی ملکیت میں ہیں لے لے یہودی نے منظور نہ کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کھجوروں میں چلے۔ اور پھر جابرؓ سے فرمایا کہ اس کے لیے کھجوریں کاٹو۔ چنانچہ یہودی کو تیس خروار پورے کر دئے گئے اور سترہ خروار بچ بھی گئے۔[1] اس طرح کے اور بہت سے معجزے ہیں۔ میں نے صرف حضور ﷺ کے ایک ہزار کے قریب معجزات جمع کئے ہیں۔

---

[1] (بخاری کتاب البیوع۔ باب الکیل علی البائع المعطی۔ رقم: ۲۱۲۷)



کراماتِ صحابہؓ وتابعین:

صحابہ اور ان کے تابعین اور دیگر صالحین کی کرامات تو بہت زیادہ ملتی ہیں مثلاً اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سورۂ کہف پڑھا کرتے تھے تو آسمان سے ایسی چیز اترتی تھی جو بادل کا سیاہ سائبان معلوم ہوتا تھا اور جس میں گویا چراغ روشن ہوتے تھے۔ یہ فرشتے ہوتے تھے جو کہ ان کی قرأت سننے کے لئے آتے تھے۔ ①

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کیا کرتے تھے۔ ②

سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جس طشتری میں کھانا کھایا کرتے تھے وہ طشتری یا وہ چیزیں جو کہ اس میں ہوتی تھیں، تسبیحیں پڑھا کرتی تھیں۔ عباد بن بشر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے کالی رات میں نکلتے تھے اور کنارہِ تازیانہ کی شکل کا ایک نور ان کے لئے روشنی کرتا تھا۔ جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تھے تو وہ روشنی بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ ایک حصہ ایک کے ساتھ اور ایک حصہ دوسرے کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ ③

صحیحین میں صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ جب وہ تین مہمانوں کے ہمراہ اپنے گھر کی طرف گئے۔ جو لقمہ کھاتے تھے اس کے نیچے کھانا بڑھ کر اس سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ سب نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیا اور کھانا بھی پہلے کی نسبت زیادہ ہو گیا۔ ابوبکرؓ اور ان کی بیویؓ نے جب دیکھا کہ کھانا پہلے سے زیادہ ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ وہاں بہت سے لوگ آئے سب نے کھانا کھایا اور سب سیر ہو گئے۔ ④

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مشرکین کے پاس قیدی تھے۔ اور ان کے پاس انگور لائے جاتے تھے جنہیں آپ کھایا کرتے تھے، حالانکہ مکہ میں انگور نہیں ہوتے۔ ⑤

۱۔(بخاری۔ کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ رقم ۳۶۱۴۔ مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین۔ باب نزول السکینۃ رقم:۱۸۵۹۔ ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب ماجاء فی سورۃ الکہف۔ رقم:۲۸۸۵۔ مسند احمد ۴/۲۸۱۔)

۲۔(مسلم کتاب الحج، باب التمتع ۔رقم:۲۹۷۴۔)

۳۔(بخاری۔۳۸۰۵۔ کتاب مناقب الانصار، باب منقبہ، اُسید بن حضیر وعباد بن بشر۔ مسند احمد ۳/۱۳۱۔)

۴۔(بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ۔ باب السمر مع الضیف والاھل رقم:۶۰۲، مسلم کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف رقم:۵۳۶۵)

۵۔(بخاری کتاب الجہاد باب ھل یستأثر الرجل ومن لم یستأثر۔۳۰۴۵)



عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ لوگوں نے ان کی نعش کو ڈھونڈا لیکن نہ ملی۔ بات یوں ہوئی کہ نعش قتل ہوتے ہی اٹھالی گئی تھی، عامر بن طفیل نے نعش کو ہوا میں اٹھتے ہوئے دیکھا۔

عروہ کا بیان ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھ رہے تھے کہ نعش کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے نکلیں تو ان کے پاس راستے کا خرچ تھا اور نہ پانی۔ قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جاتیں۔ روزہ دار بھی تھیں۔ جب افطار کا وقت قریب آیا تو ان کو اپنے سر پر کوئی آہٹ سنائی دی۔ سر اٹھایا تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک لوٹا لٹک رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس لوٹے سے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور رہتی زندگی میں ان کو کبھی پیاس نہیں لگی۔

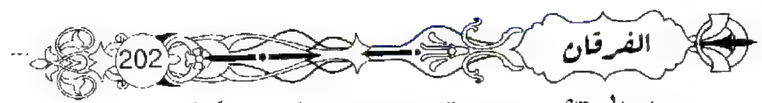
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر کو خبر دی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ تو شیر ان کے ساتھ چل پڑا حتی کہ انہیں منزل مقصود پر پہنچا دیا۔ ①

براء بن مالک رضی اللہ عنہ جب اللہ کی قسم کھایا کرتے تھے تو ان کی قسم سچی کر دی جاتی تھی۔ ②

جب جہاد میں جنگ کا زور مسلمانوں پر آ پڑتا تھا تو صحابہ فرمایا کرتے تھے' اے براء اپنے پروردگار کی قسم کھاؤ۔ آپ کہا کرتے تھے ''اے میرے پروردگار مجھے تیری قسم ہے کہ تو ان لوگوں کے کندھے ہمیں بخش دے۔ اور مجھے پہلا شہید بنا۔'' تو پھر دشمن کو شکست ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جب یوم قادسیہ میں آپ نے کہا کہ اے میرے پروردگار تجھے تیری قسم ہے کہ تو نے ان لوگوں کے کندھے ہمیں بخش دیے ہیں اور تو نے مجھے پہلا شہید بنا دیا ہے تو کفار کو شکست ہو گئی اور حضرت براء شہید کر دیے گئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب ایک مستحکم قلعہ کا محاصرہ کر لیا، تو کفار سے کہا کہ اسلام قبول کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک اسلام نہیں لائیں گے جب تک تو زہر نہ پی لے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر پی لیا لیکن انہیں کچھ نقصان نہ ہوا۔ ③

۱۔ (مستدرک حاکم ۳/۶۰۶ مجمع الزوائد ۹/۳۶۶۔ والبیہقی فی الدلائل ۶/۴۶)
۲۔ (ترمذی کتاب المناقب۔ باب مناقب براء بن مالک، رقم: ۳۸۵۴)
۳۔ (مجمع الزوائد ۹/۳۵۰۔ طبرانی)



سعد بن ابی وقاص اس درجہ مستجاب الدعوات تھے کہ جو دعا بھی کرتے تھے منظور ہو جاتی تھی۔ آپ ہی نے کسریٰ کی فوجوں کو ہزیمت دی اور عراق فتح کیا۔ ①

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ایک لشکر بھیجا تو ساریہ نام ایک شخص کو اس کا امیر بنایا۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بڑے زور سے چلانے لگے ﴿یاساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل﴾ (اے ساریہ پہاڑ کی طرف۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف) اس کے بعد لشکر کا قاصد آیا' اس سے حال پوچھا تو اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! دشمن سے جب ہمارا مقابلہ ہوا تو اس نے ہمیں شکست دے دی۔ اتنے میں ہمیں ایسی آواز آئی گویا کوئی چلانے والا یوں چلا رہا ہے۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف، اس پر ہم نے پہاڑ کی طرف پیٹھیں کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔ ②

زنیرہ رضی اللہ عنہا کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا گیا لیکن اس نے اسلام نہ چھوڑا اور اس کی آنکھ نکل گئی۔ مشرکوں نے کہا' اس کی آنکھ کو لات وعزیٰ نے تکلیف پہنچائی ہے۔ زنیرہؓ نے کہا' 'واللہ ہرگز نہیں' ' اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ اچھی کر دی۔ سعید بن زید نے اروی بنت حکم کے خلاف بددعا کی اور وہ اندھی ہو گئی۔ یہ وہ واقعہ ہے جب کہ اروی نے سعید پر کوئی جھوٹا الزام لگایا۔ تو سعیدؓ نے کہا اے اللہ! اگر وہ جھوٹی ہے تو اسے آنکھ سے اندھی کر دے یا اسے اسی زمین میں ہلاک کر دے' چنانچہ وہ اندھی ہو گئی۔ اور اپنی زمین کے ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ ③

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے اور اپنی دعا میں کہا کرتے تھے۔ یا علیم۔ یا حلیم۔ یا علی۔ یا عظیم۔ تو ان کی دعا قبول ہو جایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ان کے کچھ آدمیوں کو پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی نہ ملا تو آپ نے دعا کی اور قبول ہو گئی۔ ایک دفعہ سمندر ان کے سامنے آ گیا اور وہ گھوڑوں کے ذریعہ اسے عبور کرنے پر قادر

۱۔ (ترمذی کتاب المناقب۔ باب مناقب سعد بن ابی وقاص، رقم: ۳۷۵۱)

۲۔ (اس کو واقدی نے نقل کیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ ٦/٣٧٠ میں الاصابہ لابن حجر قال الالبانی وقد خرجتہ فی الصحیحہ ١١١٠۔)

۳۔ (مسلم کتاب المساقاۃ۔ باب تحریم الظلم، وغصب الارض وغیرھا۔ رقم: ١٦١٠)



نہ تھے۔ آپ نے دعا کی تو ساری جماعت پانی میں سے گذر گئی اور ان کے گھوڑوں کی زینیں بھی تر نہ ہوئیں۔ پھر آپ نے دعا کی کہ میں مر جاؤں تو یہ لوگ میری نعش نہ دیکھنے پائیں۔ چنانچہ ان کی نعش لحد میں نہ پائی گئی۔

ابو مسلم خولانی کی کرامات:

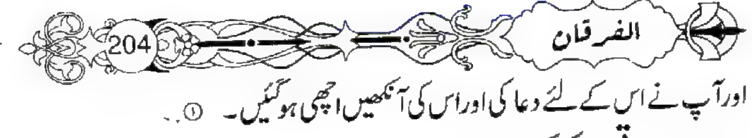
ابو مسلمؒ خولانی کے ساتھ بھی جو کہ آگ میں ڈال دیئے گئے تھے اسی قسم کا واقعہ ہوا۔ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ دریائے دجلہ پر گزرے اور وہ بوجہ طغیانی کے لکڑیاں پھینک رہا تھا، ابو مسلم نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہارے سامان میں سے کوئی چیز گم ہو تو بتاؤ تا کہ میں اللہ عزوجل سے اس کے بارے میں دعا کروں۔ ایک صاحب نے کہا ایک ہار گم ہو گیا ہے۔ فرمایا! میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے چلتے گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ ہار کسی چیز کے ساتھ لٹک رہا ہے۔ پس انہوں نے لے لیا۔ ①

اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ابو مسلم خولانی کو بلوا کر کہا "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔" فرمایا مجھے سنائی نہیں دیتا۔ کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے۔ فرمایا ہاں۔ اس پر انہیں آگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ آگ میں پھینکے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ آگ میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آگ ان کے لئے ٹھنڈی اور موجبِ عافیت ہو گئی۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ مدینہ میں آئے تو عمر فاروق نے آپ کو اپنے اور ابو بکر صدیقؓ کے درمیان بٹھا کر فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں نے جیتے جی امتِ محمد ﷺ میں سے ایسے شخص کو دیکھ لیا جس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو کہ ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ②

ایک اور واقعہ ہے کہ آپ کی لونڈی نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ لیکن آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوا۔ ایک عورت نے آپ کی بیوی کو آپ کے خلاف بہکایا۔ آپ نے اس عورت کو بددعا دی اور وہ اندھی ہو گئی۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں آئی۔ تائب ہوئی

۱۔ (سیر اعلام النبلاء بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

۲۔ (سیر اعلام النبلاء بحوالہ تاریخ ابن عساکر)



اور آپ نے اس کے لئے دعا کی اور اس کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ (1)

عامر بن عبد قیس کی کرامات:

عامر بن عبد قیس دو ہزار درہم بطور مالِ خیرات اپنی آستین میں لے کر نکلتے تھے اور جو سائل بھی ملتا تھا' اسے گنے بغیر خیرات دیتے جاتے تھے پھر وہ گھر واپس آتے تھے۔ تو نہ اس مال کی تعداد کم ہوتی تھی اور نہ وزن۔ آپ ایک ایسے قافلہ کے پاس سے گزرے جسے شیر نے محبوس کر رکھا تھا۔ آپ آئے اور شیر کے منہ کو اپنے کپڑوں سے چھوا' پھر اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا اور فرمایا تو رحمٰن کے کتوں میں سے ایک کتا ہے اور مجھے اس سے حیا آتی ہے کہ اس کے سوا کسی اور چیز سے ڈروں۔ اس اثنا میں قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جاڑے کے موسم میں ان کے لیے وضو آسان کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو ایسا پانی ملنے لگا جس سے دھواں نکلتا تھا۔ آپ نے پروردگارِ عالم سے دعا کی کہ جب میں نماز میں ہوں تو شیطان میرے دل میں داخل نہ ہو سکے۔ چنانچہ شیطان کا ان کے دل پر قابو نہ چلتا تھا۔

حسن بصریؒ حجاج سے رُوپوش ہوئے اور دعا کی کہ انہیں کوئی دیکھ نہ سکے۔ چنانچہ لوگ چھ مرتبہ ان کے پاس آئے اور انہیں نہ دیکھ سکے۔ ایک خارجی آپ کو ایذا پہنچایا کرتا تھا آپ نے اس کے خلاف دعا کی اور وہ گر کر ہلاک ہو گیا۔

وصلہ بن اشیم کی کرامات

وصلہ ابن اشیم جہاد کر رہے تھے کہ ان کا گھوڑا ہلاک ہو گیا۔ آپ نے کہا' اے اللہ' مجھے کسی مخلوق کا زیر بار احسان نہ کر۔ چنانچہ آپ کی دعا سے اللہ عزوجل نے ان کے گھوڑے کو زندہ کر دیا۔ جب وہ گھر پہنچے تو اپنے بیٹے سے کہا۔ گھوڑے کی زین اتار لا کیونکہ میں یہ گھوڑا مانگ کر لایا ہوں۔ چنانچہ زین اتار لی گئی اور گھوڑا مر گیا۔ اہواز میں ایک مرتبہ آپ کو بھوک لگی۔ آپ نے اللہ عزوجل سے دعا کی اور کھانا مانگا تو ان کے پیچھے تازہ کھجوروں کی ایک گٹھڑی ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی آگری۔ آپ نے کھجوریں کھالیں اور کپڑا ایک مدت

1۔ (سیر اعلام النبلاء بحوالہ تاریخ ابن عساکر۔)

تک آپ کی بیوی کے پاس رہا۔ آپ رات کو ایک جنگل میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شیر ان کے پاس آیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اس سے فرمایا ''کسی اور جگہ سے اپنا رزق ڈھونڈو''۔ یہ سنتے ہی شیر چنگھاڑتا ہوا واپس چلا گیا۔

سعید بن المسیب ایام حرہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر سے نماز کے وقتوں میں اذان کی آواز سنا کرتے تھے۔ اور یہ ایسے وقت میں ہوتا تھا کہ باقی آدمی چلے جاتے تھے اور مسجد ان کے سوا باقی تمام آدمیوں سے خالی ہو جاتی تھی۔ ①

قبیلہ نخع کے ایک آدمی کے پاس ایک گدھا تھا جو کہ راستے میں مر گیا' اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ لاؤ ہم تمہارے سامان کو تقسیم کر کے اپنی سواریوں پر رکھ لیتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے تھوڑی سی مہلت دو' پھر وضو کیا اور نہایت اچھی طرح کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا گدھا زندہ کر دیا اور اس نے اپنا سامان اس پر لاد دیا۔

اویس قرنیؒ جب فوت ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کے کپڑوں میں کفن پڑے ہوئے ہیں جو پہلے ان کے پاس نہیں تھے اور ایک سنگلاخ زمین میں ان کی قبر کھدی ہوئی پائی گئی۔ جس میں لحد تھی۔ چنانچہ انہی کفنوں میں ان کو ملبوس کیا گیا اور اس لحد میں اتار کر دفن کیا گیا۔

عمرو بن عقبہ بن فرقدؒ ایک دن سخت گرمی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ بادلوں نے ان پر سایہ کر دیا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ آپ کا یہ عہد تھا کہ جہاد کے دن آپ کی خدمت کیا کریں گے۔ اس بنا پر آپ اپنے ایک دوست کی سواریوں کا پہرہ دیتے تھے اور ایک درندہ ان کی حفاظت کرتا تھا۔

مطرف بن عبداللہ بن شخیر جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے تو ان کے برتن ان کے ساتھ تسبیحیں کہا کرتے تھے اور آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ اندھیرے میں چلا کرتے تھے تو تازیانے کا کنارہ ان کے لئے روشنی کیا کرتا تھا۔ جب احنف بن قیس فوت ہوئے تو

۱۔ سنن داری ۱/۴۴، ابن سعد ۵/۱۳۲

ایک شخص کی ٹوپی آپ کی قبر میں گر پڑی۔ جب وہ ٹوپی لینے کے لئے جھکا تو کیا دیکھتا ہے کہ قبر تاحدِ نگاہ وسیع ہو گئی ہے۔

ابراہیم تیمی مہینہ دو مہینہ تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ جب وہ اپنے اہل وعیال کے لئے کھانا لانے کے لئے جاتے تھے تو انہیں اور کچھ نہ ملتا تو سرخ ریت کی ایک گٹھڑی باندھ لاتے تھے اور جب اپنی بیوی کے پاس پہنچ کر اسے کھولتے تھے تو وہ سرخ گیہوں ہوتے تھے۔ جب انہیں کھیت میں بوتے تھے تو ایسے پودے اگتے تھے جو جڑ سے شاخ تک گھنے دانوں والے خوشوں سے لدے ہوتے تھے۔

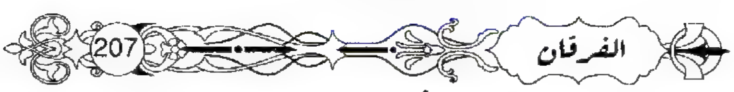
عتبہ نامی ایک لڑکے نے اپنے پروردگار سے یہ تین باتیں مانگیں۔ اچھی آواز، کھلے آنسو اور بغیر تکلیف کے کھانا۔ چنانچہ جب وہ پڑھتا تھا تو خود بھی روتا تھا اور لوگوں کو بھی رلاتا تھا۔ اس کے آنسو عمر بھر جاری رہے اور جب وہ اپنے ڈیرے پر آتا تھا تو اسے اس میں اپنی خوراک مل جاتی تھی اور اسے معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔

عبدالواحد بن زید کو فالج کی بیماری لاحق ہو گئی، آپ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ وضو کے وقت میرے اعضا کھل جایا کریں۔ چنانچہ وضو کے وقت ان کے اعضا کھل جایا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر ویسے ہی ہو جایا کرتے تھے۔ یہ بڑا وسیع باب ہے اور کسی دوسرے موقع پر کراماتِ اولیاء کے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی ہے۔ رہیں وہ باتیں جو کہ ہم آج کل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس زمانے میں وقوع میں آ رہی ہیں سو وہ بہت ہیں۔

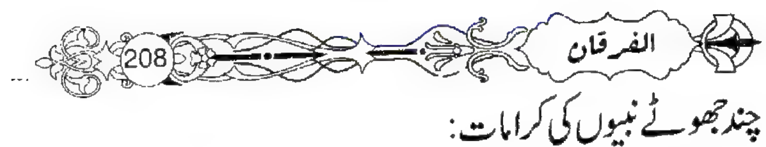
انفرادی کرامات نقصِ ولایت کی علامت ہیں۔

جس بات کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کرامات آدمی کی ضرورت کے مطابق ظہور میں آتی ہیں۔ جب ضعیف الایمان ① اور محتاج آدمی کو کرامات کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کے لئے ان کا ظہور اس درجہ ہوتا ہے کہ اس کا ایمان قوی اور اس کی حاجت پوری ہو جائے اور جو شخص اس کی نسبت ولایت میں کامل تر ہو وہ اس سے مستغنی ہوتا ہے۔

۱۔ ضعیف الایمان کا لفظ ہندوستان کے عرف عام میں ذرا شدید مفہوم پر بولا جاتا ہے۔ یہاں ضعیف الایمان بلحاظ تفاوت مدارج اہل ایمان مراد ہے۔ مترجم



اس لئے اس سے کرامات ظاہر نہیں ہوتیں کیونکہ اس کا درجہ ان باتوں سے بالاتر اور وہ ان سے مستغنی ہوتا ہے اور اگر کرامات کا ظہور ہو تو اس کی نقص ولایت کی دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کی کرامات تابعین میں صحابہ کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ البتہ اگر کسی شخص سے خرقِ عادات کا ظہور لوگوں کی ہدایت اور ان کی ضرورت کے لئے ہو تو ایسے شخص کا درجہ سب سے بڑا ہے۔



چند جھوٹے نبیوں کی کرامات:

ان کرامتوں کے برخلاف احوال شیطانی ہوتے ہیں۔ جس کی ایک مثال عبداللہ بن صیاد کا حال ہے جس کا خروج نبی ﷺ کے زمانے میں ہوا۔ بعض صحابہؓ کا گمان تھا کہ وہ دجال ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے معاملے میں پہلے توقف فرمایا اور بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ وہ دجال نہیں۔ بلکہ وہ ایک عامل ہے۔ نبی ﷺ نے سورہ الدخان کو پوشیدہ رکھ کر اس سے فرمایا کہ بتاؤ میں نے کیا چھپایا ہے۔ تو وہ کہنے لگا الدخ الدخ' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا ذلیل ہو تو اپنے درجہ سے ہرگز آگے نہ بڑھ سکے گا۔ (۱)

آپ کی مراد یہ تھی کہ تو ایک کاہن وعامل ہی تو ہے اور جس کاہن کا ساتھی شیطان ہوتا ہے' اسے وہ بہت سی غیب کی خبریں جو کہ وہ چوری سے سنا کرتا ہے بتا دیتا ہے۔ اور شیاطین کا طریقہ ہے کہ سچ اور جھوٹ کہ خلط ملط کر ڈالا کرتے ہیں۔

بخاری کی روایت سے صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے بادلوں کے ساتھ ساتھ اترتے رہتے ہیں اور آسمان میں جو فیصلہ کیا گیا ہو۔ اس کا ذکر کرتے ہیں تو شیاطین چوری چھپے اسے سن لیتے ہیں اور اسے کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنے پاس سے ملا دیتے ہیں۔ (۲)

مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرماتے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ ٹوٹا اور چمک پیدا ہوئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اس طرح کا واقعہ دیکھتے تھے تو اس کے متعلق زمانۂ جاہلیت میں تم کیا کہا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ یا تو کوئی بڑا آدمی مرے گا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ کسی کی زندگی یا کسی کی موت کے لئے نہیں ٹوٹتا بلکہ جب ہمارا پروردگار تبارک وتعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو عرش کے فرشتے تسبیحیں کہتے ہیں۔ پھر ساتھ والے آسمان کے فرشتے تسبیحیں کہتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ والے

۱۔(بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب اذا اسلم الصبی فمات۔ رقم،۱۳۵۴)

۲۔(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم: ۳۲۱۰، مسلم کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ۔ رقم: ۵۸۱۹)

آسمان کے فرشتے حتی کہ تسبیح کا سلسلہ اس آسمان والوں تک پہنچتا ہے۔ پھر ساتوں آسمان والے فرشتے حاملینِ عرش سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا تو وہ انہیں بتاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہر آسمان والے فرشتے پوچھتے ہیں حتی کہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ شیاطین اس بات کو چوری سے سن لیتے ہیں' ان شیاطین کو کھدیڑنے کے لئے جب شہاب ٹوٹتا ہے تو وہ بھاگ کر اپنے دوستوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے پاس بات کو اگر بے کم و کاست بیان کر دیں تو سچ ہوتی ہے لیکن اس میں اضافہ کرتے ہیں۔①

معمر کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ستارے ٹوٹا کرتے تھے؟ کہا ہاں لیکن جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو ستارے شدت سے ٹوٹے۔

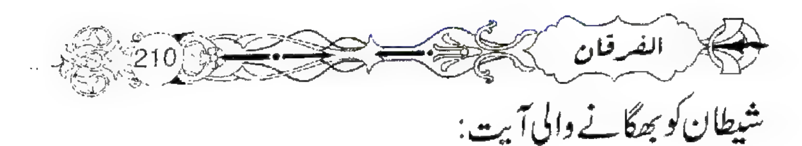
اسود عنسی مدعی نبوت کا بعض شیاطین سے تعلق تھا جو اسے بعض غیب کی باتیں بتادیا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں نے اس سے لڑائی کی تو وہ ڈرتے تھے کہ اس کے متعلق ہم جو بات کریں گے۔ اسے شیاطین اس تک پہنچا دیں گے' آخر کار اس کی بیوی کو اس کا کفر معلوم ہوا اور اس نے ان کو اس کے خلاف مدد دی۔ اور انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔

مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی شیاطین تھے جو اسے غیب کی خبریں پہنچا کرتے اور بہت سے کاموں میں اس کی مدد کیا کرتے تھے۔ اس طرح کے لوگ بہت ہیں۔

حارث دمشقی کا خروج عبدالملک بن مروان کے زمانے میں بلادِ شام میں ہوا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ شیاطین اس کے پاؤں کو بیڑیوں سے نکال دیا کرتے تھے اور ہتھیاروں کو اس کے جسم میں نفوذ کرنے سے روک لیتے تھے۔ سفید پتھروں پر ہاتھ پھیرتا تھا تو وہ تسبیحیں کہنے لگتے تھے۔ وہ لوگوں کو ہوا میں گھوڑوں پر سوار اور پیادہ چلتے دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ حالانکہ وہ جن ہوتے تھے۔ جب مسلمانوں نے اسے روک لیا اور اسے قتل کرنے کے ارادے سے ایک شخص نے اس نیزہ مارا تو نیزہ نے اس کے جسم میں اثر نہ کیا۔ عبدالملک نے اس سے کہا کہ تو نے اللہ کا نام نہیں لیا۔ اس پر نیزہ مارنے والے نے اللہ کا نام لے کر اسے مارا تو اسے ہلاک کر دیا۔

---

① مسلم کتاب السلام، باب تحریم الکہانۃ واتیان الکہان رقم: ۵۸۱۹۔



شیطان کو بھگانے والی آیت:

اس طرح کے شیطانی حالات والے لوگوں کے پاس جب آیت الکرسی کی طرح کے کلمات جو شیاطین کو بھگا دیتے ہیں' پڑھے جائیں تو شیاطین ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں نبی ﷺ سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے۔ کہ جب انہیں نبی ﷺ نے زکوٰۃ فطر کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا تو ہر رات شیطان اس میں کچھ چرا لیتا تھا۔ ابو ہریرہ اسے پکڑ لیتے تھے۔ پھر وہ توبہ کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ نبی ﷺ ان سے پوچھتے تھے کہ تمہارے قیدی نے کل رات کیا کام کیا تھا۔ تو عرض کرتے کہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ پھر نہ آئے گا۔ فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے وہ آئے گا۔ جب تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا تو چور نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک ایسی بات سکھا دوں جو کہ تمہیں فائدہ دے گی۔ جب اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو آیۃ الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ (الآیہ) پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری حفاظت پر ساری رات ایک محافظ رہے گا اور صبح تک تمہارے پاس کوئی شیطان نہ آسکے گا۔ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ اس نے بات تو سچی کہی لیکن ہے وہ بڑا جھوٹا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔[1]

اس آیت کو جب کوئی شخص شیطانی حالات کے پاس پڑھے اور صدق کے ساتھ پڑھے تو وہ باطل ہو جاتے ہیں۔ شیطانی احوال کی مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

شیطانی شعبدات:

کوئی شخص حال شیطانی آگ میں داخل ہو جائے، یا سیٹیاں یا تالیاں بجانے کی محفل میں حاضر ہو۔ شیطان اس پر نازل ہوں اور اس کی زبان سے ایسی باتیں کریں جن کا اسے علم نہیں بلکہ بعض اوقات انہیں سمجھ بھی نہیں سکتا۔

بعض اوقات کسی حاضر مجلس کے دل کی بات واشگاف بیان کر دیتا ہے۔

کبھی وہ مختلف زبانوں میں باتیں کرتا ہے جس طرح کوئی جن مرگی والے آدمی کی

1۔ (بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب صفۃ ابلیس وجنودہ رقم ۳۲۷۵ نسائی عمل الیوم واللیلہ)



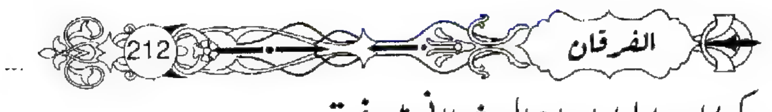
زبان سے باتیں کرتا ہے اور جس انسان کو یہ حال حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کو سمجھتا ہی نہیں وہ بمنزلہ اس مرگی والے آدمی کے ہے۔ جسے شیطان نے اپنی چپیٹ سے مخبوط الحواس کر دیا ہو اور اس پر چھا جانے کے بعد ان کی زبان سے باتیں کر رہا ہو۔ اس طرح کا آدمی جب اپنی اصلی حالت پر آتا ہے تو اس کو اپنے کہے میں سے کسی چیز کا بھی شعور نہیں ہوتا۔ اسی طرح کبھی مرگی والے آدمی کو پیٹا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی انسان کو اتنا مارا جائے تو وہ مر جائے اس مار پیٹ کا اس آدمی پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ افاقہ کے بعد بتا دیتا ہے کہ اسے کچھ محسوس نہیں ہوا کیونکہ چوٹ اس جن کو لگتی ہے جو اس پر چھایا ہوتا ہے۔

اس طرح کے لوگوں میں سے بعض کے پاس شیطان ایسے ایسے کھانے' میوے اور مٹھائیاں وغیرہ دلاتے ہیں۔ جو کہ اس مقام میں نہیں ہوتیں۔

بعض کو جن مکہ' بیت المقدس یا دوسرے مقامات میں اڑا کر لے جاتے ہیں۔

بعض کو جن عرفہ کی شام کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور اسی رات واپس لے آتا ہے۔ چنانچہ وہ کوئی شرعی حج ادا نہیں کرتا۔ اپنے معمولی کپڑوں میں جاتا ہے۔ میقات کے محاذ پر احرام نہیں باندھتا۔ لبیک نہیں کہتا، مزدلفہ میں نہیں ٹھہرتا۔ بیت اللہ کا طواف نہیں کرتا۔ صفاو مروہ کے درمیان نہیں دوڑتا۔ کنکریاں نہیں پھینکتا۔

بلکہ عرفہ میں اپنے معمولی لباس میں وقوف کرنے کے بعد اسی رات واپس لوٹ آتا ہے۔ یہ وہ مشروع حج نہیں ہے جس کے متعلق تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو وہ جمعہ میں آتا ہے تو وضو کے بغیر نماز ادا کر دیتا ہے۔ یا قبلہ کے سوا کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتا ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک وہ شخص تھا جس کو عرفات میں اٹھا کر لے جایا گیا تھا اور واپس آیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے حاجیوں کے نام لکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا میرا نام کیوں نہیں لکھتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تم حاجیوں میں سے نہیں ہو۔ یعنی تم نے شرعی حج نہیں کیا۔



کراماتِ اولیاء اور احوالِ شیطانی میں فرق:

اولیاء کی کرامات اور ان احوالِ شیطانی میں جو کہ کراماتِ اولیاء سے مشابہ ہوتے ہیں۔ چند امور کا فرق ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اولیاء کی کرامات کا سبب ایمان و تقویٰ ہوتا ہے۔ اور احوالِ شیطانی کا سبب وہ چیزیں ہیں۔ جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

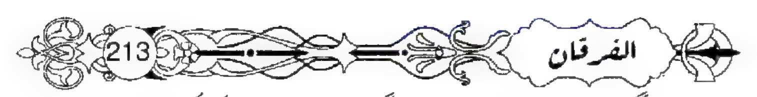
﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ①

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار نے صرف بے حیائی کے کاموں کو منع فرمایا ہے' وہ بے حیائی کے کام ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں تو اور گناہ کو' اور ناحق کسی پر زیادتی کرنے کو اور اس بات کو کہ تم کسی کو اللہ کا شریک قرار دو' جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور یہ کہ بغیر سوچے سمجھے لگو اللہ پر بہتان باندھنے۔

سو بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی شان میں کچھ کہہ دینا' اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' ظلم کرنا اور بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب کرنا' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے اور اس طرح کے افعال اس کا سبب نہیں بنتے کہ ان کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کرامتوں سے سرفراز کرے۔ اس لئے جب امورِ خارقہ نماز' ذکر اور قرآن خوانی سے نہیں بلکہ ان چیزوں سے حاصل ہوں جنہیں شیطان پسند کرتا ہے اور ان امور سے حاصل ہوں جن میں شرک ہو۔ مثلاً مخلوق سے فریادرسی کا طالب ہونا یا وہ ایسے امور ہوں جن کے ذریعہ لوگوں پر ظلم کرنے اور بے حیائی کے کام کرنے کی اعانت ہوتی ہو تو یہ احوالِ شیطانیہ میں سے' ہیں نہ کہ کراماتِ رحمانیہ میں سے۔

ان لوگوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو سیٹیاں اور تالیاں بجانے کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور اس وقت ان پر شیطان اترتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ انہیں ہوا میں اٹھا لیتے

۱۔ (الاعراف: ۷/۳۳)



اور اسے اس گھر سے نکال لے جاتے ہیں۔ اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی آدمی وہاں مل جائے تو وہ اس طرح کے شیطانوں کو بھگا دیتا ہے اور جن شخصوں کو وہ اٹھا کر لے جا رہے ہوتے ہیں وہ گر پڑتے ہیں چنانچہ کئی اشخاص کے ساتھ اس طرح کا ماجرا ہو چکا ہے۔

بعض مخلوق سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ حاجتیں مانگتے ہیں اور اس کی بھی کوئی قید نہیں کہ وہ مسلم ہو یا نصرانی یا مشرک تو جس سے حاجت مانگی جاتی ہے۔ شیطان اس کی صورت بنا کر حاجت مانگنے والے کی کوئی حاجت پوری کر دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہی شخص ہے جس سے حاجت مانگی گئی ہے۔ یا وہ فرشتہ ہے جو کہ اس کی صورت بنا کر سامنے آ گیا ہے۔ حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو کہ اس کو اس لئے گمراہ کرتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔

جس طرح شیاطین بتوں میں داخل ہو کر مشرکین کے ساتھ باتیں کرتے ہیں' بعض کے پاس شیطان خاص صورت میں ظاہر ہو کر کہتا ہے کہ میں خضر ہوں۔

بسا اوقات اسے بعض باتیں بتاتا ہے اور اس کے بعض مطالب میں اس کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کا ماجرا کئی مسلمانوں یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ارضِ مشرق و مغرب کے بہت سے کفار کے ساتھ ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ ان کا کوئی آدمی مر جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد شیطان اس کی صورت بنا کر آتا ہے اور وہ یہ عقیدہ کرنے لگتے ہیں کہ یہ وہی میت ہے۔ چنانچہ وہ قرضے ادا کرتا ہے۔ امانتیں واپس کرتا ہے۔ اور وہ تمام کام کرتا ہے جو کہ اس میت کے متعلق ہوتے ہیں۔ اس کی بیوی کے پاس جاتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ حالانکہ بسا اوقات کفارِ ہند کی طرح میت کو آگ سے جلا چکے ہوتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو گیا ہے۔

مصر میں ایک شیخ نے اپنے نوکر کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو کسی کو اجازت نہ دینا کہ مجھے نہلائے۔ میں خود آؤں گا اور اپنے آپ کو نہلاؤں گا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے نوکر کو ایک شخص اس کی صورت کا نظر آیا۔ اسے خیال ہوا کہ وہی ہے چنانچہ وہ اندر آیا اور اپنے آپ کو نہلایا۔ جب وہ اندر آنے والا غسل کر چکا یا میت کو غسل دے چکا تو غائب ہو گیا۔ یہ حقیقت میں شیطان تھا۔ جس نے میت کو گمراہ کیا تھا کہ تم مرنے کے بعد آؤ گے اور اپنے



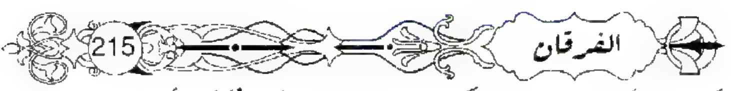
آپ کو غسل دوں گے' سو جب وہ مر گیا تو اس کی صورت بنا کر آیا تا کہ جس طرح اس نے مرنے والے کو گمراہ کیا تھا۔ اس طرح اب زندوں کو بھی گمراہ کرے۔

کسی آدمی کو ہوا میں تخت نظر آتا ہے جس پر روشنی ہوتی ہے اور اسے کسی کہنے والے کی یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اگر کوئی معرفت والا یعنی علم والا ہو تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ شیطان ہے اور وہ اسے ڈانٹتا اور اس سے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ کسی آدمی کو بیداری ہی کی حالت میں چند اشخاص نظر آتے ہیں۔ اور وہ اس کے نبی یا صدیق یا شیخِ صالح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے اور یہ واقعہ کئی آدمیوں کے ساتھ ہوا ہے۔

کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی کی قبر کی زیارت کرنے جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قبر پھٹ گئی اور اس سے کوئی صورت نکلتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہ میت ہے (جو قبر میں مدفون ہے) حالانکہ وہ تو جن ہوتا ہے جو وہ صورت اختیار کر لیتا ہے اور کچھ لوگ کسی گھڑ سوار کو قبر میں داخل ہوتا یا نکلتا دیکھتے ہیں (وہ بھی انسان نہیں بلکہ) وہ جن ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ اس نے قبر کے پاس اپنی آنکھوں کے ساتھ کسی نبی کو دیکھا ہے (وہ غلط کہتا ہے کیونکہ) وہ تو ایک وہم ہوتا ہے۔

کسی شخص کو خواب میں دکھائی دیتا ہے کہ صدیقؓ یا ان کے سوا کسی بڑے آدمی نے اس کے بال کاٹے۔ یا مونڈ ڈالے یا اسے اپنی کلاہ یا کپڑا پہنایا ہے۔ صبح ہوتی ہے تو اس کے سر پر کلاہ رکھا ہوتا ہے اور اس کے بال مونڈے ہوئے یا کترے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جن بالوں کو مونڈ ڈالتا یا کتر دیتا ہے۔ یہ سب احوال شیطانی اسے حاصل ہوتے ہیں جو کتاب وسنت کا باغی ہو جائے ایسے لوگوں کے کئی درجے ہیں۔

جن جنوں کا ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی کی جنس سے اور انہی کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ جنوں میں کافر' فاسق اور گناہگار بھی ہوتے ہیں۔ اگر انسان کافر یا فاسق یا جاہل ہو، تو اس کے ساتھ کفر، فسق اور گمراہی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جب وہ ان کے مرغوبِ خاطر کفریات میں ان کی موافقت کرتا ہے۔ مثلاً جنوں میں جن افراد کی وہ تعظیم کرتے ہیں ان کی قسمیں دیتا ہے۔ سوۂ فاتحہ' سورۂ اخلاص اور آیۃ الکرسی وغیرہ کو الٹ پلٹ



کرتا اور ان کو نجاست کے ساتھ لکھتا ہے تو وہ اس کے لئے پانی کو گہرائی میں اُتار دیتے ہیں اور اسے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو اس طرح کی کفریات سے وہ خوش کر دیتا ہے، کبھی وہ اس کی خواہش کی چیزوں یعنی عورت یا لڑکے کو ہوا میں اڑا کر یا بطور مدفوع و پناہ گزین کے اس کے پاس لے آتے ہیں۔

اس طرح کی اور بہت سی باتیں ہیں جن کو بیان کرنا موجبِ طوالت ہے اور ان چیزوں پر ایمان لانا ایسا ہی ہے۔ جیسا جبت و طاغوت کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ اللہ فرماتا ہے الم تو الیٰ الذین...... یعنی کیا آپ نے وہ لوگ دیکھے ہیں جن کو کتاب کا حصہ دیا گیا ہے اور وہ جبت اور طاغوت کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔

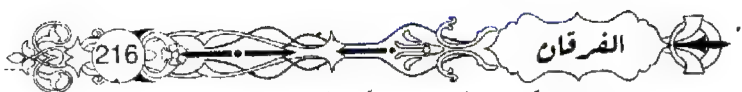
جبت سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان اور بت ہیں۔ اگر مرد اللہ اور رسول کا ظاہر و باطن سے فرمانبردار ہو۔ وہ ان کو ایسی باتوں میں اپنے ساتھ مداخلت کرنے کا موقع نہیں دیتا اور نہ ان سے صلح و رواداری کا علاقہ رکھتا ہے۔ چونکہ اہل اسلام کی مشروع عبادت مسجدوں میں ہوتی ہے جو کہ اللہ کے گھر ہیں۔ اس لئے مسجدوں کے آباد کرنے والے احوالِ شیطانیہ سے بعید تر ہوتے ہیں۔ اہلِ شرک و بدعت جو قبروں اور مردوں کے مزارات کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ میت سے دعا مانگتے ہیں۔ یا دعا میں اس کو وسیلہ بناتے ہیں۔ یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دعا ان کے پاس اگر کی جائے تو مستجاب ہوتی ہے۔ اس لئے وہ احوالِ شیطانیہ کے قریب تر ہوتے ہیں۔ صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ﴾ (1)

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ کی جگہیں بنالیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے وفات سے پانچ راتیں پہلے فرمایا۔ صحبت اور سخاوت کے لحاظ سے مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں اہلِ زمین میں کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر ہی کو خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب اللہ کا خلیل

(1)۔ (بخاری۔ کتاب الصلوۃ۔ باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ وابی بکر وعمر رقم ۱۳۹۰۔ ومسلم، کتاب المساجد۔ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور رقم: ۱۱۸۴۔ ابوداؤد۔ کتاب الجنائز۔ باب فی البناء علی القبر۔ رقم: ۳۲۲۷



ہے۔ مسجد میں جو دروازہ بھی ہو بند کر دیا جائے مگر ابو بکر کا دروازہ کھلا رہے۔ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہیں نہ بنانا۔ میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔ ①

صحیحین میں ہے کہ نبی ﷺ بیمار تھے اور ان کی خدمت میں یہ اطلاع عرض کی گئی کہ ملک حبشہ میں ایک گرجا بلا کا خوبصورت ہے اور اس میں تصویریں ہیں۔ حضور نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ اور اس میں تصویریں بنا دیتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں برے لوگ ہوں گے۔ ②

مسند اور ابو حاتم نے صحیح میں اپنے نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ برے لوگوں میں سے ہوں گے۔ جو زندہ ہوں گے اور قیامت آ جائے گی۔ اور جو قبروں کو مسجدیں بنائیں گے۔ ③

صحیح میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان پر نمازیں پڑھو۔ ④

مؤطا میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نے دعا کی:

﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَ ثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَّسَاجِدَ﴾ ⑤

اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا ہو۔ ان لوگوں پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے ہیں۔

سنن میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میری قبر پر میلے نہ رچانا۔

---

(۱)۔(بخاری۔ کتاب الصلاۃ۔ باب فی الخوخۃ والممر فی المسجد رقم:۴۶۷، مسلم۔ کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب من فضائل ابی بکر۔ رقم:۶۱۷۰)

(۲)۔ بخاری کتاب الصلوۃ فی البیعۃ۔ رقم ۴۳۴۔ مسلم کتاب الصلوۃ باب النھی عن بناء المسجد۔ رقم ۱۱۸۱

(۳)۔ مسند احمد ۱/۴۳۵۔ ابن ابی شیبہ مجمع الزوائد

(۴)۔ مسلم کتاب الجنائز۔ باب النھی عن الجلوس علی القبر رقم ۲۲۵۰

(۵)۔(موطا مالک کتاب قصر الصلاۃ، باب جامع الصلاۃ)



جہاں کہیں تم ہو مجھ پر درود بھیجتے رہنا۔ تمہارا درود مجھے ضرور پہنچے گا۔ ①

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو میری طرف لوٹاتا ہے۔ میں اس شخص کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ ②

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر فرشتے تعینات کر دیے ہیں جو کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچا دیا کریں گے۔ ③

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے سامنے کس طرح پیش ہوگا۔ جب کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک چُور چُور ہو جائے گا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔ ④

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں مشرکین قوم نوح کے متعلق فرمایا:۔

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح)⑤

اور کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو چھوڑنا اور نہ سواع کو نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر سلف صالحین کا بیان ہے کہ یہ لوگ قوم نوح کے نیک مرد تھے۔ جب وہ مر گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر دھرنا دے کر بیٹھنا شروع کیا۔ ان کی مورتیاں بنا کر پوجنے لگے۔ اور یہ تھا آغاز بتوں کی پرستش کا۔ ⑥

سو نبی ﷺ نے شرک کا دروازہ بند کرنے ہی کے لئے تو قبروں کو مسجدیں بنانے کی

۱۔ (ابوداؤد کتاب المناسک۔ باب زیارۃ القبور رقم ۲۰۴۲ مسند احمد ۲/ ۳۶۸)

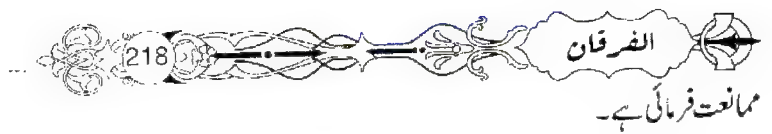
۲۔ (ابوداؤد کتاب المناسک۔ باب زیارۃ القبور رقم ۲۰۴۱ مسند احمد ۲/ ۵۲۸)

۳۔ (مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۶۲)

۴۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ رقم ۱۰۴۷ نسائی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلوۃ علی النبی یوم الجمعۃ رقم ۱۳۷۵)

۵۔ (نوح ۷۱/ ۲۳)

۶۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر باب سورۃ نوح۔ رقم ۴۹۲۰)



ممانعت فرمائی ہے۔

اسی طرح سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کی ممانعت فرمائی کیونکہ اس وقت مشرکین سورج کو پوجا کرتے تھے۔ طلوع و غروب کے وقت شیطان سورج کا ساتھی ہوتا ہے۔ (1)

از بسکہ ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے مشرکین کی پوجا سے مشابہت لازم آتی ہے۔ اس لئے اس کا سدِ باب فرمادیا۔ شیطان سے تو جہاں تک بن پڑتا ہے بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے۔ سو جو شخص سورج، چاند ستاروں کی پوجا کرتا اور ان سے دعائیں مانگتا ہے۔ جیسا کہ کواکب پرستوں کا شیوہ ہے تو اس پر شیطان نازل ہو کر اس سے مخاطب ہوتا ہے اور بعض امور کے متعلق اسے اطلاعیں دیتا ہے۔ اس کا نام رکھتے ہیں ''روحانیتِ کواکب'' حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ شیطان اگرچہ انسان کے بعض مقاصد میں اس کی مدد کرتا ہے لیکن اس نفع سے کئی گنا زیادہ اسے نقصان پہنچاتا ہے۔ خدا کسی کی توبہ قبول فرمالے تو اور بات ہے ورنہ جس نے شیطان کی بات مان لی، اس کا انجام برا ہے۔

اسی طرح بت پرستوں کے ساتھ بھی شیاطین گاہے گاہے باتیں کرتے ہیں اور اس سے بھی باتیں کرتے ہیں جو میت یا غائب سے حاجتیں مانگے۔ یہی حالت اس شخص کی ہے جو میت سے دعا مانگے یا اس کے وسیلے سے دعا مانگے یا یہ خیال کرے کہ اس کی قبر کے پاس دعا کرنا گھروں اور مسجدوں میں دعا کرنے کی بہ نسبت افضل ہے۔ اس قسم کے لوگ ایک حدیث بھی روایت کرتے ہیں جس کے جھوٹ ہونے پر اہلِ علم کا اتفاق ہے، وہ حدیث یہ ہے۔

﴿إِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُوْرُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ﴾

جب مشکلات تمہیں عاجز کر دیں تو قبروں والوں کے پاس جاؤ۔

یقیناً یہ حدیث شرک کا دروازہ کھولنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔ ان کی طرح کے اہلِ بدعت و شرک یعنی بت پرستوں۔ نصرانیوں اور گمراہ مسلمانوں پر مزارات کے پاس حالات

(1)۔ (مسلم کتاب صلاۃ المسافرین۔ نسائی کتاب مواقیت الصلاۃ بعد العصر۔ رقم: ۵۷۱۔ باب لا تتحروا بصلاتکم طلوع الشمس۔ رقم: ۱۹۳۲) نسائی کتاب مواقیت الصلوۃ باب النہی عن الصلوۃ بعد العصر ۵۷۱

طاری ہوتے ہیں۔ جنہیں وہ کرامات خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ شیاطین ہی کرتوت ہوتے ہیں۔ مثلاً پاجامہ قبر کے پاس رکھیں تو اس میں گرہ پڑ جاتی ہے۔ مرگی والے آدمی کو اس کے پاس رکھا جائے تو ان کو دکھائی دیتا ہے کہ اس کا شیطان اس سے جدا ہو گیا ہے۔ یہ کام شیطان ان کے گمراہ کرنے کے لئے کرتا ہے۔ جب وہاں آیۃ الکرسی صدق دل کے ساتھ پڑھی جائے تو یہ عمل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ توحید شیطان کو بھگا دیتی ہے۔ اسی لئے ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ہوا میں اٹھایا گیا اور اس نے ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کہا تو وہ نیچے گر پڑا۔ بعض آدمی دیکھتے ہیں کہ قبر پھٹ گئی اور اس سے انسان نکلا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مردہ نکلا ہے حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ یہ ایک وسیع بحث ہے اس مقام پر اس کی گنجائش نہیں۔ چونکہ غاروں اور جنگلوں میں قطعِ تعلقات کر کے رہنا ان بدعات میں سے ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اور رسول نے جائز قرار نہیں دیا تو بہت سے شیاطین نے غاروں اور پہاڑوں میں اڈے جما دئے۔ مثلاً مغارہ دم جو کہ کوہ قاسیون میں ہے۔ کوہِ لبنان جو کہ ساحلِ شام کے پاس ہے' کوہ فتح باسورن جو کہ مصر میں ہے' روم وخراسان کے پہاڑ جزیرہ کے پہاڑ کوہ لکام۔ کوہ اُخیش۔ سولان جو کوہِ اردبیل کے پاس ہے۔ کوہ شہنک جو کہ تبریز کے پاس ہے۔ کوہِ ماشکو جو کہ نقشوان کے پاس ہے۔ کوہ نہاوند اور دیگر پہاڑوں کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں صالح آدمی رہتے ہیں۔ ان آدمیوں کو وہ رجال غیب کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ حالانکہ وہاں جن مرد ہوتے ہیں اور جس طرح انسانوں میں مرد ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنوں میں بھی مرد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ [1]

اور آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے تو ان آدمیوں نے جنات کو اور بھی زیادہ مغرور کر دیا۔

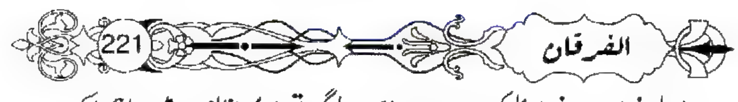
ان میں سے بعض آدمی بالوں والے آدمیوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جن

۱۔ (جن ۷۲/۶)

کی جلد بکری کی جلد سے مشابہ ہوتی ہے۔ جو شخص ان کو نہیں پہچانتا وہ سمجھتا ہے کہ وہ آدمی ہیں حالانکہ وہ جن ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ متذکرہ بالا پہاڑوں میں سے ہر ایک پہاڑ میں چالیس ابدال ہیں اور جن لوگوں کو وہ ابدال سمجھتے ہیں۔ وہ ان پہاڑوں میں رہنے والے جن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کئی طریقوں سے معلوم ہے۔ اس باب پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے اور جو کچھ ہمیں معلوم ہے اسے کہہ سنانے کی گنجائش اس مقام میں نہیں ہے۔ ہم نے اس کے متعلق جو دیکھا اور سنا ہے۔ اس کا اس مختصر رسالے میں بیان کرنا باعثِ طوالت ہے۔ یہ رسالہ صرف ان آدمیوں کے لئے لکھا گیا جنہوں نے ہم سے مطالبہ کیا تھا کہ ہم اولیاء اللہ کا تذکرہ کریں۔ اور وہ سب کچھ اس کے ضمن میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ خوارقِ عادات کے متعلق تین طرح کے عقائد رائج ہیں۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو انبیاء کے بغیر کسی میں خوارقِ عادات کا وجود مانتے ہی نہیں۔ بسا اوقات وہ ان امور کی اجمالاً تصدیق کرتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے ذکر کیا جائے کہ خوارقِ عادات بہت سے لوگوں سے صادر ہوا کرتے ہیں تو وہ اس امر کی تکذیب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی رائے میں اولیاء سے خوارق کا صدور نہیں ہوتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ وہ تمام لوگ جن سے کسی خرق عادت کا ظہور ہو جائے وہ اولیاء اللہ ہیں اور یہ دونوں عقیدے غلط ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ مشرکین اور اہلِ کتاب کو مسلمان کے خلاف لڑائی کرنے کے وقت غیبی مخلوق کی اعانت حاصل ہوا کرتی ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ وہ معاونین اولیاء اللہ میں سے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس پہلا گروہ اس امر کا قائل ہے کہ مشرکین و اہلِ کتاب کے ساتھ کوئی ایسا گروہ ہو ہی نہیں سکتا جس سے خرقِ عادت کا ظہور ہو۔ صحیح بات یہ تیسری ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ انہی کی جنس سے معاونین ہوتے ہیں۔ نہ کہ اللہ عزوجل کے اولیاء۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ [1]

۱۔ (المائدۃ: ۵/۵۱)



مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

جو عابد و زاہد اللہ تعالیٰ کے متقی اور کتاب و سنت کی پیروی کرنے والے دوستوں میں سے نہ ہوں' ان کے ساتھ شیاطین ہوتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں سے ان کی مناسب حال خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے خوارق ایک دوسرے کے متعارض ہوتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے کوئی آدمی مل سکے تو وہ ان کے خوارق کو باطل کر سکتا ہے۔ ان لوگوں میں دانستہ یا نادانستہ اس قدر جھوٹ کا موجود ہونا ضروری اور اس درجہ کا گناہ لازمی ہے جو ان کے ساتھی شیاطین کے مناسبِ حال ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنی متقی اولیاء اللہ اور ان اولیاء شیطان کے درمیان جو کہ ان سے بہ ظاہر تشابہ رکھتے ہیں فرق ظاہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴾

کیا میں تم کو خبر دوں کہ کن لوگوں پر شیطان اترتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترتے ہیں۔ (افاک کے معنی کذاب اور اثیم کے معنی فاجر کے ہیں) (۱)

قوالی:

جن امور سے احوالِ شیطانیہ کو سب سے بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے گانا اور لہو ولعب کی باتوں کا سننا ہے اور یہ مشرکین کی رسمِ سماع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾ (۲)

بیت اللہ کے پاس سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا اور ان کی نماز ہی کیا ہے۔

ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر سلف صالحین کا قول کہ تصدیہ سے مراد ہاتھ سے تالیاں بجانا اور مکاء صفیر (ایک قسم کی آواز) کی مانند ہے۔ مشرکین اسے عبادت سمجھتے ہیں

---

(۱)۔(الشعراء ۲۶/۲۲۱'۲۲۲) ۲۔(الانفال:۸/۳۵)



اور نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کی عبادت وہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یعنی نماز، قراءت، ذکر وغیرہ اور شرعی مجالس۔

نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام نے گانے کی مجلس میں کبھی شرکت نہیں کی۔ نہ ہاتھوں سے تالیاں بجائیں۔ نہ دف استعمال کئے۔ نہ ان کو وجد آئے اور نہ حضور کی چادر گری۔ نبی ﷺ کی حدیث سے آگاہی رکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ نبی ﷺ کے صحابہ جب جمع ہوتے تھے تو ایک کو قرآن پڑھنے پر مامور فرمایا کرتے تھے اور باقی سنا کرتے تھے۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارا پروردگار یاد دلاؤ۔ اس پر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے اور وہ سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ابوموسیٰ اشعری قرآن پڑھ رہے تھے اور نبی ﷺ کا ان کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے فرمایا کل رات میں تمہارے پاس سے گذرا اور تم قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں تمہاری قراءت کو سنتا رہا۔ ابوموسیٰ نے عرض کیا اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تو میں آپ کو سنانے کے لئے بہت اچھا کرکے پڑھتا۔ (1)

چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ ﴾ (2)

اپنی آوازوں سے قرآن کو زینت دو۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اچھی آواز والے مرد کی قراءت کو اس قدر خوش ہو کر سنتا ہے کہ صاحب کنیزک اپنی خوش الحان کنیزک کے گانے سے اس درجہ مسرت اندوز نہیں ہوتا۔ (3)

نبی ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ انہوں نے عرض کی کہ

(1)۔ مجمع الزوائد میں اس کے مفہوم کی روایت ہے۔ 7/171

(2)۔ ابوداؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ رقم 1468۔ نسائی کتاب الصلوۃ باب تزیین القرآن بالصوات رقم 1016۔1017 مسند احمد 4/283

(3)۔ ابن ماجہ کتاب الصلوۃ۔ باب حسن الصوت بالقرآن۔ رقم 1340 مسند احمد 6/19 البانی صاحب نے اسے ضعیف کہا ہے ضعیف الجامع رقم 4633)



آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ حالانکہ آپ ﷺ ہی پر قرآن نازل ہوا ہے۔ فرمایا میں دوسروں سے سننا پسند کرتا ہوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء پڑھ کر سنائی۔ جب اس آیت تک پہنچے:۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَ جِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ ①

بھلا تو اس دن ان لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے جب سب لوگ جمع ہوں اور ہم ہر امت کے گواہ یعنی رسول کو طلب کریں گے جو ان کی نسبت گواہی دے اور اے پیغمبر! ہم تم کو بھی طلب کریں کہ اپنی امت کے لوگوں کی نسبت گواہی دو۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بس''۔ اور اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ②

اس طرح کا سماع نبیوں اور ان کے پیروؤں کا سماع ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

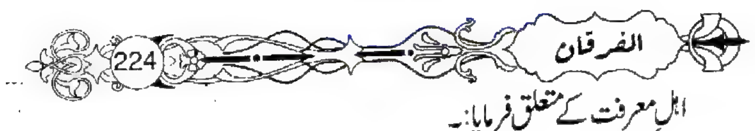
﴿أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَ مِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَ بُكِيًّا﴾ ③

یہ انبیاء لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا آدم کی نسل ہیں اور منجملہ ان کے جن کو ہم نے طوفان کے وقت کشتی میں نوحؑ کے ساتھ سوار کر لیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے راہ راست دکھائی اور منتخب فرمایا۔ جب رحمٰن کی آیتیں پڑھ کر ان کو سنائی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور روتے جاتے تھے۔

(۱)۔ (النساء:۴/۴۱)

(۲)۔ بخاری کتاب فضائل القرآن۔ باب من احب ان یستمع القران من غیرہ مسلم کتاب صلوۃ المسافرین۔ باب فضل استماع القرآن۔ رقم ۱۸۶۷)

(۳)۔ (مریم:۱۹/۵۸)



اہلِ معرفت کے متعلق فرمایا:۔

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ﴾ ①

جب وہ آیتیں جو کہ رسول پر نازل کی گئی ہیں۔ سنتے ہیں تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے تم ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے دیکھتے ہو۔

ازبسکہ اس طرح کے سماع والے لوگوں کا ایمان بڑھتا ہے۔ جسم کانپ اٹھتے ہیں۔ اور آنسو پھوٹ نکلتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی مدح فرمائی ہے۔ فرمایا:۔

﴿ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ﴾ ②

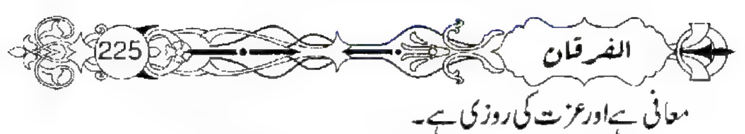
اللہ نے بہت ہی اچھی کتاب اتاری۔ جس کی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ اس کے سننے سے ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر یادِ الٰہی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ ③

سچے مسلمان تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب آیاتِ الٰہی ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، یہی ہیں سچے ایماندار ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں درجے ہیں اور

۱۔(المائدۃ:۵/۸۳) ۲۔(الزمر:۳۹/۲۳) ۳۔الانفال ۸/۲تا۴



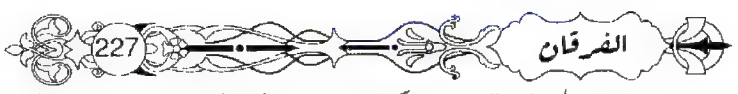
معافی ہے اور عزت کی روزی ہے۔

جب کہ اہلِ بدعت کا سماع کف اور دف اور سارنگی کا سماع ہے۔ صحابہ۔ تابعین اور ائمہ کرام میں سے کسی نے اس طرح کے سماع کو اللہ تبارک تعالیٰ تک پہنچنے کا طریق قرار نہیں دیا۔ وہ اسے قرب الی اللہ اور عبادت میں نہیں بلکہ بدعت مذمومہ میں شمار کرتے ہیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بغداد میں میں زندیقوں کی ایجاد کردہ ایک بدعت چھوڑ آیا ہوں۔ جسے وہ تغیر کہتے ہیں ان کے ذریعہ وہ لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اولیاءِ عارفین اسے پہچانتے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ اس بدعت میں شیطان کا بڑا حصہ ہے۔ اس لئے اس میں حصہ لینے والوں میں سے اچھے لوگ تائب ہو گئے اور جو لوگ معرفت سے بے بہرہ اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کاملہ سے محروم تھے۔ ان میں شیطان کو بہت زیادہ دخل تھا۔ یہ بدعت بمنزلہ شراب کے ہے اور دلوں پر اس کی تاثیر شراب کی نسبت زیادہ گہری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جب اس کا اثر قوی ہو تو اس بدعت والے بدمست ہو جاتے ہیں۔ ان پر شیاطین اترتے ہیں اور ان میں سے بعض کی زبانوں سے بات چیت کرتے ہیں۔ بعض کو ہوا میں اٹھا لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ان میں باہم عداوت ہو جاتی ہے۔ جس طرح شراب پینے والے آپس میں برسرکین ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے جس کے شیاطین دوسرے کے شیاطین سے قوی تر ہوتے ہیں۔ وہ اسے قتل کر ڈالتے ہیں۔ جہال خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے متقی اولیاء کی کرامات ہیں حالانکہ جس کے یہ کرتوت ہوں، وہ اللہ سے دور جا پڑتا ہے اور یہ شیطانی احوال ہیں۔ کیونکہ مسلم کا قتل بجز اس موقع کے جہاں خدا نے حلال کیا ہو قطعاً حرام ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بے گناہوں کو قتل کر ڈالنا ان کرامات میں شمار ہو جن سے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو سرفراز فرماتا ہے؟ غایت درجہ کی کرامت یہ ہے کہ دین میں استقامت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وہ سب سے بڑی کرامت جس سے وہ اپنے کسی بندے کو سرفراز فرماتا ہے یہ ہے کہ اسے ان کاموں کے کرنے میں مدد دے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ جو اس کی رضا کا باعث ہوں۔ جن کی وجہ سے بندہ کو اپنے مالک جل شانہ کا قرب زیادہ حاصل ہو اور اس کے درجے بلند ہوں۔

بعض خوارق جنسِ علم میں سے ہیں۔ مثلاً مکاشفات، بعض جنس قدرت اور ملک میں

سے ہیں۔ مثلاً وہ تصرفات جو خارقِ عادت ہوں۔ اور بعض جنسِ غنیٰ میں سے ہیں۔ جس کی مثال وہ علم' وہ اقتدار۔ وہ مال وغنیٰ اور وہ تمام چیزیں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان خوارق کے ذریعہ ان چیزوں کے حصول کے لئے مدد مانگے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا ومحبت اس کے قرب اور علو مراتب کا باعث ہیں اور جن کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ تو اس سے اللہ اور اس کے رسول کے ہاں اس کا قرب اور وقعت زیادہ ہو جاتی اور اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ان خوارق کے ذریعہ ان چیزوں کے حصول کا طالب ہو۔ جن سے خدا اور رسول نے منع کیا ہے۔ مثلاً شرک' ظلم' اور بے حیائی کے کام تو وہ اس سے مذمت اور عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے اور گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیوں کے ذریعہ اس کی تلافی نہ فرمائے تو وہ گنہگاروں کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ خوارق کو مختلف طریق سے عذاب دیا جاتا ہے۔ کبھی خوارق سلب کر لئے جاتے ہیں۔ جس طرح بادشاہ بادشاہی سے معزول کر دیا جاتا ہے اور عالم سے علم چھین لیا جاتا ہے۔ کبھی اس سے نوافل سلب کر لئے جاتے ہیں اور وہ ولایت خاصہ سے تنزل کر کے ولایتِ عامہ کے درجے میں چلا جاتا ہے۔ کبھی وہ فاسقوں کے درجے تک گر جاتا ہے کبھی اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے اور یہ سلوک اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس کے خوارق شیطانی ہوں ان میں سے بہت سے لوگ اسلام سے مرتد ہو جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جنہیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خوارق شیطانی ہیں بلکہ وہ انہیں اولیاء اللہ کی کرامات خیال کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تو یہاں تک بھی خیال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خرقِ عادت عطا کرتا ہے تو اس کے متعلق اس سے محاسبہ نہیں فرماتا۔ اسی نوع کا ایک اور عقیدہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو بادشاہی' مال' اور تصرف عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق اس سے حساب نہیں لیتا۔ بعض لوگ خوارق کے ذریعہ مباح امور کے حصول میں مدد مانگتے ہیں۔ جن کا نہ تو حکم ہوا اور نہ ممانعت۔ یہ ولایتِ عامہ کا درجہ ہے اور یہ میانہ رو نیک لوگ ہوتے ہیں۔ رہے سابقین ومقربین سو وہ ان لوگوں سے بلند تر ہوتے ہیں۔ جس طرح بندہ رسول (عبد ورسول) بادشاہ نبی (ملک و نبی) سے بلند تر ہوتا ہے۔ جب خوارق صادر ہوں تو بسا اوقات مرد کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔



بہت سے صلحاء خوارق سے توبہ کرتے ہیں اور جس طرح زنا اور چوری وغیرہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح صدورِ خوارق پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں بعض کو خوارق حاصل ہوتے ہیں اور وہ ان کے زائل ہونے کی دعا مانگتے ہیں۔ اور ہر صالح آدمی اپنے مرید سالک کو یہی حکم دیتا ہے کہ خوارق ظاہر ہونے لگیں تو وہیں کھڑا نہ ہو جائے اور نہ ان کو اپنا مشغلہ اور نصب العین بنائے اور یہ عقیدہ رکھنے کے باوجود کہ وہ کرامات ہیں ان پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ جب حقیقی کرامات کے متعلق صلحاء کا یہ رویہ ہے تو جو خوارق شیطانی ہوں اور جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے' ان کا کیا حال ہونا چاہیے۔

مجھے ایسے آدمی بھی معلوم ہیں جنہیں نباتات گفتگو کے ذریعہ یہ بتا دیتی ہیں کہ ان میں کیا کیا فائدے مضمر ہیں اور حقیقت میں گفتگو شیطان کرتا ہے جو نباتات میں داخل ہو جاتا ہے، مجھے ایسے آدمی بھی معلوم ہیں جن سے پتھر اور درخت باتیں کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں اے اللہ کے ولی تمہیں مبارک ہو۔ پھر وہ آیۃ الکرسی پڑھتے ہیں تو یہ حال دور ہو جاتا ہے۔ میں ایسے آدمی کو بھی پہچانتا ہوں جو پرندے کا شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو چڑیاں اور دیگر پرندے اس سے کہتے ہیں کہ مجھے پکڑ لیجئے۔ تاکہ مجھے فقراء دکھائیں۔ دراصل ان میں شیطان داخل ہوتا ہے۔ جس طرح وہ انسانوں میں داخل ہوتا ہے۔ اور ان کے بھیس میں ان سے باتیں کرتا ہے۔ بعض آدمی گھر میں بیٹھے ہوتے ہیں' دروازہ بند ہوتا ہے کھل نہیں سکتا اور وہ اپنے آپ کو گھر سے باہر دیکھ لیتے ہیں اور کبھی وہ گھر سے باہر ہوتے ہیں۔ دروازہ کھلا نہیں ہوتا اور وہ اپنے آپ کو گھر کے اندر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کبھی وہ اپنے آپ کو شہر کے دروازہ سے باہر دیکھتا ہے حالانکہ وہ اندر ہوتا ہے اور کبھی وہ شہر کے اندر دیکھتا ہے۔ حالانکہ وہ ابوابِ شہر سے باہر ہوتا ہے۔ جن کبھی اس کو اندر اور کبھی باہر لے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سرعتِ عمل ہوتی ہے یا نظر بندی یا اسے روشنیاں دکھاتے ہیں اور وہ جو چیز مانگے اسے حاضر کرتے ہیں۔ یہ سب شیاطین کا کام ہے۔ جو کہ اپنے دوست کی صورت تبدیل کر کے سامنے آتے ہیں۔ جب وہ بار بار آیت الکرسی پڑھے تو یہ سب ڈھونگ ختم ہو جاتا ہے۔

مجھے وہ شخص بھی معلوم ہو جس سے کوئی شخص آ کر مخاطب ہوتا ہے کہ میں اللہ کا مامور

فرشتہ ہوں اور تم وہی مہدی ہو جس کی بشارت نبی ﷺ نے دی ہے۔ اس کے لئے خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ٹڈی یا دیگر ہوائی پرندے دائیں طرف جائیں تو وہ دائیں طرف اڑنے لگتے ہیں اور اگر وہ ارادہ کرے کہ وہ بائیں طرف جائیں۔ تو وہ بائیں طرف جاتے نظر آتے ہیں۔ جب اس کے دل میں کسی چارپائے کے متعلق یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے یا سو جائے یا چلا جائے۔ تو ویسا ہی ہو جاتا ہے اور اسے بظاہر کوئی حرکت نہیں کرنی پڑتی۔ جن اسے اٹھا کر مکہ لے جاتے ہیں اور واپس لے آتے ہیں اور اس کے پاس خوبصورت اشخاص لے آتے ہیں۔ اور شیاطین اس سے کہتے ہیں کہ یہ کروبی فرشتے ہیں تمہاری زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ دل میں خیال کرتا ہے کہ انہوں نے بے ریش لڑکوں کی صورت کیسے اختیار کر لی۔ پھر سر اٹھاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ داڑھی والے بزرگ ہیں اور اس سے کہہ رہے ہیں کہ تم مہدی ہو①۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے جسم میں خال اگے گا۔ سو وہ اُگ پڑتا ہے اور وہ اسے دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح کی اور کئی باتیں ہیں اور یہ سب شیطان کے مکر ہیں۔ یہ بہت وسیع باب ہیں اور اس کے متعلق جو جو باتیں مجھے معلوم ہیں۔ اگر انہیں ذکر کرنے لگوں۔ تو ایک بڑی ضخیم کتاب بنانی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ﴾ ②

لیکن انسان کو جب اس کا پروردگار آزمائش کے لئے عزت و نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا پروردگار میری تعظیم و تکریم کرتا ہے اور جب اس کی آزمائش ہی کے لئے اس کی روزی اس پر تنگ کرتا ہے تو وہ بڑبڑاتا پھرتا ہے کہ میرا پروردگار مجھے ذلیل سمجھتا ہے۔

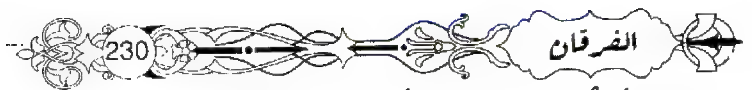
اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کَلَّا (ہرگز نہیں) یہ لفظ زجر و تنبیہ کے لئے آتا ہے۔ زجر اس لئے کی جاتی ہے کہ ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں اور تنبیہ اس امر کی ہوتی ہے کہ جو اس

۱۔ غالباً اسی وجہ سے بہت سے جھوٹے نبیوں اور مہدیوں کو دھوکا ہوا ہے۔ مترجم۔

۲۔ فجر: ۸۹/۱۵،۱۶)

کے بعد بتایا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔ حقیقتِ امر یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسے دنیوی نعمتیں حاصل ہوتیں ہیں۔ وہ کرامت والوں میں شمار نہیں ہوتا اور نہ اس کی دولت و حشمت وہ کرامت ہے۔ جو اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندے کی عزت افزائی کے لئے ارزانی ہوتی ہے۔ اور نہ ہر وہ شخص جس پر نعم و ارزاق کی تنگی ہو ذلیل لوگوں میں شمار ہو سکتا ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندے کو راحت اور مصیبت کے ذریعے سے آزماتا ہے۔ کبھی دنیا کی نعمتیں ایسے لوگوں کو دیتا ہے جنہیں وہ پسند نہیں کرتا اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحب عزت ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں نعمتیں عطا کرنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ بندے کو گمراہی میں ڈھیل دی جائے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں اور اولیاء کو دنیوی نعمتوں سے دور رکھتا ہے تا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مرتبہ کم نہ ہو جائے یا ان کی وجہ سے وہ ایسی باتوں میں دامن آلودہ نہ ہو جائیں جو کہ اسے ناپسند ہیں۔

نیز کراماتِ اولیاء کے لئے ایمان و تقویٰ لابدّی ہے اور جو باتیں کفر اور فسوق و عصیان کے سبب سے ظاہر ہوں' وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خوارق ہیں' نہ کہ اولیاء اللہ کی کرامات۔ جس کے خوارق نماز' قراءت' ذکر' شب بیداری اور دعا سے حاصل نہ ہوں۔ بلکہ شرک سے حاصل ہوں' مثلاً جو مردہ اور غائب اشخاص سے دعا کرنے یا فسق و عصیان کے ارتکاب' سانپوں' بھڑوں' گوبر کے کیڑوں اور لہو وغیرہ نجاستوں کے کھانے سے حاصل ہوں' جو کہ حرام ہیں' جو خوارق ناچ گانے اور خصوصاً غیر محرم عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی رفاقت میں مشغول رقص و سرود ہونے سے حاصل ہوں۔ جو خوارق قرآن سننے سے کم ہو جائیں۔ مزامیرِ شیطان پر کان دھرنے سے قوت حاصل کریں۔ صاحبِ خوارق رات بھر ناچتا رہے اور نماز کا وقت آئے تو بیٹھے بیٹھے نماز ادا کرے یا مرغی کی طرح نماز کو ٹھونگیں مارے' قرآن سننے کو برا سمجھے اور اس سے ناک منہ چڑھائے اور اس کا سنا اس کے لئے باعث تکلیف ہو۔ اس سے اس کے دل میں محبت' ذوق اور لذت پیدا نہ ہو۔ سیٹیاں اور تالیاں بجانے کو پسند کرے اور اس حالت میں اسے وجد آئیں تو یہ سب شیطانی حال ہیں اور انہیں احوال پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آتا ہے:۔



﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ ①

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آنکھیں بند کر لے۔ ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

اس آیت میں ذکرِ رحمٰن سے مراد قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ ②

اور جس نے نہ ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی۔ اور قیامت کے دن میں بھی ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا اے میرے پرودگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا اور میں تو دنیا میں اچھا خاصا دیکھتا بھالتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس طرح ہونا چاہیے تھا۔ دنیا میں تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں مگر تو نے ان کی کچھ خبر نہ لی' اور اسی طرح آج تیری بھی خبر نہ لی جائے گے۔

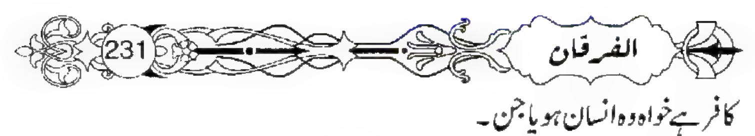
فَنَسِيْتَهَا کے معنی ہیں کہ تو نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھے اور اس پر عمل کرے۔ اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے کو وہ نہ تو دنیا میں کبھی گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں رنج اٹھائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

انس و جن سب پر حضور ﷺ کی رسالت تسلیم کرنا فرض ہے۔

ہر شخص پر یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ اس لئے ہر انسان اور جن پر واجب ہے کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرے۔ جو باتیں وہ بتائیں' ان کو سچا سمجھے۔ ان کے حکم کی تابعداری کرے۔ جس شخص پر آپ ﷺ کی رسالت حجت قائم ہوگئی اور اس نے آپ کو نہ مانا تو وہ

۱۔(الزخرف:۴۳/۳۶) ۲۔(طہ:۲۰/۱۲۴)



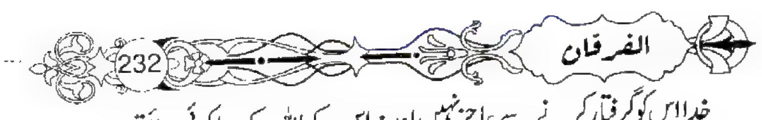
کافر ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن۔

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ محمد ﷺ پیغمبر ثقلین ہیں۔ جنوں کے ایک گروہ نے قرآن سنا اور اپنی قوم کی طرف واپس جا کر اسے ڈرایا۔ یہ واقعہ وہ ہے جب کہ نبی ﷺ طائف سے واپس ہوئے اور اپنے اصحاب کے ہمراہ وادی نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی خبر دی۔ اور یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ①

اور اے پیغمبر ان لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر بھی کرو، جب ہم چند جنوں کو گھیر کر تمہاری طرف لے آئے کہ وہ قرآن سنیں پھر جب وہ اس موقع پر حاضر ہوئے تو ایک دوسرے سے بولے کہ چپ بیٹھے سنتے رہو۔ پھر جب قرآن پڑھنا تمام ہوا تو وہ اپنے لوگوں کی طرف لوٹ گئے کہ ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ لگے کہنے کہ بھائیو! ہم ایک کتاب سن آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگلی کتابیں جو اس کے زمانے میں موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے دینِ حق بتاتی ہے۔ اور سیدھا رستہ دکھاتی ہے بھائیو! جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی کرتے ہیں ان کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ، تاکہ وہ تمہارے گناہ معاف کرے اور آخرت کے دردناک عذاب سے تم کو اپنی پناہ میں رکھے اور اے پیغمبر! جو شخص اللہ کے ماموروں کی دعوت کو نہ مانے گا وہ زمین میں جہاں کہیں بھاگ نکلے گا

۱۔(الاحقاف:۴۶/۲۹ تا ۳۲)



خدا اس کو گرفتار کرنے سے عاجز نہیں اور نہ اس کے اللہ کے سوا کوئی حمائتی ہیں۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہیں۔

اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ ①

اے پیغمبر! سب لوگوں کو جتا دو کہ میرے پاس خدا کی طرف سے اس امر کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے مجھے قرآن پڑھتے سنا اور اس کے بعد اپنے لوگوں سے جا کر کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا۔ جو نیک راہ بتاتا ہے۔ سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم تو کسی کو اپنے پروردگار کا شریک ٹھہرائیں گے نہیں اور ہمارے پروردگار کی بڑی اونچی شان ہے' اس نے نہ تو کسی کو اپنی بیوی بنایا اور نہ کسی کو بیٹا بیٹی۔ اور ہم میں کچھ احمق ایسے بھی ہو گزرے ہیں جو اللہ کی نسبت بڑھ بڑھ کر باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم تو ایسا سمجھتے تھے کہ کیا آدمی اور کیا جن! کوئی بھی اللہ پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے تو اس سے ان آدمیوں نے جنات کو اور بھی زیادہ مغرور کر دیا۔

علماء کے ظاہر ترین قول کے مطابق سَفِيْهُنَا سے مراد اَلسَّفِيْهُ مِنَّا (ہم سے جو سفیہ ہے) ہے۔ متعدد سلف کا قول ہے کہ انسان جب وادی میں اترتے تھے تو کہا کرتے تھے۔ ''میں اس وادی کے سردار کے پاس اس کی قوم کے سفیہوں کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں''۔ جب انسانوں نے جنوں سے حاجتیں مانگنی شروع کر دیں تو جنوں کی سرکشی اور کفر

۱۔ (الجن:۷۲/۱تا۶)

میں اضافہ ہوگیا۔ ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم تفسیر سورۃ الجن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا﴾ ①

اور آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے۔ تو اس سے ان آدمیوں نے جنات کو اور بھی زیادہ مغرور کر دیا اور جس طرح تم کو خیال تھا بنی آدم کو بھی خیال ہوا کہ اللہ کسی کو ہرگز مبعوث نہیں فرمائے گا، اور ہم نے آسمان کو بھی ٹٹولا تو پایا کہ بڑی مضبوط چوکیوں اور شہابوں سے بھرا پڑا ہے۔

نزولِ قرآن سے پہلے بھی شیاطین پر شہاب پھینکے جاتے تھے لیکن کبھی کبھی کوئی شیطان شہاب کے پہنچنے سے پہلے پہلے چوری سے کچھ سن لیتا تھا۔ جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو آسمان مضبوط چوکیوں اور شہابوں سے بھر گیا۔ اب ان کے سننے سے پہلے ہی شہاب تاک میں بیٹھے ہوتے ہیں۔②

چنانچہ انہوں نے کہا:

﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ ③

اور پہلے آسمان میں بہت سے ٹھکانے تھے جہاں ہم سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے لیکن جب اب کوئی سننے کا قصد کرے تو ایک شہاب اپنے لئے تاک لگائے تیار پائے گا۔

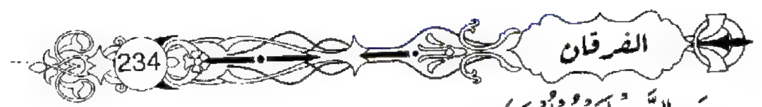
دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ

۱۔(الجن:۷۲/۶تا۸)

۲۔(بخاری۔کتاب التفسیر۔سورۃ الجن۔رقم:۴۹۲۱)

۳۔(الجن:۷۲/۹)



عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ ①

اسے شیاطین نے نہیں اتارا' نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ ان سے یہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ سننے سے ہٹا دیئے گئے ہیں۔

اور جنوں نے کہا:

﴿وَاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾ ②

اور ہم نہیں جانتے کہ اس انتظام سے زمین کے رہنے والوں کو کچھ نقصان پہنچانا منظور ہے یا ان کے پروردگار کا ارادہ ان کے حق میں بہتری کا اور ہم میں سے کچھ تو نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہیں' غرض ہمارے بھی مختلف فرقے ہیں۔

طَرَآئِقَ قِدَدًا سے مراد مختلف مذاہب ہیں۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ ان میں مسلم' مشرک' یہودی' نصرانی' سنی اور بدعی سب پائے جاتے ہیں۔

(اور جنوں کے اس گروہ نے جو قرآن سن چکا تھا یہ بھی کہا:)

﴿وَاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾ ③

اور اب ہم نے سمجھ لیا کہ ہم نہ تو زمین میں رہ کر اللہ کو ہرا سکتے ہیں اور نہ کسی طرف بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔

انہوں نے اپنے بھائیوں کو بتایا کہ وہ خدا کو ہرا نہیں سکتے۔ زمین میں رہیں تو اور بھاگ جائیں تو' پھر کہا:

﴿وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا وَّاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ

۱۔(الشعراء:۲۶/۲۱۰تا۲۱۲) ۲۔(الجن۷۲/۱۰۔۱۱) ۳۔(الجن:۷۲/۱۲)

أَحَدًا ۝ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ قُلْ إِنَّمَآ أَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِهٖٓ أَحَدًا ۝ قُلْ إِنِّيْ لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَّلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ إِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَإِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ۝ حَتّٰٓى إِذَا رَأَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَّأَقَلُّ عَدَدًا ﴾ ①

اور ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس کو مان گئے' پس جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا' اس کو نہ کسی نقصان کا ڈر ہوگا اور نہ ظلم کا۔ اور ہم میں سے بعض تو فرمانبردار ہیں اور بعض حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو جنہوں نے فرمانبرداری اختیار کی انہوں نے سیدھا رستہ ڈھونڈ نکالا۔ اور جنہوں نے سرتابی کی وہ آخر کار دوزخ کے کندے بن گئے اور یہ کہ اگر وہ سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ سے کی نعمت میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے رُوگردانی کرے گا تو وہ اس کو سخت عذاب میں لے جا داخل کرے گا اور مسجدیں تو خدا ہی کے لئے ہیں تو خدا کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ جب اللہ کا بندہ۔ اللہ کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس کے گرد گھرے آتے ہیں اور قریب ہے کہ اس کو چمٹ جائیں۔ اے پیغمبر! ان سے کہو کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں گردانتا۔ اے پیغمبر! کہو کہ تمہارا نقصان یا فائدہ میرے اختیار میں نہیں اے پیغمبر! ان سے کہو کہ اللہ کے غضب سے کوئی بھی مجھ کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا کہیں مجھے ٹھکانا مل سکتا ہے۔ میرا بچاؤ تو اسی میں ہے کہ خدا کی طرف سے جو حکم آیا ہے لوگوں کو پہنچا دوں اور اس کے پیغام سب کو سنا دوں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو کچھ شک نہیں کہ آخر کار اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے مگر کافر تو اس

۱۔ (الجن: ۱۳ تا ۲۴)

وقت تک ان باتوں کو ماننے والے نہیں جب تک اس عذاب کو نہ دیکھ لیں، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کا جتھا شمار میں کم ہے۔

قَاسِطُوْنَ سے مراد ظالم لوگ ہیں۔ جب کوئی عدل کرے تو عرب والے کہتے ہیں۔ ﴿اَقْسَطَ﴾ (انصاف کیا) اور جب ظلم و جور کا ارتکاب کرے تو کہتے ہیں۔ قَسَطَ (ظلم کیا)۔ مُلْتَحَدًا سے مراد ملجا و معاذ (جائے پناہ) ہے۔

پھر جس وقت جنوں نے قرآن سنا تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان پر ایمان لے آئے۔ یہ شہر نصیبین کے جن تھے۔ جیسا کہ صحیح میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ①

اور روایت کی گئی ہے کہ ان کو سورۂ رحمٰن پڑھ کر سنائی گئی اور جب آپ نے پڑھا:۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ②

تو اے جنو اور آدمیو! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت سے مکرو گے۔

تو جن کہنے لگے:۔

﴿وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ﴾ ③

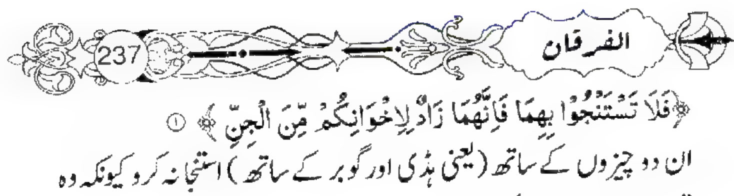
اے ہمارے پروردگار! تیری کسی نعمت سے ہم نہیں مکرتے اور تیرے لئے سب تعریف ہے۔

جب وہ نبی ﷺ کے پاس اکٹھے ہوئے اور پوچھا کہ ہم اور ہمارے مویشی کیا کھائیں۔ تو فرمایا کہ جس جانور کے ذبح ہوتے وقت اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔ اس کی ہڈی جہاں کہیں تمہیں ملے اس پر بہت زیادہ گوشت پاؤ گے وہ تمہاری خوراک ہے اور ہر قسم کی مینگنیاں تمہارے مویشی کا چارہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

۱۔(بخاری۔کتاب الاذان۔باب الجهر بقراۃ صلاۃ الصبح۔رقم:۷۷۳ مسلم۔کتاب الصلاۃ۔باب الجهر بالقراۃ فی الصبح۔رقم:۱۰۰۶)

۲۔(رحمٰن:۱۳/۵۵)

۳۔(ترمذی۔کتاب التفسیر۔سورۃ رحمٰن۔رقم:۳۲۹۱،مستدرک حاکم۔۴۷۳/۲)



﴿فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا زَادٌ لِإِخْوَانِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ﴾ ①

ان دو چیزوں کے ساتھ (یعنی ہڈی اور گوبر کے ساتھ) استنجا نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔

یہ ممانعت نبی ﷺ سے کئی وجوہ سے ثابت ہے اور اس چیز سے استنجا کرنے کی ممانعت کی دلیل علماء نے اسی سے لی ہے اور علماء نے کہا ہے کہ جب جنوں اور ان کے مویشی کی خوراک کے ساتھ استنجا کرنا منع ہے تو انسانوں اور ان کے مویشی کی خوراک اور چارے کا احترام بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

حضرت محمد ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ محمد ﷺ کا جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا جانا ان کے سلیمان علیہ السلام کے تابع ہونے سے افضل ہے' سلیمان علیہ السلام کا جنوں پر تصرف بحیثیت بادشاہ کے تھا اور محمد ﷺ ان کی طرف خدا کے احکام سنانے کے لئے اور بحیثیت رسول کے مبعوث ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور بندہ رسول درجے میں بادشاہ نبی سے بلند تر ہوتا ہے۔

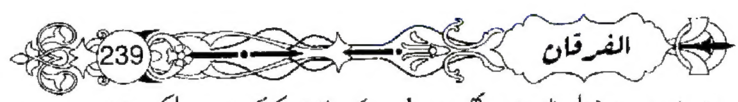
جنوں میں جو کفار ہیں۔ ان کے متعلق نص اور اجماع کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ دوزخ میں جائیں گے اور جو مومن ہیں ان کے متعلق جمہور کی رائے ہے کہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ پیغمبر جنوں میں پیدا نہیں ہوئے۔ پیغمبر صرف انسانوں میں ہوئے ہیں البتہ جنوں میں نذیر (ڈرانے والے) پیدا ہوئے ہیں۔ ان مسائل کی تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔ یہاں صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ جن انسانوں کے ساتھ کئی حال میں ہوتے ہیں۔ سو جب کوئی انسان جنوں کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق حکم دے۔ ایک خدا کی عبادت اور اس کے نبی کی فرمانبرداری کی تلقین کرے اور انسانوں کو بھی ایسا ہی حکم دے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے افضل اولیاء میں سے ہے۔ اس حیثیت سے وہ رسول کے خلیفوں اور اس کے نائبوں میں سے ہے۔

جو شخص جنوں سے مباح امور میں کام لے۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص انسانوں

۱۔ (مسلم۔ کتاب الصلاۃ۔ باب الجہر بالقراۃ فی الصبح۔ رقم: ۱۰۰۶۔ ترمذی۔ تفسیر القرآن۔ الاحقاف۔ ۳۲۵۸)

سے مباح امور میں کام لیتا ہے۔ وہ جب ان کو واجبات کا حکم دے اور حرام کاموں سے منع کرے اور ان امور میں ان سے کام لے جو کہ انس کے لئے مباح ہیں تو بمنزلہ ان بادشاہوں کے ہے جو ایسا کیا کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ ولایتِ عامہ کے درجے میں ہوسکتا ہے اور اس کے خواص اولیاء کے ساتھ بلحاظ مرتبہ وہی نسبت ہوتی ہے جیسی بادشاہ نبی کو بندہ رسول کے ساتھ۔ اور جیسی داؤد وسلیمان و یوسف علیہم السلام کو ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور محمد صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ' علیہم کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

جو شخص جنوں سے ان امور میں کام لے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کر دیئے ہیں مثلاً شرک' قتل بے گناہ' یا تعدی ہو یعنی آدمی کو بیمار کر ڈالنا' یا اس کے علم پر نسیان غالب کر دینا' یا اس کے سوا کوئی اور ظلم کرنا' یا جو شخص جنوں سے بے حیائی کے کام میں مدد لے۔ مثلاً جس سے بے حیائی کا ارادہ ہو اس کو کھینچ لانا تو اس شخص نے اثم وعدوان پر مدد لی ہے' پھر اگر وہ کفر پر ان سے استعانت کرے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر وہ ان سے معاصی میں استعانت کرے تو وہ عاصی ہے' خواہ فاسق ہو یا فاسق نہ ہو' صرف گناہ گار ہو۔ اگر وہ شریعت سے کامل طور پر واقف نہ ہو۔ اور ان سے ان چیزوں میں مدد مانگے جنہیں وہ کرامات خیال کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہ حج کے لئے مدد مانگے۔ یا یہ کہ سماع بدعی کے وقت وہ اسے اڑا لے جائیں یا یہ کہ اسے اٹھا کر عرفات پر لے جائیں۔ اور وہ شرعی حج نہ کرے۔ جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے۔ اور یہ کہ اسے ایک شہر سے دوسرے شہر تک اٹھا کر لے جائیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس تو یہ شخص دھوکے میں ہے۔ اور جن وشیاطین اس کے ساتھ مکر کرتے ہیں ان لوگوں میں بہتیرے ایسے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ یہ جنوں کے کام ہیں بلکہ یہ سن کر کہ اولیاء اللہ کو وہ کرامات حاصل ہوتی ہیں جو خوارقِ عادت ہوں۔ لیکن وہ علم قرآن وحقائق ایمان سے اس قدر بہرور نہیں ہوتے کہ کرامات رحمانی اور تلبیسات شیطانی کے درمیان فرق کرسکیں۔ تو اس طرح کے فریب خوردہ آدمی کے ساتھ اس کے اعتقاد کے مطابق مکر کرتے ہیں۔ اگر ستاروں اور بتوں کا پوجنے والا مشرک ہو تو اسے یہ وہم دلاتے ہیں کہ اسے اس پوجا سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کی نیت تو یہ ہوتی ہے کہ جس فرشتے یا نبی یا شیخ صالح کی صورت پر اس بت کی صورت بنائی گئی ہے۔ وہ اس کی سفارش کرے یا اس کا وسیلہ



بنے۔ اور اپنے خیال میں پوجا بھی اس نبی یا نیک آدمی کی کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ شیطان کا پجاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ﴾ ①

اور لوگو اس دن کو پیش نظر رکھو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جمع کرے گا۔ اور جمع کرنے کے بعد فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ آدم زاد تمہاری ہی پرستش کیا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے ہم کو تجھ سے سروکار ہے نہ کہ ان سے۔ ہماری نہیں بلکہ یہ لوگ حقیقت میں شیاطین کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر انہی کے معتقد تھے۔

اس لئے جو لوگ سورج چاند اور ستاروں کے آگے سجدہ کرتے تھے۔ اور نیت ان کی انہیں کے آگے سجدہ کرنے کی ہوتی ہے۔ لیکن سجدے کے وقت شیطان سورج کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ تاکہ ان کا سجدہ اس کے آگے ہو۔ اسی لئے شیطان اس شخص کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس سے مشرک حاجتیں مانگتے ہیں۔ اگر پجاری نصرانی ہو اور جرجس یا کسی اور سے حاجت مانگے، تو شیطان جرجس یا کسی اور کی صورت میں جس سے مدد مانگی گئی ہو ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر پجاری نسبت کا مسلمان ہو۔ اور وہ مسلمان شیوخ میں سے کسی شیخ سے جس کے متعلق اسے حسن ظن ہو حاجت مانگے۔ تو شیطان اس شیخ کی صورت میں آتا ہے اور اگر پجاری ہند کے مشرکین میں سے ہو تو شیطان اس شخص کی صورت بنا کر آتا ہے جس کی وہ مشرک تعظیم کرتا ہو پھر اگر وہ شیخ جس سے مدد مانگی جاتی ہے شریعت کا واقف ہو تو شیطان اسے یہ خبر نہیں دیتا کہ وہ مدد مانگنے والوں کے پاس اس کی صورت اختیار کر کے گیا ہے۔ اور اگر وہ شیخ شریعت سے بے خبر ہو تو شیطان ان کے اقوال کو اس کے پاس لاتا ہے۔ اور اس کا جواب ان کے پاس لاتا ہے تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ شیخ نے ان کی آواز دور سے سن کر ان کا جواب دیا ہے حالانکہ وہ شیطان کی وساطت سے ہوتا ہے' ایک شیخ نے بتایا جس کو اس قسم کے کشف اور جنوں سے مخاطبت کا سابقہ پڑتا تھا کہ بعض وقت جن مجھے پانی اور شیشہ جیسی

۱۔ (سباء: ۳۴/۴۰۔۴۱)

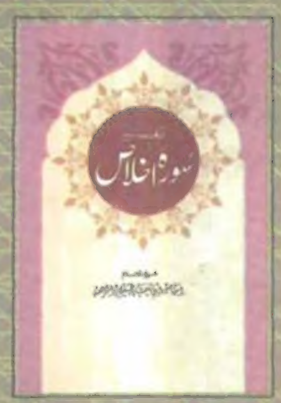
شفاف اور چمکدار ایسی چیز بنا کر دکھاتا کہ جو دوسروں کو بتائی جا سکے چنانچہ میں نے اس بنا پر ایسی خبریں دے دیتا ہوں۔ وہ میرے پاس میرے ان دوستوں کی باتیں لاتے ہیں جو مجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ میں ان کو جواب دیتا ہوں تو میرا جواب ان تک پہنچا دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ناواقف آدمی شیوخ اہل خوارق کو جھٹلا کر یہ کہتے ہیں کہ تم یہ سب کچھ بطریق حیلہ کرتے ہو۔ جس طرح ابرق سفید نارنگی کے چھلکوں اور مینڈکوں کے تیل وغیرہ حیل طبیعی سے بعض لوگ آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ ان کو نہیں جلاتی۔ اس پر شیوخ مذکورہ حیران ہو کر کہتے ہیں کہ واللہ ہمیں ان حیلوں کی کوئی خبر نہیں۔ اور جب کوئی باخبر آدمی ان سے کہتا ہے کہ آپ لوگ اس معاملہ میں سچ کہتے ہیں لیکن یہ احوال شیطانی ہیں۔ اس پر ان شیوخ میں سے بعض اس کا اقرار کر لیتے ہیں اور جب ان پر حق واضح ہو جاتا ہے اور کئی وجوہ سے انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حالات شیطانی ہیں۔ اور وہ دیکھ بھی لیتے ہیں کہ ان کا تار و پود ہی شیطانی ہے۔ اور جب ان پر یہ حقیقت بھی کھل جاتی کہ ان خوارق کے اسباب حصول بدعات ہیں جو شرعاً مذموم اور ان کے ظہور کا وقت وہ ہے جس میں گناہوں کا بازار گرم ہو، نہ کہ ان شرعی عبادتوں کا جو اللہ اور س کے رسول کو پسند ہیں۔ تو اس وقت انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ وہ مخارق ہیں جو شیطان اپنے اولیاء کے لئے تیار کرتا ہیں۔ نہ کہ وہ کرامات جن سے اللہ رحمان اپنے اولیاء کو سرفراز فرماتا ہے۔ اور جنہیں اللہ نے توفیق دی ہوتی ہے وہ تائب بھی ہو جاتے ہیں۔

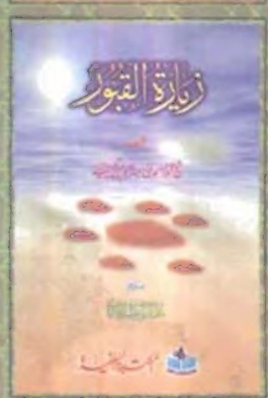
﴿وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ رُسُلِهٖ وَاَنْبِيَآئِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَ خُلَفَائِهٖ صَلٰوةً وَّسَلَامًا تَسْتَوْجِبُ بِهِمَا شَفَاعَتَهٗ﴾

○﴿اٰمِيْن﴾○





















شیش محل روڈ — لاہور — پاکستان
Ph.: 042-7237184, 7230271 Fax: 042-7227981
E-mail: alsalafiyyah@yahoo.com